اشاعتِ خاص

ماہنامہ بانو دہلی

سیرتِ

فخرِ دو عالم

م۔ا عطاء اللہ خاں

"سیرت فخر دو عالم"

بیت المقدس
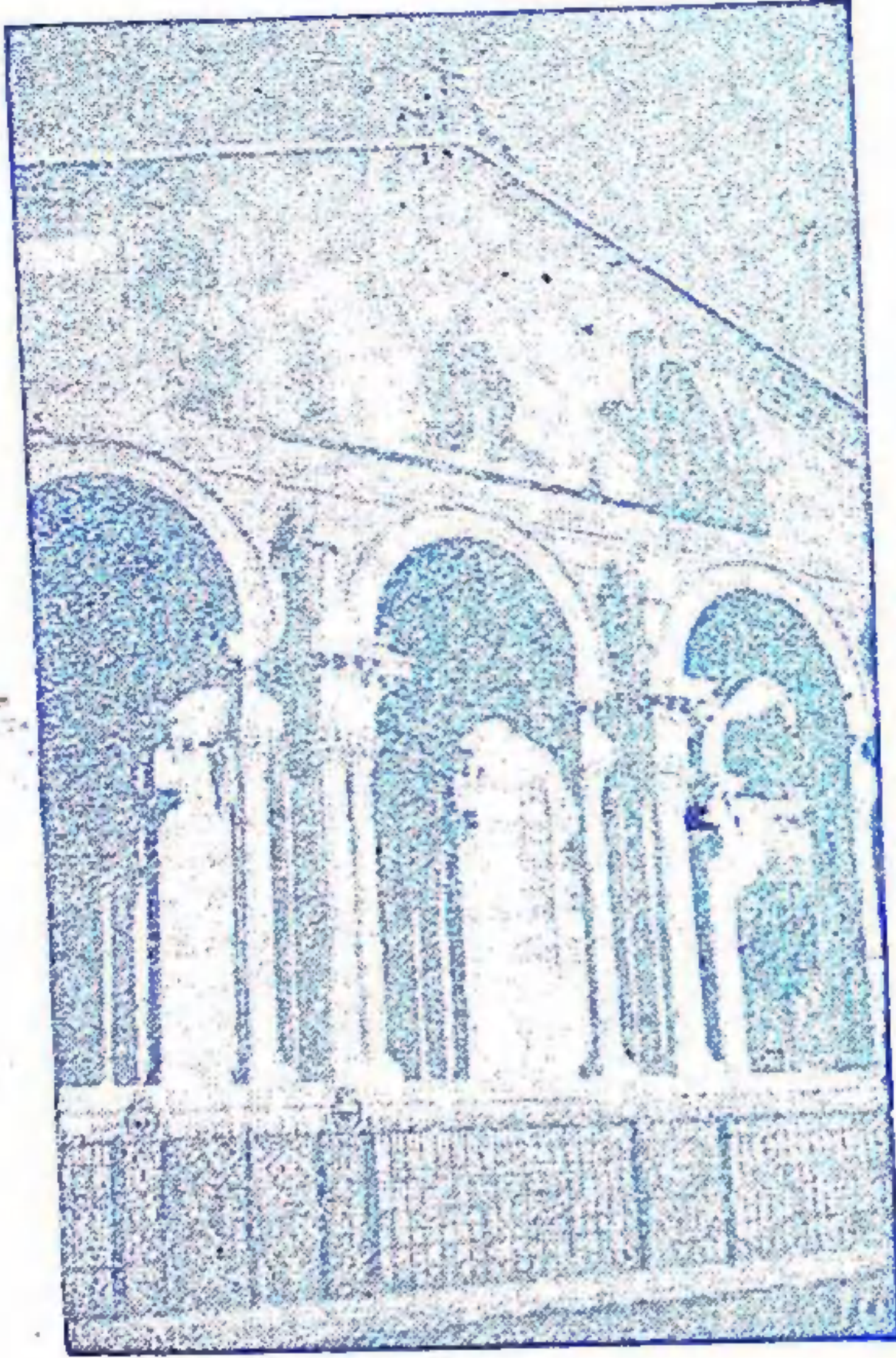
مسلمانان عالم کا قبلہ اول

جبل احد وقبر سیدنا حمزة بالمدينة المنورة

[illegible]

پیشوائے اعظم کی آرام گاہ کا ایک اور منظر

دنیا میں خدائے واحد و قہار کا پہلا گھر
جسے توحید کے مبلغ اعظم نے نجاست شرک سے پاک فرمایا

محبوب خدا کا حریم ناز

D.H.R.

«سیرت فخر دوعالم»

شمع شہادت کا پُرعظمت فانوس سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کا روضہ مبارک
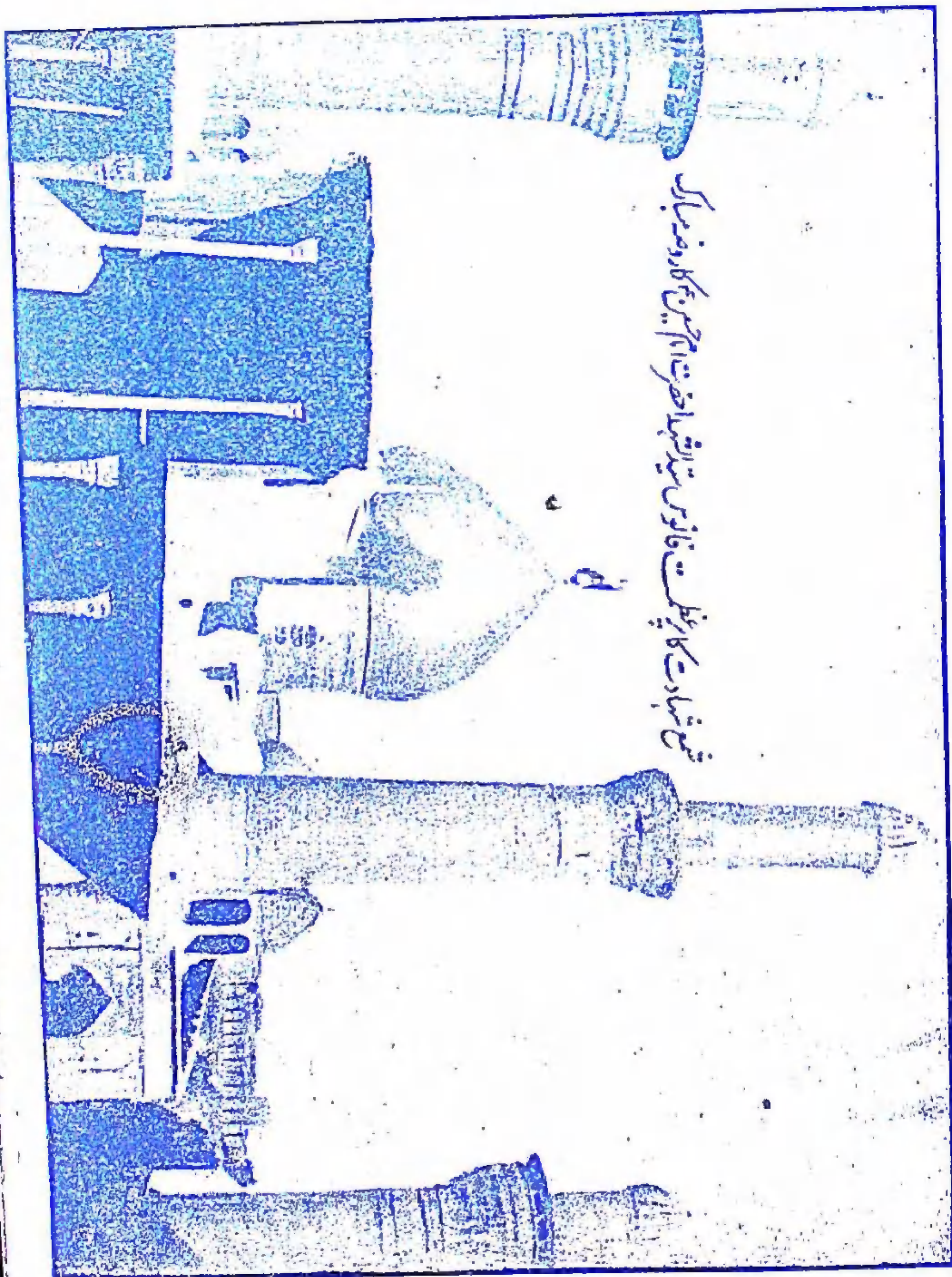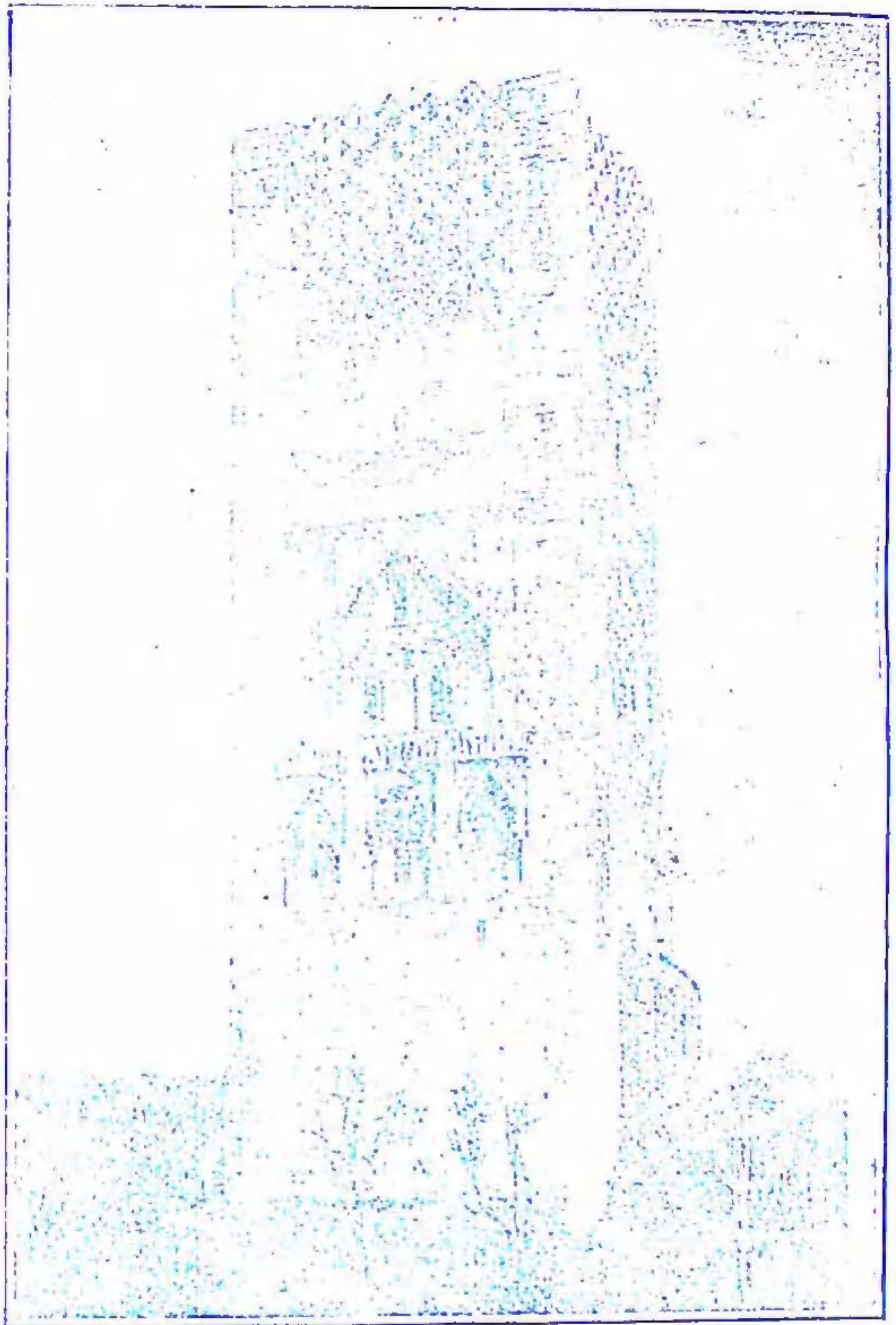
مسجد حسن کا نامکمل منارہ شہر رباط
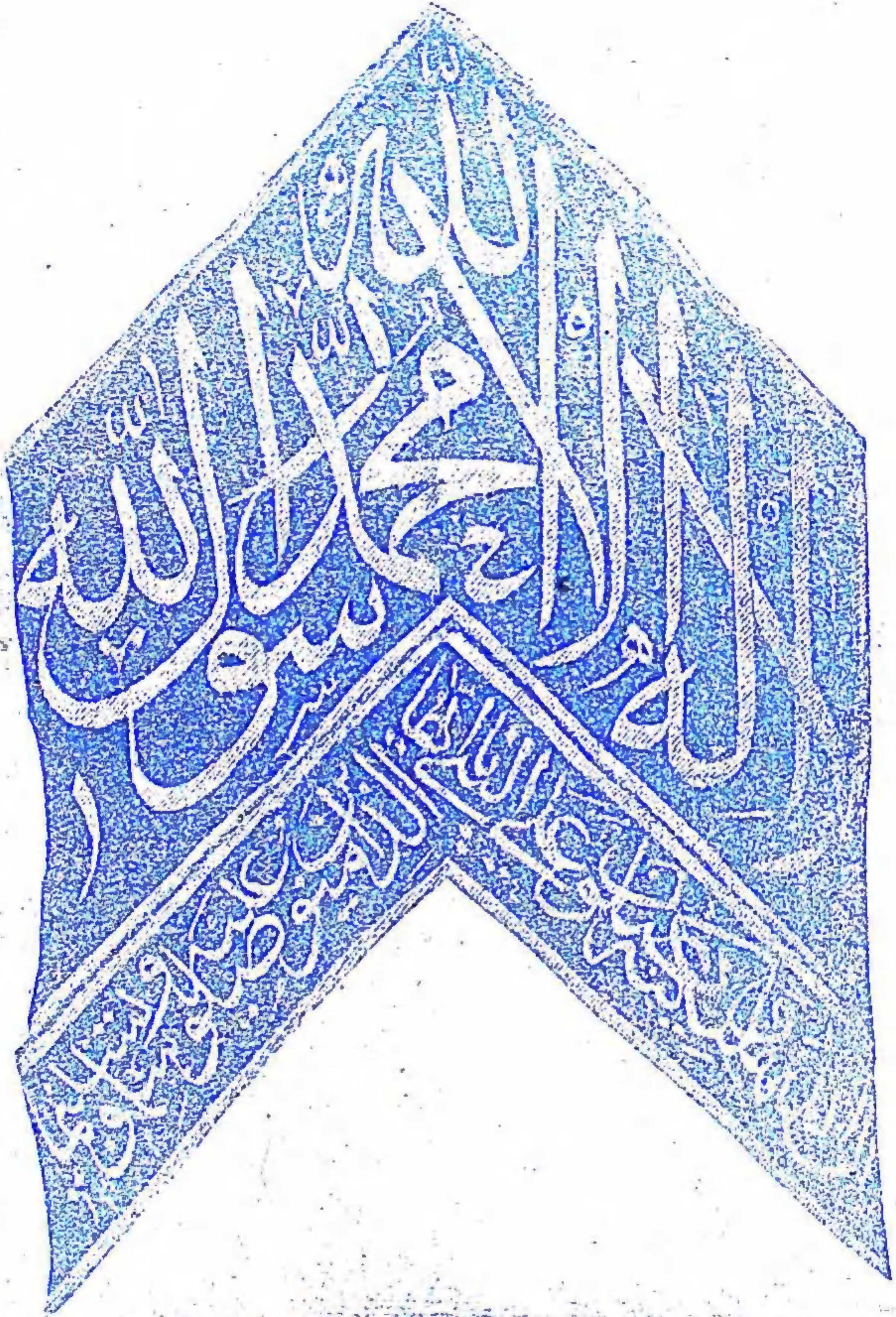
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حجر اسود کا غلاف

آقائے نامدار کا روضۂ مطہرہ
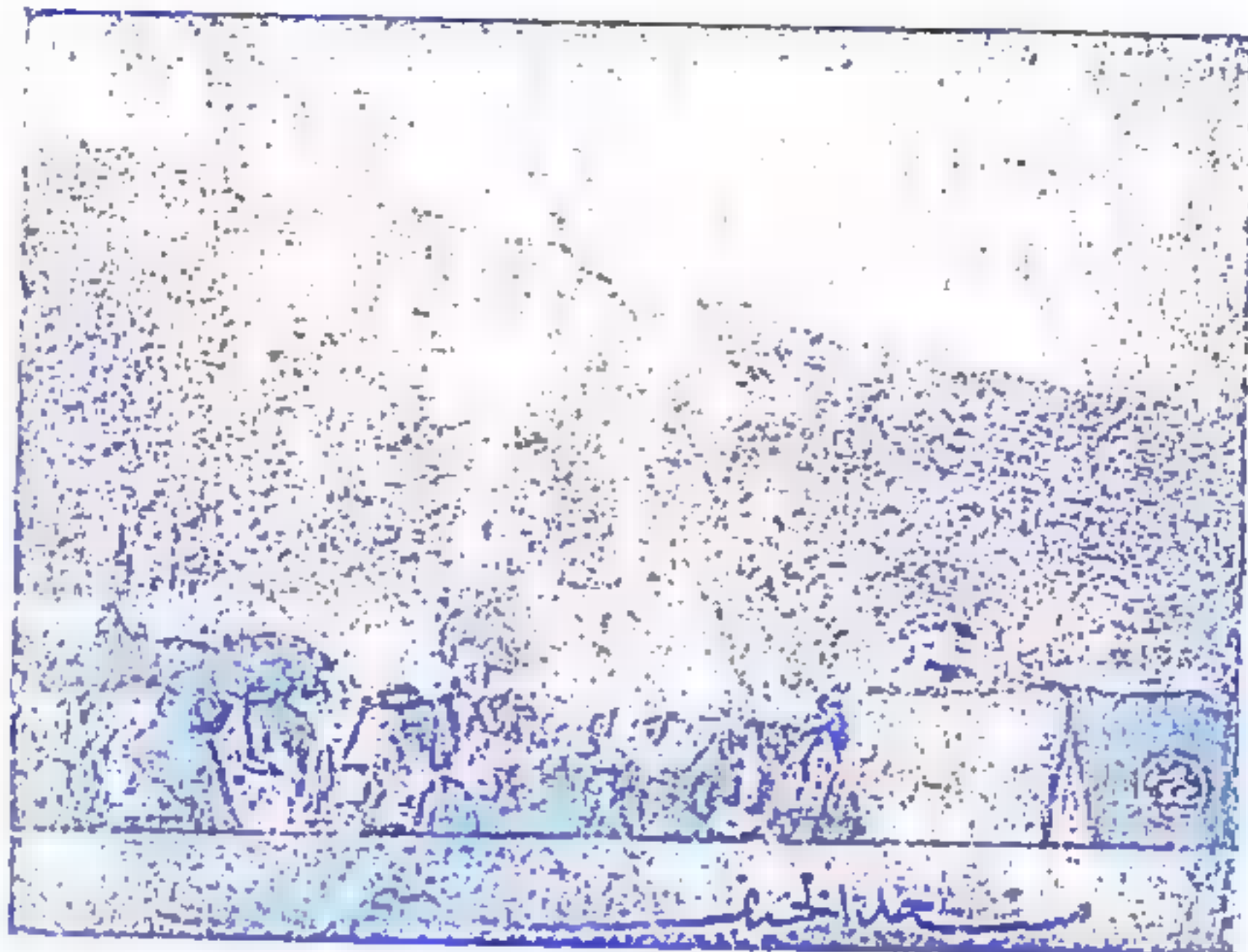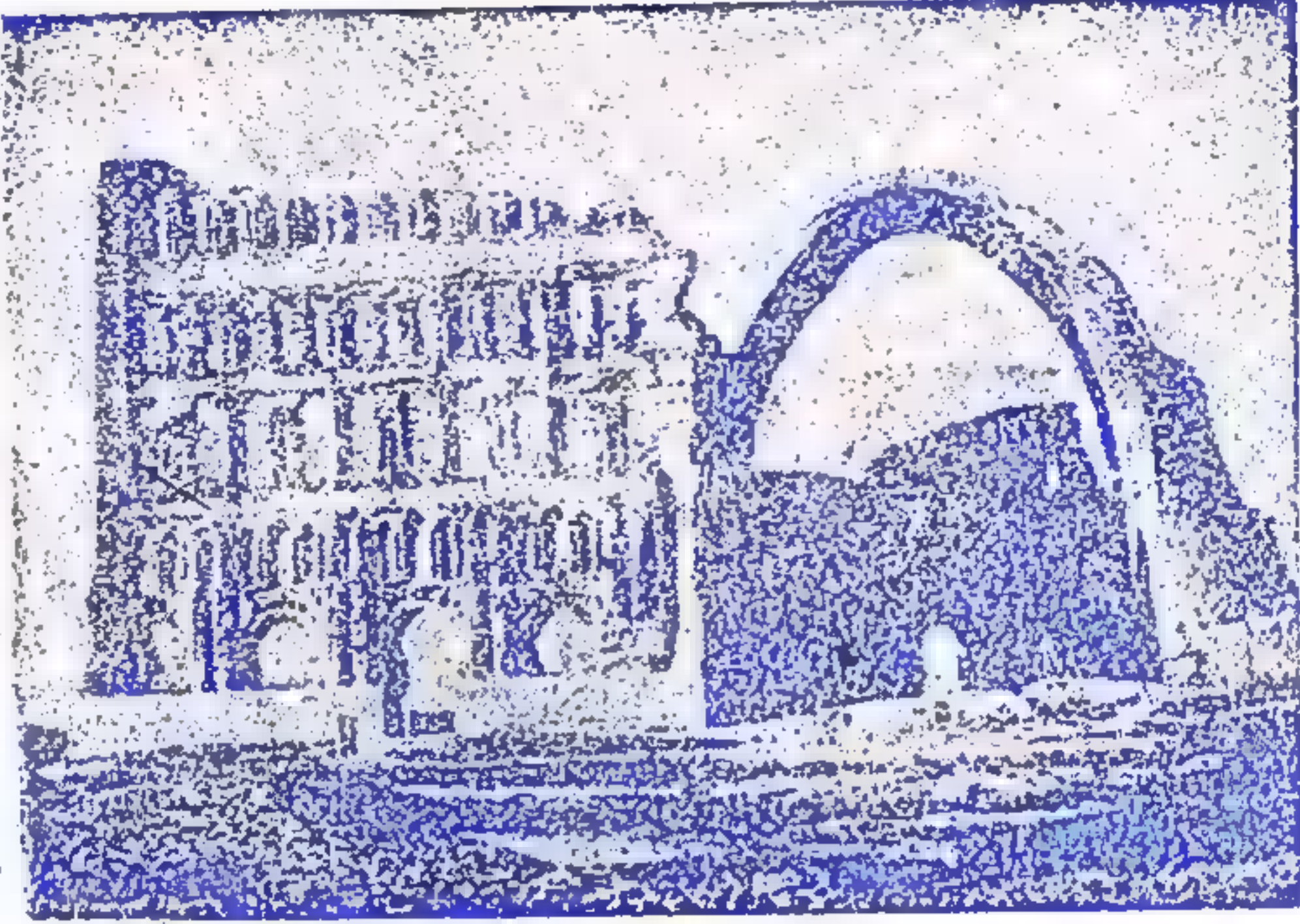
طاق کسریٰ (فارس)

بغداد کے سرکار غوث الاعظم کا روضہ مبارک

یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم و اہلیکم نارا

اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ

ماہنامہ "بانو" دہلی کی

اشاعتِ خاص

فخرِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ:

م۔ عطاء اللہ خان عطا

مؤلف

رفیق الغربا۔ مجالس المومنین۔ خزینۂ ایمان۔ سلطان الہند۔
رفیق جنتری۔ جواہر منظوم۔ مکاتیب عالیہ۔ جوش و دیا وغیرہ

گورنمنٹ ٹونک راجپوتانہ

سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق سنہ ۱۹۵۱ء

انور علی پرنٹر پبلشر نے کھنہ لیتھو پریس چاوڑی بازار

دہلی میں چھپوا کر دفتر باآنو ۱۰۶۱ع بازار چتلی قبر دہلی سے شائع کیا

قیمت چار روپے

فہرست

فخر دو عالم

رسالہ
بانو
دہلی

اظہارِ تشکر

این سعادت بہ زورِ بازو نیست۔
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

لاکھ لاکھ شکر ہے اُس خداوند ذوالجلال کا جو اس کُل جہاں کا مالک ہے جس نے مجھ جیسی نحیف و ناتواں کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں اُسکے محبوب اور اپنے آقا سرورِ کائنات فخرِ موجودات سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ پر یہ ایک گرانقدر اشاعتِ خاص پیش کر سکی۔

ناظرین بانو سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ پچھلے سال قرآن نمبر نکال کر میں نے اپنی مالی حالت تقریباً ناقابلِ برداشت بنالی تھی۔ پھر بھی جس طرح بن پڑا بانو کو زندہ رکھنے کی جدوجہد کرتی رہی۔ بلکہ درمیان میں تو کئی مرتبہ تمام امیدیں ختم ہو ہو گئیں۔ لیکن یہ خدائے ذوالجلال والاکرام کا احسان ہے۔ کہ اُس نے اپنے حبیب پاک کے صدقہ سے مجھے یہ ہمت عطا فرمائی اور میں زندگی اور موت کی کشمکش میں پھنسے ہوئے بانو کو نکال کر پھر ایک نئی شاہراہ پر لے آئی ہوں۔

آج میرا دل مسرت اور خوشی کے جذبات سے بھرپور ہے کہ خلاف

توقع پھر امسال میں بانو کی ایک مقدس اور پاکیزہ اشاعتِ خاص پیش کرنے کی سعادت حاصل کر سکی۔

بانو کا فروری د مارچ ۱۹۵۱ء کا یہ مشترکہ شمارہ ہے۔ اس مرتبہ میں بجائے اس کے کہ مختلف حضرات کے مضامین شریک اشاعت کئے جاتے آنحضور کی سیرتِ مقدسہ پر ایک مکمل کتاب بطور نمبر کے شائع کر رہی ہوں۔ جس کو ہم عطاء اللہ صاحب ٹونکی نے بڑی محنت اور بڑے مطالعہ کے بعد تحریر کیا ہے۔

سرورِ کائنات کی اس مقدس سوانحِ حیات کے پیش کرنے میں مجھے جن محترم حضرات نے دامے درمے سخنے امداد پہنچائی ہے۔ ان کا شکریہ ادا کرنا بھی میرے فرائض میں ہے اُن حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ہز ہائینس نواب صاحب۔ ٹونک

قبلہ حافظ سید عزیز حسن صاحب بقائی (مدیر پیشوا دہلی)

م۔ عطاء اللہ خاں صاحب ٹونکی

صاحبزادہ محمد مستحسن صاحب فاروقی (متولی وقف آستانہ دہلی)

محترم مولانا عبداللہ صاحب فاروقی (نگراں خاتون مشرق دہلی)

محترمہ شمسہ جلیل صاحبہ آف مرزا پور

شمیم کلکتگی صاحب کالی کٹ

سید عصمت پاشا صاحب سقف (تنجور)

حاجی عبدالعزیز صاحب (پشاور)

شیخ محمد فیروز صاحب (بھنڈارہ)

مس اصغر بانو سعید (ڈھاکہ جنجیرہ) محترم منشی عبدالقادر صاحب والا خوان

حاجی محمد زبیر صاحب دہلی

مختار بیگم صاحبہ ہزاری باغ

سلطان جہاں صاحبہ (کراچی)

افروز بانو صاحبہ عفران (مظفر نگر)

مشرف بانو صاحبہ عفران (مظفر نگر)

محترمہ ناز درانی صاحبہ آف کوئٹہ بلوچستان

محترمہ یوسف امینہ ہاٹیا آف افریقہ

مسٹر کبیر احمد پاکستان بک ڈپو رنگون ، ممتاز احمد خاں ڈوم ڈوما آسام

مسٹر ایم۔ اے ہتھورانی آف افریقہ

علیا حضرت بیگم صاحبہ آف محمد گڑھ (بھوپال)

یہ ضخیم اور گرانقدر اشاعتِ خاص بھی قرآن نمبر کی طرح تمام خریداروں کو مفت پیش کیا جا رہا ہے نئے خریداروں کے لئے بھی پہلے دو مرتبہ اعلان کیا جا چکا ہے۔ کہ جو حضرات ۱۵ را پریل سالۂ تک خریدار بن جائیں گے اُنھیں یہ مقدس تحفہ مفت پیش کیا جائے گا۔ لیکن پندرہ اپریل کے بعد یہی اشاعتِ خاص بہر خاص و عام کو مبلغ چار روپیہ میں مل سکے گی۔ حالانکہ یہ میعاد پہلے صرف ۳۱ مارچ تھی۔ لیکن ناظرین بانو کے بے حد اصرار پر مجھے اس میعاد میں پندرہ روز اور بڑھانے پڑے تاکہ عام حضرات بھی صرف پانچ روپیہ پانچ آنہ میں چار روپیہ قیمت کی اس

ضخیم کتاب سے مستفید ہو سکیں۔ اور سال بھر تک بانو کے عام شمارے بھی مطالعہ کر سکیں۔

اس مرتبہ بھی شروع میں بارہ صفحات پر مقاماتِ مقدسہ اور عرب کے مشہور مشہور مقامات کے فوٹو دیئے جا رہے ہیں۔ جن میں شفیع امت حضور پر نور کا فرمان اور مہر نبوت کا فوٹو بھی شریک کیا گیا ہے۔

خیال تھا کہ اس اشاعتِ خاص کی ضخامت تین سو صفحات ہو جائے گی۔ اور تین سو صفحات کا ہی اعلان کیا گیا تھا۔ لیکن قرآن نمبر کی طرح اب کے بھی چار سو تیس صفحات کے قریب ہو گئے۔

آخر میں ایک مرتبہ پھر میں اپنے ہمدردوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اور ناظرین بانو کی خدمت میں بھی التماس کرتی ہوں کہ اگر انہوں نے اس مرتبہ بھی میرے ساتھ تعاون فرمایا۔ تو مجھ ناچیز کی ہمت بندھی رہے گی اور میں اسی طرح حالات اور وقت کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے خدمت کرتی رہوں گی۔ اور اپنی تمام بہنوں کے لئے ایسی کار آمد چیزیں پیش کرتی رہوں گی۔ جن کی اُن کو اشد ضرورت ہے۔

وما توفیقی الّا باللّٰہ

خادمہ

زینب انور

۱۴ راپریل ۱۹۵۱ء

نذر :-

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں جو کلمۂ طیبہ

لَآ اِلٰہَ اِلّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ

پر ایمان رکھتا ہے ۔ پیش ہے :-

۱۸ ؍ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ م ۱۵ ؍ جولائی ۱۹۴۹ء

م ۔ عطاء اللہ خان عطاؔ
مولف

ٹونک راجپوتانہ

ریویو

بحمد اللہ تاریخ مسلمانوں کا مخصوص فن ہے مسلمان اگر اس پر فخر کریں تو خود ستائی کے مجرم نہیں ٹھیرائے جا سکتے ہیں کیونکہ گذشتہ زمانے کو زندہ و حاضر رکھنے کا صحیح طریقہ دنیا کو اگر کسی نے بتایا تو وہ صرف فرزندانِ اسلام ہیں۔

"فخر دو عالم" کو دیکھکر مجھ کو اس کے مرتب تالیف کرنیوالے عالی حوصلہ اور ستودہ صفات م۔ عطاء اللہ خاں عطا کی علم دوستی اور تاریخ نوازی پر خوشی ہوئی کہ سیرت کی چھوٹی اور مختصر سی کتاب لکھتے ہوئے پہلے مقدس حصص اراضی عرب بیت المقدس سے تعارف کرایا ہے جس سے عامۃ المسلمین ہی نہیں بلکہ عازمان عرب، حاجیان بیت اللہ بھی ان سے کافی مستفید ہو سکتے ہیں۔ بلا خوف کہہ سکتا ہوں کہ مؤلف نے سمندر کو ایک کوزہ میں بند کر دیا جو پاکیزہ صورت میں سب سے پہلی اور سب سے آخری اور بیحد دلچسپ تالیف ہے۔ کتاب کیا ہے ایک تحفہ ہے جو جدید شائل پر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ "فخر دو عالم" کی واقعی تعریف جو اس کے بیش بہا فوائد پر حاوی ہو میری زبان اور قلم سے ممکن نہیں۔ اس قدر فخر اس کتاب سے مجھ کو حاصل ہوا کہ یہ بہتم بالشان کارنامہ میرے ایک دوست کے قلم سے وجود پذیر ہوا۔ چنانچہ اسکولوں، مدرسوں، اور مکتبوں کے کارکنوں اور معلموں سے درخواست ہے کہ وہ اس کو اپنے نصاب تعلیم میں جگہ دے کر مذہبی تعلیم کی ایک بڑی کمی پوری کریں تاکہ ان کے دلوں میں اسلام کی ایک اسپرٹ پیدا ہو جائے۔ خداوند رب العزت سے مستدعی ہوں کہ بطفیل فخر دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قریبی زمانہ میں اس کی طباعت کا سامان مہیا فرما دے اور م۔ عطاء اللہ خاں عطا کو اپنی دائمی برکت عنایت فرمائے آمین

۱۶ر صفر المظفر ۱۳۶۹ھ م ۷ر دسمبر ۱۹۴۹ء

مہر دربار ہائی اسکول ٹونک راج

حامد خان
ایم۔ ایس۔ سی (الہ آباد) بی ٹی (علیگ)
ہیڈ ماسٹر دربار ہائی اسکول
ٹونک راجپوتانہ

ریویو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ تقدس حقیقی صرف خداوند قدوس کے لئے ہے اور ہر چیز کو تقدس اُسی کے تقدس سے حاصل ہے۔ انسان، مکان اور زمان جس کو تقدس حاصل ہے اُسی کے تقدس کا ظہور ہے جس کو اُس کی طرف اضافت اور نسبت کا فخر حاصل ہے وہی زیادہ مقدس ہے، فخر دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب اللہ اور خلیل اللہ کی نسبت کافی وافی ہے۔

عطاء اللہ خاں کو بھی یک گونہ نسبت حاصل تھی "فخر دو عالم" کی تالیف سے قند مکرر کی نسبت پیدا ہو گی۔ اس کتاب میں خصوصیت یہ ہے کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے حالات کے علاوہ ان مقدس مقامات کا بھی مختصر جغرافیہ بیان کر دیا ہے اور ضرورت کے موافق تاریخ بھی لکھ دی ہے جن کو ان کی ذات ستودہ صفات سے نسبت ہے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ اُمتِ محمدیہ کے مقدس افراد اس کتاب کو بنظر قبول دیکھیں گے اور اس کی اشاعت میں مساعی جمیلہ کر کے ماجور ہوں گے اور تمام مسلمان اس کتاب کے مضامین اپنے بچوں کے زیر مطالعہ رکھنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ بچے مقدس مقامات اور مقدس حالات کو ذہن نشین اور فخر دو عالم سے نسبت پیدا کریں۔

محمد علی
منشی، مولوی فاضل (درس نظامیہ)
ناظم اعلیٰ دارالعلوم ناصریہ
گورنمنٹ ٹونک راجپوتانہ۔

۷۸۶

تقریظ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم - امابعد، احقر نے کتاب "فخرِ دو عالم" تالیف کردہ منشی محمد عطاء اللہ خاں عطاؔ ٹونکی کو مختلف مقامات سے بنظر غائر پڑھا یہ حقیقت ہے کہ مولف موصوف کی یہ پہلی تالیف نہیں ہے بلکہ اس سے قبل مفید عام فہم چند کتابیں تالیف کر کے اہلِ اسلام کے ساتھ برادرانہ سلوک کر چکے ہیں سابقہ مولفہ کتب کو پبلک نے بنظر استحسان دیکھا۔ اور عامۃ المسلمین کے لئے نفع بخش ہونے کی وجہ سے پسند کر کے زیور طبع سے آراستہ کیا اور عام اشاعت کی الحمد للہ کہ تمام کتب مقبول ہوئیں۔ مجھے یہ ظاہر کرنے میں باک نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے قابل مولف کو استعداد اور ملکۂ تالیف عطا فرمایا۔

سیرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اگرچہ علماء اور فضلاء و مورخین نے ضخیم کتابیں تالیف فرمائی ہیں لیکن یہ کتاب امتیازی شان لئے ہوئے ہے اور مختصر ہے باوجود اختصار جملہ صحیح مضامین سیرت پر جامع اور حاوی ہے۔ نیز ایک اچھی خاصی تاریخ بھی ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اُردو داں حضرات کو اس کتاب کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے بے انتہا فائدہ پہنچے گا اور خالقِ کائنات کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ مجیب الدعوات مولف کی سعی کو مشکور فرمائے اور مزید توفیق عطا فرمائے

عبد الحفیظ
ناظم عدالت شرع شریف
ٹونک گورنمنٹ (راجپوتانہ)

۹ شوال المکرم ۱۳۶۸ھ
مطابق ۵ اگست ۱۹۴۹ء

مہر ناظم صاحب شریعت

تقریظ

"فخر دوعالم" ایک ایسی کتاب ہے جس کو مولف م عطاء اللہ خاں عطاؔ نے نہایت محنت شاقہ و جانکاہ کوشش سے ایک عرصہ میں فراہم کیا۔ فی الواقع یہ ایک بحر ذخائر دریا ر ناپیدا کنار تھا۔ جس کو متعدد اوراق میں مجتمع کر کے ہدیۂ ناظرین کیا جس سے مولف کی قابلیت علمی و لیاقت ذاتی کا کافی ثبوت واضح و لائح ہوتا ہے۔ اس پر یہ جدت ہے کہ عرب اور فلسطین کے مقدس مقامات زمانۂ حال تک مخصوص طور پر لیطرز جداگانہ عجیب غریب طریق سے مع حالات ضروری مستثنیٰ پیرایہ میں درج کئے ہیں کہ جس کے دیکھنے سے ہر صاحب علم کو ایک خاص دلچسپی ہوگی۔ اگرچہ کتب تاریخ صفحۂ ہستی پر اس سے ضخیم و مطول مدون ہیں مگر ان کے دیکھنے سے ہماری طبائع کو خاطر خواہ سیری نہیں ہوتی

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مولف کو اس عرق ریزی و محنت کے صلہ میں بحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبولیت وافر بخشے اور جزائے نیک عطا فرمائے۔ الحمدللہ۔

۱۹ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ
مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۴۹ء

عجیب خاں
مفتی عدالت شرع شریف
ریاست ٹونک راجپوتانہ

مہر مفتی صاحب

باسمہٖ تعالٰے

تقریظ

میں نے اس کتاب "فخر دو عالم" کا بعض مقامات سے مطالعہ کیا۔ عرب کے محل وقوع مقامات کے رقبے۔ حدود کا تعین، مقدس حصص اراضی، اور بیت القدس کے مفصل اوقات ہادئ عالم علیہ السلام کا حج وغیرہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ عامۃ المسلمین ہی نہیں عازمان عرب حاجیان بیت اللہ بھی ان سے کسی نہ کسی نہج پر مستفید ہو سکتے ہیں۔ نماز۔ زکوٰۃ، اذان وغیرہ کے کچھ تاریخی واقعات بھی درج ہیں۔ مولف کی محنت ضرور قابل داد ہے۔ روایات کا وثوق قابل نظر ہے۔

اس سے پہلے بھی بعض رسائل مولف نے تالیف کئے ہیں۔ بعض کو میں دیکھ بھی چکا ہوں چنانچہ موجودہ حالت میں ایک کتاب "رفیق الغربا" شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب و مالکان علمی پرنٹنگ پریس کتاب منزل کشمیری بازار لاہور زیر کتابت ہے

خدا کرے کہ مسلمان صحیح اور غلط بات کا امتیاز کریں اور متلاشی حق ہو کر قبولیت کتب حقہ کا باعث بنیں۔ وما علینا الا البلاغ

احمد حسن
منشی مولوی، مولوی فاضل، حافظ قاری حکیم
مفتی عدالت شرع شریف
ٹونک راجپوتانہ

۲۹ر شوال المکرم سنہ ۱۳۶۸ھ
مطابق ۲۵ر اگست سنہ ۱۹۴۹ء

مہر مفتی صاحب

۴۳۹۶

دیباچہ

رحمتہ اللعالمین سرکارِ دو عالم خاتم الانبیاء احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع صفات ایسی نظر آتی ہے جس کی نام لیوا دُنیا کی آبادی کا پانچواں حصّہ ہے تاریک زمانہ میں آپؐ کے اخلاق کا جو معیار قائم تھا۔ آج بھی اُسی طرح اپنی بلند جگہ پر ہے۔ آپؐ کے وجودِ مبارک سے اسلام کا گلدستہ ایک دھاگے سے بندھا۔ اُس کی ایک ایسی شمع ہے جس کی لَو تیرہ سو سال سے آج تک دھیمی نہیں ہوئی، اُس روشنی میں ہر مُسافر سیدھے راستے پر پڑ کر بے کھٹکے اپنی منزل تک جا پہنچتا ہے۔

آپؐ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور ہوکر مخلوق کی ہدایت کے لئے تشریف لائے اور خدا کی وحدانیت کا سبق دیا۔ اور ساتھ ہی اپنے آپ کو بشر کہا۔ آپؐ کو رحمتہ اللعالمین کا تاج پہنایا گیا۔ اور تمام دُنیا کے لئے رحمت اور برکت کا منبع بن کر آئے۔ اور بالکل قلیل عرصے میں عرب کی زمین اور آسمان کو بدل ڈالا۔ مشرکین عرب جن کا آبائی مذہب بُت پرستی تھا۔ اُس نیک اور پاکباز انسان کے طفیل توحید کے گیت گانے لگے۔ بتوں کو سجدہ کرنے والوں نے اپنے ہاتھ سے بتوں کو توڑا۔ اور تمام دُنیا پر علی الاعلان کہہ دیا۔ جاءَ الحقّ وَزَھقَ الباطل اِنّ الباطل کان زھوقا

آپؐ کے کارنامے، آپ کے اعمال، اور آپؐ کے اخلاق، آپ کا برتاؤ۔ اُس وقت جب کہ سر پر نبوت کا تاج پہنا گیا تھا۔ بلکہ اُس سے پہلے ایسے تھے کہ تمام

عرب میں امین مشہور ہو گئے اور کینہ و عداوت سے بھرے ہوئے دل امین و صادق کے لقب سے یاد کرتے تھے جیسے آج تمام دنیا تسلیم کرتی ہے ۔ مشرکین جو ایذا رسانوں میں سب سے زیادہ خطرناک تھے ان میں بھی اکثر آپؐ کے حسنِ سلوک کی وجہ سے ممنونِ احسان رہے ۔ آخر کار مان گئے کہ آپؐ خاتم الانبیاء، شفیع عالم اور سید البشر ہیں

یہ امر بالضرور قابلِ تسلیم ہے کہ آپؐ کو معمولی حرف آموزی میں تحصیلِ علم بالکل نہ تھی ۔ نہ تو لکھنا جانتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے ، مگر آپؐ نے اپنے قول و فعل سے تمام دنیا پر ثابت کر دیا کہ آپؐ کی تعلیم کے حکمت آموز کلمات آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں ۔ چنانچہ تعلیم ایسی مکمل و اتم ہے کہ دنیا کی کوئی بات انسان کی روحانی و جسمانی ضرورت کے لئے کوئی ایسا قانون نہیں جو اس میں نہ ہو ، حضرت مسیحؑ (عیسیٰ) کوئی کامل شریعت نہیں لائے اور انہوں نے اپنی بہت سی باتیں جن کے حواری برداشت نہ رکھتے تھے ، ان سے نہیں کیں ۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکمل قانون اور کامل شریعت جس میں الٰہی عبادت کے کل قاعدے اور انسانی ضرورتوں کے تمام قوانین درج ہیں لائے ۔

اس معلم اعلیٰ کی بعثت سے قبل زمانہ جس حالت میں تھا اور عرب کی جو کیفیت تھی اس کا یک بیک بدل جانا اسی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا ۔ اور سالہا سال کی قبیحہ رسوم جن کا ترک کرنا ایک امرِ محال تھا اس پاک تعلیم نے نیست و نابود کیں ۔ ہزارہا سال کی بت پرستی تثلیث پرستی جو واحد نجات کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی فداہ روحیؐ نے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو کہہ کر باطل قرار دی اور اس کے مقابلہ میں ایسی موثر و اعلیٰ تعلیم پیش کی کہ وہی بت پرست و تثلیث پرست جن کے اوقات بتوں کی سجادت میں اور تثلیث پرستی کی دھن میں گزرتے

تھے۔ صبح و شام، دن اور رات یہ کہنے لگے کہ وہ ہی ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق جو لم یزل و لایزال، بصیر مطلق، قدیر مطلق اور حکیم الاطلاق ہے جس نے سچا دین آدم کو اس کی پیدائش کے وقت دیا تھا۔

غرض وہ قوم جو صدیوں سے فسق و فجور میں مبتلا اور طرح طرح کی خرابیوں کی خوگر تھی۔ جس کی بندگی بتوں اور پتھروں کو سجدہ کرنا جس کی تفریح جوابازی و قماربازی تھی جس کا چلن فتنہ انگیزی جس کا شغل شراب خوری و زنا کاری تھی جس کی غیرت زندہ لڑکیوں کا گاڑنا تھی، اور جو مدتوں سے اُن کی گھٹی میں داخل تھی چھڑائی۔ اور اس مصلح اعظم کی تعلیم کی بدولت راہِ راست پر آئی اور اسی معلم اعلیٰ نے اُن کے دِلوں کی سیاہی کو سفیدی سے، اور ظلمت کو نور سے مبدل کیا۔ پس اس تعلیم پاک کا اندازہ ہر ایک انصاف پسند کر سکتا ہے کہ آپؐ نے کس طرح توحید الٰہی کو پیش کیا۔

الغرض آپؐ کے مواعظ و نصائح جو عمدہ اور صاف ہیں۔ اُن کی بدولت زندگی کے راستے میں بچھے ہوئے کانٹے پھول بن کر ایمان کی قوت اور دل کی روشنی کا باعث ہوئے۔ اور ظنون فاسدہ اور تعطیلات دور ہوئے۔ آج اُن سے قدم قدم پر ہمت، استقلال، ایثار، عفو اور امانت کا سبق ملتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ سرکار دو عالمؐ کے وجودِ پاک کے سوانح کا ایک ایک حرف ہر مسلمان کے کان تک پہنچ جائے تاکہ یہ رشتہ مضبوط سے مضبوط تر اور ایمان تازہ ہوتا چلا جائے۔

ایک زمانہ سے ارادہ تھا کہ سیرت کی ایک چھوٹی سی کتاب لکھوں، شکر ہے

اُس خالق اکبر کا کہ یہ مختصر سی سیرت لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جو نہایت صحیح اور معتبر روایتوں سے تالیف کی گئی ہے۔ غیر صحیح روایات اور نا معتبر اقوال کو دخل نہیں دیا گیا۔ عبارت بہت سہل اور روزمرہ کے اُردو محاورہ میں لکھی گئی ہے تاکہ کم استعداد لوگ اور عورتیں اور لڑکے بھی اس کو پڑھ کر اپنے برحق نبی اور اُن کے متعلقین کے حالات سے واقفیت پیدا کر کے واقف ہوجائیں اور اغیار کو بتا سکیں کہ محمد رسول اللہ دنیا میں حقیقی اور ابدی نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہیں۔ اس کے بغیر نہ دنیا بنتی نہ عاقبت سنورتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو مظفر و منصور رکھے آمین ثم آمین

جو لوگ اس کو پڑھ کر خوش ہوں وہ احقر کے لئے دعائے خیر فرمائیں اور بوجہ کمی معلومات کوئی لغزش یا غلطی نظر سے گذرے اُس کو اصلاح سے کارآمد بنالیں اور مجھے معذور خیال فرما کر معاف فرمائیں اور جن کتب سے اقتباس کیا ہے اُن کا حوالہ بھی ضرور دے دیا ہے جن کے مصنفین کا سچے دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا میری مدد کرے۔

م۔ عطاء اللہ خان۔ عطا
ٹونک راجپوتانہ

۱۰ ربیع الاوّل ۱۳۶۸ھ
۱۲ جنوری ۱۹۴۹ء

پہلا باب

(۱) ارضِ عالم پر ظلمت و تاریکی کا تسلط

۱۔ باغ عالم پر خزاں کا دور مسلط تھا۔ بادِ سموم کے آتش بار جھونکوں نے برگ و بار کیا شاخوں اور تنوں میں افسردگی و خستگی پیدا کر رکھی تھی۔ روشیں خاک اڑا رہی تھیں۔ خیابانوں میں سوکھے ہوئے پتے اُڑتے پھرتے تھے۔ نگہتیں معدوم ہو چکی تھیں بہاریں آغوشِ فنا میں سو رہی تھیں۔ عنادل کی جگہ زاغ و زغن کی غیر مانوس اور غیر مرغوب آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہر طرف سناٹا اور ہر سمت ویرانی تھی۔

۲۔ کائناتِ انسانی پر جمود و غفلت کی موت طاری ہو چکی تھی۔ چھ صدیوں کے فصل نے حضرت عیسیٰؑ کی ملہمانہ تعلیمات کو بھی مسخ کر کے رکھ دیا تھا۔ تورات و زبور کے پڑھنے اور اُن کے محرف احکام پر بھی عمل کرنے والے مبدل ہو چکے تھے کہنے کو انسان کی بستیاں کی بستیاں آباد تھیں جنگل کے جنگل ذکور و اناث کے

گاؤں سے پٹے پڑے تھے۔ لیکن اُن کی رہبری و رہنمائی اُن کی تعلیم و تربیت اور اُن کی فلاح و بہبود کا کوئی سامان موجود نہ تھا۔ خواص و عوام سب پر عصیان و سرگشتگی کے جن سوار تھے۔ انسان اشرف المخلوقات، انسان کی زندگی درندوں سے بدتر و فروتر ہو چکی تھی۔ جنگلوں کے بھیڑیوں۔ کھیتوں کے سانپوں اور صحراؤں کے جانوروں سے یہ اُمید تھی، یہ توقع ہو سکتی تھی کہ وہ قابو پا کر رحم کر دیں بخش دیں چھوڑ دیں، مگر انسانوں سے انسان کو توقع نہ تھی۔ بندے بندوں پر خدائی کر رہے تھے۔ بندے بندوں کو سجدہ کرنے پر مجبور بنے ہوئے تھے۔ خدا کو سمجھنے اور اُس کی عظمت و جبروت سے ڈرنے اور لرز اُٹھنے والے کہیں نظر نہ آتے تھے۔ اس کی عبادت کرنے اور اُس کے سامنے سر جھکانے والے ناپید ہو گئے تھے۔ مذاہب تھے اور مذاہب کے پیشوا بھی مگر فلاح و بہبود انسانی اور رہبری و مساوات کے لئے نہیں بلکہ گمراہی اور بھٹکانے اور دنیا والوں پر ظلم و ستم کی بجلیاں تڑپانے اور گرانے کے لئے تھے۔

۲- یہ نہ تھا کہ یہ دَور، زینت و تہذیب سے خالی ہو۔ امراء و رؤسا ناپید ہو گئے ہوں، مذہبی قائدین کا نام مٹ گیا ہو، کوئی منظم حکومت صفحہ ہستی پر نظر نہ آتی ہو۔ شاہانہ کر و فر کے اہتمامات نگاہوں سے اوجھل ہوں، تھا اور سب کچھ تھا اور ایسی نہج و آئین پر تھا۔ جس طرح کہ آج ہے مگر سب پر بہیمیت کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ سب غرض کے بندے بنے ہوئے تھے۔ سب عصیان و عدوان کی گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ڈرنے والے بھی تھے۔ پرستش بھی ہوتی تھی اور پوجا بھی۔ لیکن خدا کی نہیں۔ خالق ارض و سما کی نہیں خود تراشیدہ بتوں کی۔ آفتاب

و ماہتاب کی، کواکب و ثوابت کی مذہبی پیشواؤں کی۔

۴۔ روم و ایران اُس عہد کی نہایت منظم و متمدن سلطنتیں تھیں ان کے خزانے زر و جواہر سے معمور تھے۔ لیکن عوام کی حالت روز بروز بدتر ہوتی جاتی تھی۔ سلاطین و امراء کو اپنے خزانے بھرنے اور اپنے محاصل لینے کے سوا اور کوئی غرض نہ تھی۔ غلاموں کی کثرت تھی اور اُن کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک روا رکھے جاتے تھے۔ عورتوں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اخلاق کا کوئی معیار باقی نہ رہا تھا۔ عرب کے اندر خود مکہ معظمہ معمولی نہیں ایک عظیم الشان شہر تھا۔ اس کے اندر بڑے بڑے رؤسا اور لکھ پتی تاجر تھے جن کے پاس دولت کی کوئی کمی نہ تھی اور تجارت نے انہیں بہت متمول اور فارغ البال بنا دیا تھا، اور نہایت ہی مرفہ الحال تھے۔ اب استفادہ کے پیش نظر ہم ملک عرب کا مفصل حال درج کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت سے قبل عرب کی کیا کیفیت تھی؟

۲۔ ملک عرب

حدود

۱۔ ساری دنیا دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ پُرانی دُنیا۔ نئی دُنیا۔ نئی دنیا میں شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ اور آسٹریلیا گنے جاتے ہیں۔ پُرانی دُنیا تین براعظموں کو گھیرے ہوئے ہے۔ ایشیا۔ افریقہ، یورپ، عرب پُرانی دُنیا میں۔ اور پُرانی دنیا میں بھی ایشیا کے مغرب میں ہے جو ایک وسیع جزیرہ نما اور بحیرۂ قلزم (بحر احمر

لال سمندر (یعنی ریڈ سی) کے مشرقی کنارہ پر واقع ہے۔

۲۔ اس کے غرب میں بحیرۂ قلزم۔ شمال میں ٹرکی و آسٹریا۔ جنوب میں بحرِ ہند و خلیج عرب و ابناء باب المندب۔ یہ مشرق میں خلیج فارس ہے۔ اس جزیرہ نما کو عموماً (∆) جغرافیہ دان مثلث بتاتے ہیں۔ اور باب المندب کو اُس کا زاویہ قائمہ ٹھہراتے ہیں۔ مگر فی الواقع اس کی صورت بے قاعدہ متوازی الاضلاع کی سی ہے۔ صوبہ عمان کو جو ایران کی طرف ہے اور جس کا دارالحکومت مسقط ہے اگر علیحدہ کر دیا جائے تو ہر دو حصہ مستطیل بن جاتے ہیں۔ ایران، سریا، مصر، حبشہ (ابی سینا یا اتی اُوپیا) اُس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اس کا مغربی و شمالی کنارہ کنعان ہے جس کو قدیم یونانی زبان میں پونیشیا اور زمانہ متوسط میں فلسطین یا ارضِ مقدس اور زمانہ حال میں سریا یا شام کہتے ہیں۔ ملا ہوا ہے۔ نہر سویز نے اس ملک کو مصر سے علیحدہ کر دیا ہے، رقبہ اس ملک کا ۱۲۰۰۰۰۰ میل مربع اور آبادی ۱½ کروڑ سے زیادہ ہے طول زیادہ سے زیادہ ۱۸۰۰ اور عرض ۱۲۰۰ میل ہے۔

۳۔ پُرانے عربی جغرافیہ دان نے عرب کو پانچ حصوں پر منقسم کیا ہے یعنی تہامہ، حجاز، نجد، عروض اور یمن۔ بعض نے باعتبار شادابی اور ویرانی کے تین حصے قائم کئے ہیں۔ یعنی عرب الحجر، عرب الوادی اور عرب شاداب چونکہ عرب الحجر سے صوبہ نجد مُراد ہے جس کا دارالحکومت عید ہے۔ عرب الوادی میں صوبہ تہامہ و حجاز داخل ہے۔ عرب الشاداب صوبہ یمن میں اور اُس جنوبی حصہ ملک کو کہتے ہیں جو بحرِ ہند پر واقع ہے۔ تہامہ اور حجاز کا

دار الحکومت مکہ معظمہ اور صوبۂ یمن کا صدر مقام صنعا ہے اور جغرافیہ دان تھامہ، نجد، عمان، حضر موت، یمن، حجاز چھ صوبہ ملک عرب کے بتاتے ہیں

۴۔ اس تالیف کا زیادہ تر تعلق عرب الوادی یا صوبۂ حجاز و تھامہ سے ہے جو حصہ بحرہ احمر کے کنارے کنارے لمبائی میں شام کی سرحد سے شروع ہو کر یمن کے صوبہ پر ختم ہوتا ہے، حجاز کہلاتا ہے۔ یمن کا صوبہ بحر احمر کے کنارے کنارے حجاز سے عدن کی کھاڑی تک پھیلا ہے۔ اور یہ عرب کا سب سے ہرا بھرا اور آباد صوبہ ہے۔ اس کے قریب عدن کی کھاڑی کے کنارہ پر حضر موت ہے اور عمان کے دریا کے غربی کنارے پر عمان اور ایران کی کھاڑی کے کنارے پر بحرین اور اُس سے ملا ہوا یمامہ ہے اور بیچ ملک عراق تک کا حصہ نجد (تھامہ) کہلاتا ہے۔ مشہور بندرگاہ ملک عرب، عدن جدہ، مخہ، ینبوع ہیں بڑے بڑے شہر اس ملک میں کم ہیں۔

۵۔ شام کی سرحد سے یمن تک بحر احمر کے کنارے کنارے حجاز جزیرہ نمائے عرب کا ایک حصہ ہے اس کے مشرق میں بادیہ العرب و نجد اور غرب میں بحر احمر (لال سمندر) شمال میں بادیہ العرب۔ جنوب میں یمن ہے۔ یہ حصہ عرب میں تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ یہاں ہی سے اسلام کا ظہور ہوا اور یہیں سے تمام عالم میں پھیلا ہے۔ اس کے اہم اور مشہور تین شہر تھے، اور اب بھی ہیں۔ ایک مکہ، دوسرا طائف اور تیسرا یثرب (مدینہ) ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام (اُن پر درود و سلام ہو) کو ان ہی تین شہروں سے تعلق تھا۔

۶ - مکہ کل عرب کا دارالحکومت ہے۔ جو بحرِ قلزم سے چالیس کوس پر آباد ہے۔ جدّہ اس کا بندرگاہ ہے۔ اس کے تین طرف پہاڑ ہیں جو فاران کہلاتے ہیں۔ کوہِ سینا (کوہ طور) مشہور پہاڑ شمال کی طرف بحیرۂ قلزم کے سرے پر واقع ہے۔ چوتھی سمت جس طرف مدینہ منورہ ہے راستہ صاف ہے۔ پہاڑ کم ہیں۔ ½ لاکھ کی مردم شماری ہے۔ ہر قوم و ملک کے اہل اسلام وہاں نظر آتے ہیں۔ سوائے مسلمانوں کے اور مذہب کا آدمی علانیہ وہاں نہیں جا سکتا آبادی شہر دو میل طویل اور ایک میل عریض ہے۔ بڑے بڑے اس شہر میں ۱۲ محلّے ہیں دُور دُور تک سبزہ کا نام نہیں۔ البتہ مکہ سے ستر میل پر ایک شہر طائف ہے جس میں اچھی پیداوار ہے اور جگہ ہریاول نظر آتی ہے۔

۷ - مکہ سے شمال کی طرف ۲۷۰ میل پر شہر مدینہ آباد ہے۔ لمبائی چوڑائی کے اعتبار سے یہ شہر مکہ سے آدھا ہے۔ اس کے گرد پُرانے زمانے سے ایک شہر پناہ بنی ہوئی ہے، زمین یہاں کی بھی پتھریلی اور ریتلی ہے۔ آبادی ۸۰۰۰ ہے۔

۸ - اس جزیرہ کا اکثر حصّہ کل ریگستان اور کوہستان ہے اس میں کسی قسم کی زراعت نہیں ہوتی۔ بعض جگہ کے جیسے طائف، موخہ وغیرہ ہے، اس جزیرہ نما کے باشندوں کی گذر اوقات گوشت اور دُودھ پر اکثر ہے۔ مویشی پالتے ہیں اور کوہستانوں میں چراتے ہیں لیکن سمندر کے رہنے والے تجارت کا پیشہ بھی کرتے ہیں۔

۳۔ عرب قبل از اسلام

یمن

(۱) حضرت نوحؑ کے زمانے میں طوفان آیا۔ اور ساری دنیا پانی میں ڈوب گئی۔ اس کے بعد حضرت نوحؑ کے بیٹے سامؑ کی اولاد اس ملک میں آکر رہ پڑی۔ سامؑ کی پانچویں پشت میں ایک لڑکا ہوا۔ جس کا نام قحطان بن عابر بن شالخ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام تھا۔ قحطان کا ایک لڑکا عرب نام ہوا۔ جس نے یمن کو بسایا اور دوسرے بیٹے کا نام برحام تھا اس نے حجاز کو بسایا۔

۲۔ عرب کی سلطنت قحطان کی اولاد میں رہی اور اسلام کے ظہور کے وقت خاندانِ عدنان میں سلطنت قائم ہوئی۔ یہ عرب کا ایک بڑا خاندان اور قبیلہ ہے۔ قریش اسی کی طرف منسوب ہے۔ قحطان کے بعد اس کا بیٹا عرب بادشاہ ہوا۔ سب سے پہلے عربی زبان اسی نے بولی ہے۔ پھر اس کا بیٹا یشجب حاکم ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبد شمس حاکم رہا۔ اس کو سبا بھی کہتے ہیں۔ زمین مارب میں اس نے ایک سد بنائی تھی۔ اس سے ستر نہریں نکلی ہیں پھر اس کا بیٹا حمیر مالک ہوا۔ غرض قحطان کی اولاد اسی طرح نسلاً بعد نسل چلی آئی۔ یہاں تک کہ اسی سلسلۂ سلطنت سے بلقیس بنت شرجبیل بن مالک حاکم ہوئی۔ اور بیس برس حکومت کی۔

۳۔ بعدۂ خاندانِ قحطان سے یمن میں ذونواس حاکم ہوا۔ یہودی مذہب

رکھتا تھا۔ مسیحی دین مٹاتا تھا۔ جو شخص ملّت یہودی میں داخل نہیں ہوتا تھا اُس کو آگ کی خندق میں ڈال دیتا تھا۔ اِس لئے اُس کو اخدود کہتے ہیں پھر ذوجدن مالک ہوا۔ اس خاندان سلطنت سے یہ آخری بادشاہ تھا۔ ۲۰۳۰ برس تک اُس کے خاندان میں حکومت رہی اور اس مدّت میں ۲۶ بادشاہ ہوئے زاں بعد یمن میں حبشیوں اور آٹھ پارسیوں نے حکومت کی، پھر اسلام آیا۔ اور اہل یمن مسلمان ہو گئے۔

(۲) حیرہ

حیرہ بھی عرب کی زمین ہے جس کا ذکر احادیث میں ہے اس زمین میں اوّل بادشاہ مالک بن فہم ہوا ہے۔ یہ شخص بھی عرب بن قحطان کی اولاد سے ہے۔ اِکا ترہ سے پہلے ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام کے وقت میں منذر بن نعمان مالک بادشاہ ہوا۔ اور حضرت خالد بن ولید نے حیرہ کو فتح کر لیا

۴ - اقوام عرب کی ضلالت اور گمراہی

۱۔ عرب پہلے علم و ہنر سے خالی تھا۔ لکھنا پڑھنا بھی سینکڑوں میں سے کوئی جانتا تھا، افلاس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ قزاقی، چوری، قتل اور زنا و شراب خوری کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ شہوت پرستی یہاں تک تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو بھی تصرف میں لاتا تھا۔ سنگدلی کی یہ نوبت تھی کہ معصوم بچوں کو زندہ دفن کر دینا ایک عام بات تھی۔ سینکڑوں معبود اور سینکڑوں جھنڈے پوجتے تھے۔ رمالوں کاہنوں، عیاروں کے کرشمے ہر وقت پیش نظر تھے۔

اور اُن پر ایمان تھا۔ فال شگون پر سفر و اقامت منحصر تھے گندے اور میلے وحشی بنے ہوئے تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت حالت تھی۔

۲۔ گو پہلے عرب میں شاہانِ یمن کے ذریعہ شائستگی ہوئی ہوگی اور علوم ہنر کی چمک اُن پر پڑی ہوگی مگر اُس وقت تو چاروں طرف جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ ملت ابراھیمیہ بالکل مٹ گئی تھی اور اسی طرح تمام مذاہب اور جمیع اقوام کی حالت تھی۔ مجوس کا مذہب جو کچھ ہو، مگر شہوت پرستی اور عنصر پرستی کا مجموعہ رہ گیا تھا۔ اسی طرح اہلِ کتاب کی حالت خراب تھی۔ یہود توریت اور انبیاء علیہ السّلام کے اصل صحیفے کھو بیٹھے تھے صرف کچھ مضامین اصل کتابوں کے باقی، قصص وحکایات یا مذہبی دستورات تھے جن کو توریت وصحف انبیاء کہتے تھے۔

۲۔ منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ اپنی کھیتی اور چارپاؤں کو بتوں کے نام پر چڑھاتے تھے اور اُس کو اچھوتا کہتے تھے۔ اور بجز پجاریوں کے اور کسی کو کھلانا درست نہ سمجھتے تھے۔ عورتوں کو بھی کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اور اُن جانوروں پر تعظیماً سوار ہونا بھی بُرا اور حرام جانتے تھے، جانوروں پر بوقت ذبح اللہ کا نام بھی نہ لیتے تھے۔ بلکہ بتوں کے نام سے ذبح کرتے تھے۔ اور ان کو کسی کارِ خیر میں صرف نہ کرتے تھے۔ اور اس فعل کو خدا کا حکم سمجھتے تھے۔ دُوسری بات یہ تھی کہ اگر حاملہ جانور کے پیٹ سے زندہ بچّہ پیدا ہوتا تو اُس کو خالص اپنے مردوں کے لئے حلال جانتے تھے اور عورتوں پر

اُس کا کھانا حرام کر رکھا تھا۔ اگر مردہ پیدا ہوتا تو اُس کے کھانے میں سب زن و مرد شریک ہوتے۔ غرض کہ اُن ناپاک باتوں میں سب سے بُری بات اولاد کا قتل ہے۔

۵۔ مذاہب

مذاہب کا یہ حال تھا کہ گو بعض اشخاص موحد موجود تھے اور نیز حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ وغیرہ انبیاء کو مانتے تھے مگر تاہم ہر ایک کا میلان بُت پرستی کی طرف تھا۔ ۳۱۵ء قبل ہجرت عمر بن یحییٰ نے شام سے ہبل، اساف و نائلہ بتوں کو اپنی ہمراہ لاکر اول مقام زمزم میں رکھا لیکن آخر میں وہ داخل خانہ کعبہ کرلئے گئے۔ رفتہ رفتہ ہر ایک قبیلہ اور خاندان کا بُت اور معبود جُدا جُدا ہوگیا۔ سال کے دنوں کے اعتبار پر ۳۶۰ بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ حرم اور کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ قبیلہ قریش کا میلان لامذہبی کی طرف ہی ہوتا تھا قبیلہ ربیعہ اور غسانیہ نے عیسائی دین اختیار کرلیا تھا۔ حمیری بنی کنانہ بنی الحارث اور کندہ قبائل موسوی اور بنی تمیم مجوس ہوگئے تھے اور علاوہ بُت پرستی کے اجرام فلکی کی پرستش بھی ہوتی تھی ہر ایک ادنیٰ بات کو باعث خیر و شر کا سمجھا کرتے تھے اور اسی وجہ سے اور بہت سی باتوں پر تفاؤل کیا کرتے تھے۔

۶۔ اہل عرب

۱۔ عرب عموماً دو طرح پر آباد ہے۔ یعنی اہلِ بدر اور اہلِ دبر۔ اہل بدر وہ ہیں جو دیہات اور قصبات میں مل کر آباد ہوگئے تھے۔ ان ہی پر ملوک یا سلاطین عرب حکمرانی کرتے تھے۔ اور ان ہی عرب نے تجارت و زراعت کا پیشہ اختیار کیا تھا

باغ و باڑی لگاتے اور تجارت کرتے تھے۔ تجارت کے واسطے دوسرے ملکوں میں جاتے تھے چنانچہ قریش حجاز ہر سال میں ایک مرتبہ شام اور ایک مرتبہ یمن کا سفر کرتے اور خرید و فروخت مال کی کیا کرتے تھے۔ ان وجوہ سے ان میں صنعت اور کاشتکاری کرنے والے بھی موجود تھے۔

۲۔ دوسرا گروہ عربوں کا وہ تھا جو اہلِ وبر تھے جن کو بادیہ نشین یا بدو کہا جاتا ہے۔ ان کا کوئی گھر نہ تھا۔ پہاڑوں کے دامنوں، جنگلوں اور جہاں ان کے مویشی کے واسطے پانی میسر آسکتا تھا جھونپڑیوں میں بسر کیا کرتے تھے۔ اس فرقہ کا میلان تجارت یا صنعت کی طرف مطلق نہ تھا۔ ان کے خیموں کا مقصود صرف دھوپ کی گرمی سے اپنے آپ کو بچانا تھا۔ خیمہ صرف ایک کمبل کا ہوتا تھا جو اونٹ، دنبہ، بکری، یا گھوڑی کے بالوں سے بنایا جاتا تھا۔ جھونپڑی کھجور کے پتوں یا بعض گھاس سے بنائی جاتی تھی۔ سفر کی مشکلات کی برداشت کرنی اور گرمی کے دنوں میں بھی پاپیادہ، اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے میں بڑے مشاق اور ماہر تھے۔ دھوپ گرمی کی انہیں بالکل پرواہ نہیں ہوتی تھی۔

۷۔ ملتِ ابراہیمیہ

۱۔ آدمؑ کی اولاد میں مشہور پیغمبر حضرت نوحؑ، اور نوحؑ کی اولاد میں ابراہیمؑ سب سے بڑے پیغمبر ہوئے۔ یہ عراق کے ملک میں پیدا ہوئے اور وہیں بڑھے اور جوان ہوئے۔ اس وقت عراق کے لوگ، چاند، سورج اور ستاروں کی پوجا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب یہ دیکھا تو دل میں غور کیا کہ یہ ستارے خدا ہو سکتے ہیں؟ لیکن جیسے ہی رات ختم ہو کر صبح کا تڑکا ہونے لگا

ستارے جھلملانے لگے۔ اور جب سورج نکلا تو وہ بالکل نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر وہ پکار اُٹھے کہ ایسی فانی ہستیوں سے تو میں دل نہیں لگاتا پھر رات آئی اور چاند پر نظر پڑی تو خیال کیا کہ شاید اس روشنی میں خدائی کا جلوہ ہو۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو بول اُٹھے کہ میرے پروردگار نے اگر مجھے راہ نہ دکھائی تو مجھے سچائی کا راستہ کبھی نہ مل سکے گا۔ اب خیال ہوا کہ اچھا سورج کی روشنی تو سب سے بڑھ کر ہے کیا یہ ہمارا دیوتا نہیں ہو سکتا؟ لیکن شام کی تاریکی نے اس بڑی روشنی کو بھی بجھا دیا۔ تب اُن کے دل سے آواز آئی کہ میرے پروردگار کا نور تو وہ نور ہے جس کو اندھیرا نہیں۔ میں اسی خدا کو مانتا ہوں جس نے آسمان اور زمین اور اُن کے جلووں کو پیدا کیا۔ پھر لوگوں سے پکار کر کہا کہ میں تمہارے مشرکانہ دین کو چھوڑتا ہوں اور ہر طرف سے مڑ کر اس ایک خدائے برحق کے آگے سر جھکاتا ہوں۔ خدا نے اُن کو پیغمبر بنایا اور آسمان و زمین کی حقیقتوں کے دفتر اُن کے سامنے کھول دیئے اور دُنیا میں توحید کا پیغام سنانے کے لئے اُن کو مامور کیا۔

۲۔ حضرت ابراہیمؑ نے عراق سے شام اور مصر کے ملکوں کی طرف رُخ کیا اور وہاں کے بادشاہوں کو توحید (خدا کو ایک ماننا اور کہنا) کا وعظ سنایا۔ اور جب کہیں یہ آواز سنی نہ گئی تو عرب کے صوبہ حجاز میں چلے آئے۔ یہاں اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو دو بیٹے دیئے، بڑے کا نام اسمٰعیلؑ اور چھوٹے کا نام اسحاقؑ رکھا اسحاقؑ کو شام کے ملک میں اور اسمٰعیلؑ کو حجاز کی زمین میں آباد کیا۔ خدا نے اسمٰعیلؑ کے گھر کو بزرگی بخشی اور حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ حجاز کی زمین میں

ایک مقام پر ہماری عبادت کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے ایک گھر بناؤ۔ اور اُس گھر (کعبہ) کی خدمت کے لئے اپنے لڑکے اسمٰعیلؑ کو اُس مقام پر آباد کردو۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ نے مل کر خدا کے اُس گھر کو کھڑا کیا۔ اُس گھر کا نام کعبہ اور بیت اللہ یعنی خدا کا گھر رکھا گیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد بھی یہیں رہنے لگی اور اس مقام کا نام مکّہ رکھا حضرت اسمٰعیلؑ کا گھرانا اس شہر میں جس کا نام مکّہ پڑا تھا آباد رہا۔ حضرت اسمٰعیلؑ ابوالعرب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؑ کا لقب ذبیح اللہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی خاطر خانہ کعبہ کو آباد کر کے ایسا شرف بخشا کہ قیامت تک کے لئے آپؑ کا نام روشن کر دیا۔

۳۔ سینکڑوں برس گذرنے کے بعد عرب کے لوگ دُوسری قوموں کی دیکھا دیکھی اکیلے خدا کو چھوڑ کر مٹی اور پتھر کی عجیب عجیب شکلیں بناتے اور کہنے لگے کہ یہی ہمارے خدا ہیں چنانچہ ہر قبیلے کے بُت کا جُدا جُدا نام بھی رکھ چھوڑا تھا مثلاً کعبے میں جو سب سے بڑا بُت تھا۔ اُس کا نام ہبل تھا۔ مقام صفا میں آساف۔ مروہ میں نائلہ، طائف میں لات تھا۔ قبیلۂ قریش کے بُت کا نام عزّیٰ اور اوس اور خزرج کے قبیلوں کے بُت کا نام منات تھا۔

۴۔ کہتے ہیں کہ منات کو اہلِ ہند نے زمانہ ظہور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ سے لاکر سومنات کے مندر واقع گجرات (ہندوستان) میں رکھا تھا ۴۱۶ھ مطابق ۱۰۲۴ء میں سلطان محمود غزنوی نے اس مورتی کو توڑا۔ اور ایک ٹکڑا اُس بُت کا اپنے ساتھ غزنی لے گیا جو غزنی کی جامع مسجد کی سیڑھی میں

لگایا گیا۔

اُس زمانہ میں بعض فرقے بالکل دہریئے تھے۔ یعنی خدا تعالےٰ کو نہیں مانتے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالےٰ کی رحمت کا دریا موجزن ہوا اور پیغمبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور ایک آن کی آن میں سارے ملک کی کایا پلٹ دی

اقوامِ عرب کی فصاحت و بلاغت

۱۔ عرب میں صرف علم اس قدر تھا کہ اپنے نسب نامے اور باپ دادا کی تاریخ سے پوری پوری واقفیت رکھتے تھے۔ خوابوں کی تعبیر بیان کرتے تھے۔ جانوروں کی آواز اور اُن کی پرواز سے ہر کام کا شگون لیتے تھے۔ البتہ شروع اسلام اور اُس سے سَو برس پہلے اُن لوگوں میں فصاحت اور بلاغت کا بہت چرچا تھا۔ اور اسمیں اُنہوں نے ایسا کمال پیدا کیا تھا کہ فصیح صاحب تقریر اپنے کلام کی تاثیر سے لوگوں کے دلوں کو جدھر چاہتا تھا اُدھر پھیر دیتا تھا۔ یہ جوہر ہر انسان میں، خدا داد تھا شریف خاندانوں کے بچے یہ جوہر ماں کے پیٹ سے لے کر پیدا ہوتے تھے۔

لڑائی کے میدانوں میں جب یہ لوگ رجز خوانی کرتے، تو مخالفوں کے جی چھوٹ جاتے جب اپنے مقتولوں کی لاشوں پر نوحہ کرتے تو سننے والوں کے آنسو نکل پڑتے۔ جب اپنے قبیلے کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کرتے، تو ہزاروں کے دل اِدھر سے اُدھر پھیر دیتے تھے۔

کاہن یا راہب

بڑے بڑے سن رسیدہ بڈھے دُنیا اور دُنیا کی لذتوں کو ترک کر کے جنگلوں

پہاڑوں یا عبادت گاہوں میں جا بیٹھتے تھے۔ غیب دانی کے دعوے کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے پیشین گوئیاں بیان کرتے اُنہیں دھوکے کے جال میں پھنساتے تھے یہ لوگ کاہن یا راہب کہلاتے تھے۔

قریش

اسمٰعیلؑ کے گھرانے کے آدمی بہت سے خاندانوں اور قبیلہ میں بٹ گئے تھے اُن میں ایک مشہور قبیلہ کا نام قریش تھا۔ یہ خاص مکہ میں آباد اور کعبہ کا متولی تھا۔ دُور دُور سے کعبہ کے حج کے جو لوگ آتے جن کو حاجی کہتے ہیں اُن کو ٹھہرانا، کھانا کھلانا، پانی پلانا اور کعبہ شریف کے دوسرے کاموں کی دیکھ بھال اسی قبیلہ کے ہاتھوں میں تھی۔ اس لئے یہ قبیلہ سارے عرب میں عزت کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ اسی قبیلہ کے اکثر آدمی تجارت اور سوداگری کا پیشہ کرتے تھے۔

بنی ہاشم

قریش کے قبیلہ میں کئی بڑے بڑے خاندان تھے۔ اُن میں سے ایک بنی ہاشم تھے۔ یہ ہاشم کی اولاد تھے۔ ہاشم اس خاندان کے بڑے نامی گرامی شخص تھے۔ جو حاجیوں کو دل کھول کر کھانا کھلاتے تھے۔ یہ ایک طرح سے مکہ کے امیر تھے۔ ہاشم (جن کا مفصل ذکر آگے آئے گا) نے اپنی شادی یثرب (مدینہ منورہ) کے شہر میں بنو نجار کے خاندان میں کی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا اصلی نام تو "شیبہ" مگر شہرت عبدالمطلب کے نام سے ہوئی۔

مکّہ کی مذہبی و اخلاقی حالت

ایام جاہلیت کے مکّہ کا ذکر آتا ہے تو فرزندانِ توحید بالعموم یہ تصوّر قائم کرلیتے ہیں کہ اس کی حالت اس عہد کے ایک قصبہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور لوگ بالعموم دیہاتی زندگی بسر کرتے ہوں گے ، نہیں ہرگز نہیں۔۔ارضِ عرب کا یہ ایک واحد عظیم الشان اور دولتمند شہر تھا ، ہونا چاہیئے تھا اس لئے کہ یہاں کے تمام خاص و عام کا شغل معاش تجارت تھا۔ اور تاجر قوم کبھی مفلس و غریب نہیں رہ سکتی۔ پھر مکّہ کی جائے وقوع بھی تجارتی اعتبار سے بہت اہم تھی۔ اس کے شمال و جنوب اور مشرق و مغرب میں دولتمند اور زرخیز ممالک شام اور ایشیائے کوچک ، یمن و بحرین ، مصر و سوڈان ، عراق و ایران واقع تھے۔ ان سب میں حدفاصل عرب کے لیے آب و گیاہ ریگزار تھے ، جس کی تمازت اور گرمی ان ممالک اطراف کے لوگ برداشت نہ کرسکتے تھے۔ ان کے لئے ریگ اور حدّت کے اس سمندر کو عبور کرنا غیر ممکن تھا۔ اور وہ باہمی تجارت کے لئے عربوں کے محتاج تھے۔

عرب میں صرف ایک مکّہ ہی وہ مقام تھا جس کے حوصلہ مند فرزند ایک ملک سے مال خرید کر دوسرے ملک میں لے جاتے اور اُسے بڑے نفع کے ساتھ فروخت کرتے تھے۔ ساتھ ہی وہ اپنی ملکی اشیاء بھی شام و یمن میں کثیر نفع پر فروخت کرتے تھے۔ یہاں کا چمڑا تمام دنیا میں بہتر اور اعلیٰ سمجھا جاتا تھا۔ غرض اس تجارت اور اجارہ داری نے باشندگان مکّہ کو مالا مال بنا رکھا تھا اور اس شہر کے اندر زر و دولت کا دریا بہہ رہا تھا۔ اور لوگ بڑی فارغ البالی کی زندگی

بسر کر رہے تھے۔ ہر قسم کی راحتیں اور فراغتیں اُنہیں نصیب تھیں اس غیر معمولی عیش اور تنعم اور نسلی اشرف وعظمت نے انہیں بہت مغرور وسخت دِل بنا دیا۔ دولت کثیر ہو اور کسی کا ڈر نہ ہو تو انسان کا توازن دماغی قائم نہیں رہتا۔ اور وہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔

اسی وجہ سے صدہا اخلاقی عیوب بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ عربوں کے اندر کوئی بد اخلاقی ایسی نہ تھی جو موجود نہ ہو۔ سوتیلی ماؤں سے شادی کرنا۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، باہمی جنگ وجدال۔ نسلی غرور وتکبر، زنا، بے حیائی و بے شرمی میخواری وقمار بازی، بُت پرستی و بے کس آزادی تمام عیوب ان کے اندر موجود تھے اور اخلاقی و مذہبی اعتبار سے اُن پر ایک موت طاری تھی۔ اور ایک عرب کیا پوری دُنیا کی یہی حالت تھی۔ غم و نامرادی کی فریادوں، مظلوموں و بے کسوں کی چیخوں اور اندوہ وکرب کی صدائے دِل سے گنبد افلاک پڑا گونج رہا تھا۔ یتامیٰ کی آہیں بیواؤں کا شیون اور ضعفا کے نالے عرشِ الٰہی کو جنبش میں لا رہے تھے۔ ناموس انسانیت بیچ کھیت پڑی لٹ رہی تھی۔ ہر طرف فتنہ خیزیاں اور ہر طرف آتش خیزیاں تھیں کہ یکایک "غیرت حق" کو حرکت ہوئی افقِ عالم پر ایک چمک پیدا ہوئی اور آقائے عالم، ماوائے انسانیت اور ملجائے مظلومیت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایک نویدِ مسرت اور پیغام راحت بن کر پیدا ہوتے۔ اُس آفتاب ہدایت کا طلوع ہونا تھا کہ ربع سکون پر روشنی پھیل گئی، صدیوں کی چھائی ہوئی ظلمتیں معدوم ہو گئیں، غنچے کھلکھلا اُٹھے، پھول مہکنے لگے شمعیں منور ہو گئیں۔ کائنات انسانی میں مسرت وابتہاج کی لہریں دوڑ گئیں۔ تمرد وسرکشی کے اُمڈے ہوئے

سیلاب ختم گئے عصیان و عدوان کی آندھیاں ختم گئیں۔ چمنستانِ سعادت میں بہاریں کھلنے لگیں۔ رشد و ہدایت کا چشمہ اُبلا اور پرتو قدس سے اخلاقِ انسانی کا دریا اُمڈا اور بُت کدوں میں کہرام مچ گیا۔ شر و فتن کے دفتر اُلٹ گئے۔ اور شیاطینِ عالم کے تخت اوندھے ہو گئے

گلہ بانی عالم کا دیباچہ

بکریاں چرانا اُس عہد میں ایک شریفانہ کام سمجھا جاتا تھا۔ سر ولیم میور کو اس میں پستی کی بُو آتی ہے۔ لیکن اُنہیں کون بتلائے کہ اُس عہد میں ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل جیسے لکھ پتی اور روسائے عرب کے بیٹوں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ اور انبیائے عظام کا یہ پیشہ ابتدا سے چلا آیا ہے اور یہ گلہ بانی گلہ بانی عالم کا دیباچہ تھی۔

بحیرۂ راہب

بحیرہ راہب اُس عہد کا ایک صاحبِ باطن عارف تھا۔ اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی شریعت نافذ تھی۔ وہی دین مقبول بارگاہ دین تھا اُس میں اولیاء بھی موجود تھے۔ بحیرہ بھی یقیناً اولیائے اُمتِ عیسوی سے تھا۔ اس کی چشم باطن کھلی ہوئی تھی جس سے اُس نے شجر حجر کو سر بسجود دیکھ لیا اور اندازہ کر لیا کہ جس پیغمبر کے ورود کی بشارت و خبر انجیل میں دی جا چکی ہے وہ یہی مقدس بچہ ہے جو ختم المرسلین ہے اور جو کچھ اُس نے کہا تھا۔ اٹھائیس سال کی مدت منقضی ہونے کے بعد ہی بجنسہ وقوع پذیر ہوا۔

نجاشی

نجاشی ملک حبش کا زبردست، اور اہل دل بادشاہ تھا۔ غاشیۂ حکم کو دوش ہوش رکھ کر مثل غلامانِ کمترین بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ ترین خادم بن گیا

ابرہہ

کعبہ ایک بتکدہ کی صورت ضرور اختیار کئے ہوئے تھا مگر یہ گھر حضرت، خلیل اللہ کے مقدس ہاتھوں سے تیار کیا ہوا تھا۔ قریش حضرت ابراھیمؑ ہی کی نسل میں تھے وہ تو اس کی جو کچھ قدر کرتے وہ تو کرتے ہی۔ عام قبائل عرب بھی اس کا احترام کرتے اور ہزاروں کی تعداد میں ہر طرف سے لوگ اس کی زیارت و حج کے لئے آتے رہتے تھے اور اُسے تقدس عام کا درجہ حاصل تھا۔

ابرہہ بادشاہ حبش کا خراج گذار گورنر یمن تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ چہار جانب سے ایام حج میں لوگ جوق در جوق خانہ کعبہ جاتے ہیں اور بڑے سے بڑا کام بھی اس مبارک فرض کے سامنے پس پشت ڈال دیتے ہیں، تو حاسد حسد کی آگ میں جل بُجھا اور کعبہ کی توقیر و مرکزیت دیکھ کر نجران میں ایک عظیم الشان عبادت خانہ بنوانے کا حکم دیا کہ اس سے بہتر ایک قصر عالی تعمیر ہو جس کے تکلف، آرائش اور زیب و زینت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے۔ اُس کے گرد چند چھوٹے چھوٹے قصر بھی بنائے جائیں اور ضروری سامان سے بھرائے جائیں جن کی تعمیل شروع ہوئی۔ اور تھوڑے کا عرصہ میں وہ قصر اور اس کے متعلق عمارات تیار ہوگئیں۔ ابرہہ بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ بجائے خانہ کعبہ جانے کے لوگ ہمارے

اس قصرِ عالی کا طواف کرنے آیا کریں۔ اس حکم کی تعمیل کون کرتا۔ اہلِ عرب اور خصوصاً قریش کو بہت ہی ناگوار ہوا۔ جب اُس کے سن مانے کعبہ کا طواف کرنے کوئی بھی نہ آیا اور کامیابی نظر نہ آئی تو حسد کی آگ میں جل بُجھا۔

ایک دن اتفاق سے ایک عرب یمن میں پہنچا اور اُس کے قصرِ عالی کے تمام پُرتکلف مقامات پر ہگ کر چلا گیا۔ ابرہہ نے جب یہ سُنا اور مجرم کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا یہ ایک عرب کا کام تھا۔ پھر کیا تھا، لے حیا ابرہہ سراپا شعلۂ آتش بن گیا اور خانہ کعبہ کے شہید کرنے کا مصمّم ارادہ کرلیا۔ تیاری لشکر ہی میں مصروف تھا کہ ایک نیا گل کھلا۔ اہلِ حرم کا ایک قافلہ جب اتفاق سے اُس قصرِ عالی کے قریب ایک رات شب باش ہوا۔ صبح جب قافلہ والے چلنے لگے تو آگ جلائی اور اُس کی روشنی میں گری پڑی چیزیں اُٹھانے لگے۔ خداوند قضا و قدر کے حکم سے تیز ہوا چلنے لگی اور آگ کی کچھ چنگاریاں اُڑ کر اُس شیطانی قصر میں جا گریں۔ پھر کیا رکھا تھا۔ آناً فاناً سارا قصر معہ سامان جل کر خاک ہو گیا۔ جو عمارت بچی بھی وہ اس قدر سیاہ ہو گئی کہ شاید شب دیجور بھی ایسی نہ ہوتی ہو۔ اہلِ قافلہ یہ ہوش رُبا سانحہ دیکھ کر ڈر گئے۔ اور بھاگم بھاگ یمن سے دُور نکل کر دشمنوں کی زد سے محفوظ ہو گئے۔ ابرہہ یہ سُن کر سُن ہو گیا اور چھان بین کے بعد جب یہ معلوم ہوا کہ یہ کام اُنہیں اہلِ قافلہ کا تھا تو غصّے سے بیتاب ہو گیا فوراً لشکر تیار کرایا۔ بارہ ہاتھی جن میں ایک کا نام محمود تھا، ساتھ لئے اور خانہ کعبہ پر چڑھ دوڑا۔ ہر چند اُس خدا کے دشمن کو راہ میں اہلِ قریات نے روکا۔ اُس کا نقصان دینے کو کہا مگر ایک نہ سُنی۔ یہاں تک کہ مکۂ معظمہ کے قریب جا پہنچا

اور وادیِ محسّر میں خانہ کعبہ سے پانچ کوس ہٹ کر عرفات کے راستے پر ڈیرے ڈال دیئے۔ جب یہ وحشت ناک خبر مکہ میں پہنچی تو کل اہالیانِ شہر ڈر کے مارے خانہ کعبہ سے بھاگ بھاگ کر مختلف پہاڑیوں پر جا چڑھے لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ بزرگوار حضرت عبدالمطلب وہیں ٹھہرے اور تائیدِ غیبی کا انتظار کرتے رہے۔

جب ابرہہ نے خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لئے قدم بڑھایا تو جدہ کی طرف سے (جو سمندر کی ایک بندرگاہ ہے) بہت سی سبز چڑیاں اڑتی ہوئی پرے باندھے ہوئے ابرہہ اور اس کے لشکر کی طرف آئیں۔ ہر چڑیا کے پاس تین تین کنکر تھے۔ ایک ایک چونچ اور دو دو نوں پنجوں میں دبائے تھیں۔ جب اس لشکر پر پہنچیں تو فوراً کنکریاں پھینکنی شروع کیں۔ ایک ایک کنکری کی تاثیر بڑے بڑے خوفناک گولوں کے برابر ثابت ہوئی۔ کنکریاں اہلِ فوج کے سروں پر پڑتی تھیں اور مثل تیرِ شہاب۔ ٹانگوں کے بیچ سے نکل جاتی تھیں۔ دم بھر میں سارا لشکر فی النار ہو گیا۔ خدا نے ابرہہ کو اس سے پہلے ایک تنبیہہ بھی فرمائی تھی، کہ وہ اس ارادۂ فاسد سے باز آجائے مگر اس کے سر پر شیطان سوار تھا قدرت کی نشانیوں کی ذرا پروا نہ کی۔ صورت یہ تھی کہ جب حملے کے لئے یہ لوگ آگے بڑھے تو محمود ابرہہ کی سواری کا ہاتھی زمین میں گڑ گیا۔ قدم نہ بڑھا سکا اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھیوں نے بھی گھٹنے ٹیک دیئے۔ بڑی کوشش کے باوجود بھی کوئی ہاتھی نہ بڑھا۔ چاہیے تھا کہ ابرہہ اس سے سبق لیتا توبہ کرتا، پلٹ جاتا، مگر اس کے خلاف اس نے فیل بانوں کو دھمکاتے ہوئے کہا، تم چاہتے ہو

کہ میں خانہ کعبہ کا معتقد ہو جاؤں۔ لیکن مطمئن رہو کہ میرا ارادہ بدلنے والا اور نہیں واپس پلٹنے والا نہیں۔ یہ آخری لفظ اُس کی زبان سے نکلا ہی تھا کہ چڑیوں نے کنکریوں کی بوچھار کی اور معہ لشکر کیفر کردار کو پہنچا۔ مذکورہ کنکریاں زمانہ نبوت تک موجود تھیں۔ بلکہ اُس کے ایک عرصہ بعد تک لوگوں کے گھروں میں پائی جاتی تھیں جو انہوں نے عبرت کے لئے رکھ چھوڑی تھیں۔ بہت سے صحابہ کرام نے وہ کنکریاں دیکھی تھیں۔ اس قصے کے پچپن روز بعد آقائے نامدار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاں خاکدان میں تشریف لائے۔

ہم نے مناسب خیال کر کے یہ واقعہ تفسیر عزیزی سے نقل کیا ہے جو تاریخ سے بھی زیادہ معتبر ہے۔

سورۂ فیل

سورۂ فیل مکی ہے تیئس کلمے ۹۹ حروف

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝

کیا آپؐ نے نہیں دیکھا کہ آپؐ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ اُن کا داؤں غلط اور بیکار نہیں کر دیا اور اُن پر غول کے غول اڑتے ہوئے جانور نہ بھیج دیئے۔ وہ جانور ان لشکر والوں کو کنکروں سے مارتے تھے پھر ان لشکر والوں کو کھائے ہوئے بھُس کے مانند کر دیا۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس مبارک سورۃ کی تفسیر بھی نہایت شد و مد کے ساتھ پوری وضاحت سے فرمائی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ولادت باسعادت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دنوں پہلے یہ واقعہ رُونما ہوا تھا۔ اور یہ برکت نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالےٰ نے اس بڑے فتنہ کا سدِباب کر دیا تھا یہ سورہ اس لئے نازل فرمائی کہ کفارِ قریش اس عینی شہادت کے دیکھتے ہوئے تو حضورِ اکرمؐ پر ایمان لے آئیں۔ اس سورۃ کا گہرا تعلق قربِ ولادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لہٰذا عبرت اور نصیحت کے لئے یہ سورہ نازل فرمائی گئی۔

فارقلیط

یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ اس میں کس قدر اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ زبان خالدیہ کا لفظ ہے جو بابل اور اس کے اطراف کی زبان تھی اور اسی کو کلدیہ یا کلدانی بھی کہتے ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں۔ اس لئے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمائی تھی اور یہ مسلم ہے کہ حضرت کی زبان عبرانی تھی جو فلک یہودیہ کی زبان ہے۔ آپ کو کلدانی لفظ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر یہ ممکن ہے کہ کلدانیوں کے غلبہ سے اور بنی اسرائیل کے مدّت دراز اُن میں رہنے سے اس زبان کے الفاظ بھی عبرانی میں شامل ہو گئے ہوں۔ جیساکہ اور زبان میں اختلاط ہوا اور ہوتا رہتا ہے۔ اس تقریر پر یہ لفظ خاص حضرت کے مُنہ سے نکلا ہوا ہے۔ پھر یونانی میں یا تو اس کا ترجمہ پیر کلوطس کیا گیا یا تغیر کر کے لایا گیا جس کے معنیٰ احمد کے ہیں۔ لبشب مارش اسی کے قائل ہیں، جو عیسائیوں میں مسلم النبوت مانے گئے ہیں۔ دُوسرا

قول یہ ہے کہ یہ سریانی لفظ ہے۔ یعنی ملک سریا یا شام کی زبان کا تیسرا یہ کہ یہ عربی لفظ ہے۔ لیکن مذکورہ ان دونوں قولوں کو بھی مانتے ہیں مگر زبان عرب میں اس کا پتہ نہیں معلوم ہوتا۔

چوتھا قول وہ ہے کہ جس کو فاضل محقق مولوی رحمتہ اللہ نے اپنی کتاب اظہار الحق میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے عبرانی زبان میں پیشین گوئی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص نام احمد لیا" مگر جب اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اس کے ہم معنیٰ لفظ پیرکلوطوس ذکر کیا جس کا معرب فارقلیط ہوا۔ اور یونانی زبان میں پیرکلوطوس ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ سینٹ جروم نے جب انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیرکلوطوس کی جگہ پاراکلوس لکھ دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کتاب سے نقل کیا تھا پیرکلوطوس تھا۔ دستی تحریروں کا ضائع ہونا اس گمان کی اور بھی مدد کرتا ہے اور لفظ پیرکلوس ھومر وغیرہ شعراء و فضلاء کے استعمال میں بھی آیا ہے جس کے معنیٰ ستودہ کے ہیں جو محمد یا احمد کا ٹھیک ہم معنیٰ ہیں۔

یوحنا نے انجیل کی ۱۴ فصل میں لکھا ہے کہ "حضرت عیسیٰ نے فرمایا فارقلیط وہی ہے جس کو میرا باپ آخری زمانہ میں بھیجے گا۔ وہ تم کو ہر چیز سے خبردار کرے گا" سو سوائے ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے کوئی مقصود نہیں ہو سکتا۔ آپؐ ہی سے تمام اسرار الٰہیہ کو صفحہ عالم پر شائع کیا۔ آپؐ پر قرآن مجید کی وحی نازل ہوئی جس میں تمام علوم اولین و آخرین کے مخزون ہیں بے کم و کاست اس میں سب چیزوں کا بیان ہے چنانچہ

خداوند نے اپنی کتاب ازلی میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ کوئی بتا دے کہ بعد حضرت عیسیٰؑ کے کونسا نبی اس دھوم دھام اور عزوشان سے مبعوث ہُوا یوحنا کی انجیل کے ۱۶ فصل میں لکھا ہے کہ "مسیح نے فرمایا کہ میرا باپ فارقلیط پہنچنے والا ہے۔ وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کہے گا۔ راستبازی کے تم کو راز بتا دے گا۔ حوادث اور امور غیبی کی تم کو اطلاع دے گا" منواتر چیزوں سے یہ امر یقینی ہے کہ یہ صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ بجز اس شخص کے جو خدا کے دروازہ جنت سے للکارنے آگیا ہو۔ آپؐ کی ان صفات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ آپؐ ہی کی یہ صفت تھی کہ اپنی نفسانی رغبت سے کوئی بات نہ کرتے تھے۔ جس کی شہادت قرآن میں بھی ہے۔ آپؐ کا غیبات اور حوادث سے اطلاع دینا ایک وسیع بات ہے۔ بہت سی کتابیں اس امر میں تصنیف کی گئی ہیں اور ایک ناپید کنار سمندر ہے۔

امام حجۃ الاسلام ابوالفضل نے ایک مستقل کتاب میں اس کو تفصیلاً لکھا ہے وہ بالکل کافی ہے اور ارباب بصیرت اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اب رہا انبیائے سابقین سے اس کا ثبوت منجملہ اس کے زبور کی ۲۷ فصل میں حضرت داؤد علیہ السّلام کا قول ہے کہ

"وہ اس سمندر سے اس سمندر تک فیصلہ کرے گا۔ نہروں سے انتہائی
"زمین تک وہ مالک ہو گا۔ جزیروں اور یمن کے بادشاہ اس کے پاس
ہدیہ لائیں گے۔ بادشاہ اس کو سجدہ کریں گے۔ خود سرنگوں ہو جائیں گے
ہر وقت اُس پر درُود بھیجا جائے گا۔ ہر روز اس کی برکتیں

پھیلتی جائیں گی۔ مدینہ سے اُس کی روشنی چمکے گی۔ اس کا ذکر ابدالآباد تک رہے گا۔ اس کا نام آفتاب کے وجود سے پہلے موجود ہے .....؛

یہ صفات بھی آپؐ کے وجود باظہر میں سب ظاہر اور موجود ہیں جو شخص آپؐ پر ان صفات کو صادق نہ کرے گا پھر وہ کسی پر ان کے قابل نہ پائے گا اور اگر کسی اور نبی پر صادق ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ بہتان بندی ہے۔ سوائے حضرت داؤدؑ کے ہم کسی کی طرف ایسی پر جلالت صفتیں منسوب نہیں کر سکتے۔ اور ان کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے ہے۔ یہودیوں کو اس کا خوب یقین ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی صفتیں ہیں لیکن چونکہ ازل سے ان پر خدا کی پھٹکار ہے اس لئے وہ ان باتوں کو ظاہر نہیں کرتے۔ منجملہ ان کے حقوق نبی کی کتاب کی تیسری فصل میں شہادت ہے کہ آخر زمانہ میں پروردگار قبلہ کی طرف سے آئے گا اور مکہ کی پہاڑیوں سے قدس ظاہر ہوگا۔ پروردگار آنے کے معنی بھی یہی ہیں کہ وہاں وحی الٰہی کا نزول ہوگا اور قدس سے مراد سرور عالم کی ذات اقدس میں ہے جو کہ مکہ کی پہاڑیوں سے ظاہر ہوئی۔

تحفتہ الاریب فی الرد علیٰ اہل الصلیب۔

ثبوت نبوت

توریت، انجیل، زبور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت ہر ایک کتاب الٰہی میں موجود ہے

یعنی توریت، انجیل و زبور کی آیتوں سے اور اس امر کا بیان ہے کہ انبیا علیہ السّلام نے آپؐ کی پیدائش اور انتہا سے زمانہ تک آپ کے بقائے دین کی بشارت دی ہے۔ توریت میں بعض بشارتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی قرار دی گئی ہیں۔ لیکن وہ نہایت مجمل طور پر ہیں جن سے دل کو اطمینان نہیں ہو سکتا ہے لیکن جو بشارتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہیں وہ اگر بے تعصبی اور ایمانی آنکھ سے دیکھی جائیں تو ان کے ثبوت میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ اس لئے دو قسم کی بشارتوں کو ہم پیش کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت جو کتب میں درج ہیں اور جو اُن کے علاوہ ہیں اُن پر ہم بحث کریں گے لیکن سیدنا ونبینا عیسیٰ علیہ السّلام کے متعلق ہیں وہ مفصل ذیل ہیں :-

"جب اخاز یہود کے بادشاہ پر، اجتین بادشاہ ارم اور بیضح بادشاہ رملیا بنی اسرائیل کے بادشاہ نے چڑھائی کی تو اخاز بادشاہ یہود بہت گھبرایا۔ اُس زمانہ میں حضرت اشعیاہ نبی تھے۔ ان سے التجا کی۔ اُنہوں نے اخاز کو تسلی دے کر فرمایا کہ تو خوف نہ کر تیرے دشمن تجھ پر غالب نہ ہوں گے اور اُس کی تصدیق کی یہ علامت فرمائی کہ ایک کنواری کا حمل رہے گا اور وہ بیٹا جنے گی اور اُس کا نام عمانوئیل رکھا جائے گا اور جب وہ ہوشیار ہوگا تو جو خوف تجھ کو دشمنوں سے ہے وہ دور ہو جائے گا اور تیرے لئے بہت اچھے دن آئیں گے۔"

یہ مضمون اشعیاہ نبی کی کتاب کے ساتویں باب میں مندرج ہے بجبر

اسی کتاب کے آٹھویں اور نویں باب میں مذکور ہے کہ :۔

"وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ماہیر شالال حاشبز رکھا گیا اور جب وہ ہوشیار ہوا تو احاز کو دشمنوں سے جو خوف تھا وہ جاتا رہا۔"

باوجود اس کے کہ اس لڑکے کا نام صراحتہً اگلے بابوں میں بتا دیا گیا ہے اور پیشین گوئی اُس پر منطبق کر دی گئی ہے۔ تاہم متی کی انجیل میں پیشگوئی حضرت علیہ السّلام کی طرف منسوب کی گئی ہے جس سے متلاشی کی حیرت دُور نہیں ہو سکتی متی اپنی انجیل میں لکھتے ہیں کہ :۔

"یہ سب کچھ اسی لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پُورا ہوا دیکھو ایک کنواری پیٹ سے ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اُس کا نام عمانوئیل رکھیں گے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے"

حضرت میکا نبی نے آیندہ انقلابات کے متعلق اشارۃً کچھ باتیں کہی تھیں ان میں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ :۔

"اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں چھوٹا ہے لیکن تیرے لئے وہ نکلے گا جو بنی اسرائیل میں سلطنت کرے گا اور اس کا ہونا بہت قدیم زمانہ سے مقرر ہو چکا ہے۔"

(کتاب میکا باب ۵-۲)

متی نے کہا کہ یہ پیشین گوئی بھی حضرت عیسیٰ کی ہے کیونکہ جب ہیرودس بادشاہ نے سردار کاہنوں اور یہودیوں کے فضلا کو جمع کر کے پوچھا تھا کہ مسیح کہاں ہے اور کہاں پیدا ہو گا تو انہوں نے میکا نبی کی کتاب کی اُس آیت سے

استدلال کر کے کہا کہ وہ بیت لحم میں پیدا ہوگا۔
(انجیل متی، باب ایک ۳ تا آیۃ ۶۔ اور جو کہ حضرت عیسٰی بیت لحم میں پیدا ہوئے)
حضرت عیسٰی کو دنیاوی سلطنت بنی اسرائیل پر نہیں ملی مگر متی نے
اس سے روحانی سلطنت مراد لی اور اُن کے لئے اس پیشین گوئی کا ہونا قرار دیا
حضرت یوشع متی نے معمہ کے طور پر کچھ فرمایا ....

"خداوند فرماتا ہے کہ راہ ماہ میں دھاڑیں مار مار کر رونے اور
نالہ کرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ راحیل اپنے بیٹوں کے لئے
روتی ہے اور تسلی نہیں پاتی کیونکہ وہ نہیں ہیں (کتاب یرمیاہ باب ۳۱-۱)"

متی کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی بھی حضرت عیسٰی کے لئے اس وجہ سے کہ
حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش کے زمانہ میں ہیرودیس بادشاہ۔ اس شبہ سے کہ
حضرت عیسٰی کونسا بچہ ہوگا۔ بیت لحم اور اس کے اطراف میں دو سالہ اور اس سے
کم سن بچے قتل کرا دیا تھا۔ اب صرف اتنے تعلق سے ان بچوں کے مارے جانے
سے راماہ رونا پیٹنا ہوا تھا۔ یہ کہہ دیا کہ یہ پیشین گوئی حضرت عیسٰیؑ کی نسبت ہے،
حضرت اشعیاہ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ "بیت المقدس میں تکلیف باقی نہ رہیگی
اور یہ بھی بیان کیا کہ: ....

"تنگی کی ظلمت جس میں زمین مبتلا ہوتی ہے باقی نہ رہے گی جس طرح
کہ اگلے زمانوں میں زبولون کی زمین اور نفتالی کی زمین کو حقیر کرکے
آخر کار اسی طرح دریائے اردن (فرات) کے کنارے جلیل میں،
بڑے قبیلے ہوں گے، جو قوم کہ اندھیرے میں چلتی ہے نور عظیم دیکھے گی

اور موت کے سایہ کی زمین کے رہنے والوں پر ایک نور چمکے گا۔

(کتاب اشعیاہ باب ۵، ۹، ۱۰ و ۲)

متی کہتے ہیں کہ یہ بشارت بھی حضرت عیسیٰ کی ہے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ نے سُنا ہے کہ حضرت یحییٰ پیغمبر گرفتار ہو گئے تو وہ جلیل کو چلے گئے اور ناصرہ کو چھوڑ کر کفرناحوم میں جو دریا کے کنارہ زبولوں اور نفتالی کی سرحدوں پر ہے جا رہے تھے" (باب ۴ - ۱۲ - ۱۳) - متی نے صرف اتنی بات پر کہ حضرت عیسیٰ دریا کے کنارے جا رہے تھے حضرت اشعیا نبی کے اس قول کو حضرت عیسیٰ کی بشارت قرار دیا۔ حضرت ملاکی نبی نے بنی اسرائیل کو خدا کی عدول حکمی پر ملامت کرتے کرتے یہ فرمایا :-

"اب میں اپنے رسُول کو بھیجوں گا اور وہ میرے برابر راہ کو تیار کرے گا اور جس خداوند کی تلاش میں ہو۔ یعنی رسُول عہد کی۔ اور اُس سے خوش ہو گا۔ وہ یکایک اپنی ہیکل میں آجائے گا۔ لشکروں کا خدا فرماتا ہے کہ اب وہ آتا ہے (کتاب ملاکی باب ۳ - ۱)

اور جس وقت اشعیا نبی نے بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تسلی دی اُسی وقت آپ نے یہ فرمایا کہ :

"پکارنے والا پکارتا ہے کہ بیابان میں خداوند کے لئے ایک راہ تیار کرو اور جنگل میں ایک شاہراہ میرے خداوند کے لئے درست کرو"

(کتاب اشعیا باب ۴۰ و ۳)

متی اور مرقس اور لوقا تینوں حواریوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ دونوں

بشارتیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ہیں۔ اس لئے کہ حضرت یحیٰیؑ پیغمبر نے جب لوگوں کو اصطباغ دیا تو گویا حضرت عیسٰیؑ کے لئے راہ بنائی اور حضرت عیسٰیؑ یہ کہا کرتے تھے کہ میرے بعد ایک اور آتا ہے وہ مجھ سے بھی زیادہ قوی ہے پس حضرت یحیٰیؑ کا اصطباغ دینا تو راہ بنانا ہوگیا۔ اور حضرت عیسٰیؑ کا یہ کہنا کہ میرے بعد ایک اور آتا ہے پکارنے والا یا پکارنے والے کی آواز ہوگی اور وہ دونوں بشارتیں حضرت عیسٰیؑ پر صادق آگئیں۔

بشارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ انبیائے سابقین کی بشارتیں بے تحقیق کی ہوئی کیسے چسپاں ہوا کرتی تھیں کہ وہ خود کسی چیز کی طرف رہبری نہیں کر سکتے۔ بخلاف حضرت سرور کائنات فخر موجودات کی بشارت کے۔ ان میں آپؐ کے اوصاف مع اسم مبارک کے نہایت صاف اور روشن طریقہ سے مذکور ہیں۔ صلواۃ اللہ علیک یا سید الانبیاء (خطبات احمدیہ)

منجملہ ان کے توریت[1] کی پہلی کتاب ۱۶ فصل میں ہے کہ ......

"جب حضرت ہاجرہؓ، حضرت سارہؓ (زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے پاس سے چلی آئیں تو انہوں نے رات کے وقت ایک فرشتہ کو خواب میں دیکھا، اس نے کہا اے ہاجرہؓ اب تمہارا کیا ارادہ ہے اور تم کہاں سے آئیں"؟ کہا میں سارہ کے پاس سے آئی ہوں، کہا تم کو انہیں کے پاس لوٹ جانا چاہیئے۔ جاؤ اور خوب اُن کی فرمانبرداری کرو۔ خدا عنقریب تمہاری اولاد کو بڑھائے گا۔ تم حاملہ ہوگی۔

---

[1] توریت کی پانچ کتابیں ہیں اور سب کے مجموعہ کا نام توریت ہے۔

اور ایک لڑکا تمہارے یہاں پیدا ہوگا۔ جس کا نام اسمٰعیل ہوگا۔
خدا نے تمہاری نالہ و زاری کو سُن لیا۔ تمہارا لڑکا سب لوگوں میں
یگانہ ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب پر بالا رہے گا۔ فروتنی سے سب
کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے۔ تمام دُنیا میں اس کا حکم نافذ ہوگا۔۔

(توریت کی آئیت ختم ہوئی)

اب یہ امر یقینی ہے کہ حضرت اسمٰعیل اور ان کی صلبی اولاد میں سے کوئی
ایسا نہیں ہوا جس نے تمام دُنیا پر قبضہ کیا ہو۔ یہ اشارہ بجز ذات اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے اور کسی کی طرف نہیں۔ صرف اسلام ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو
زمین کے رہنے والوں پر بالادستی نصیب ہوئی۔ آباد ملکوں کے اکثر حصّوں پر
اسی نے اپنا سکہ جمایا۔ آپؐ کی اُمت نے مشرقی اور مغربی ملکوں میں کیسی کیسی
نمایاں ترقیاں کیں۔ علمائے یہود اس امر سے خوب واقف ہیں لیکن وہ کمبخت
عام لوگوں سے اس کو چھپاتے ہیں۔ توریت کی ۵ کتاب ۱۸ فصل میں ہے کہ

" خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ بنی اسرائیلوں سے کہہ دو کہ میں
اخیر زمانہ میں تجھ سا ایک نبی ان کے برادر زادوں میں سے بھیجوں گا"

جو جو نبی حضرت موسیٰؑ کے بعد آئے وہ سب اسرائیلی ہی تھے۔ اور
سلسلہ اسرائیلی حضرت عیسیٰؑ پر ختم ہو گیا۔ اب کوئی برادر زادوں میں سے سوائے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نظر نہیں آتا۔ آپؐ ہی حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے
ہیں اور حضرت اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ بن حضرت ابراہیمؑ کے بھائی ہیں اور اسحٰق سب
اسرائیلیوں کے جد ہیں جن بھائیوں کا توریت میں ذکر ہے وہ یہی ہیں اگر

یہ بشارت کسی ایسے نبی کی ہوتی جو کہ خود اسرائیلی ہوتا تو اس وقت اس کو برادرانِ اسرائیلیوں کا کہنا محض بے معنی ہوتا اور نیز یہودیوں کا اتفاق ہے کہ جتنے انبیاء بعد حضرت موسیٰؑ کے مبعوث ہوئے ان میں سے کوئی موسیٰؑ کا ہمتا نہ تھا مثلاً ایسا شخص ہو جس کی تمام فرقے اور قومیں پیروی کریں۔ یہ صفت اگر ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے کہ آپؐ ہی حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہیں۔ شریعت آپؐ کو ایسی عطا کی گئی ہے کہ تمام شریعتیں اس کے سامنے ہیچ ہو گئیں اور تمام فرقے آپؐ کا لوہا مان گئے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ توریت کی ۵ کتاب ۳۳ فصل میں ہے کہ "پروردگار طور سینا کی طرف سے ہماری طرف متوجہ ہوا اور کوہ ساعیر سے اس نے ہم پر طلوع کیا فاران کی پہاڑیوں پر اس نے ظہور کیا۔

رسولِ کریمؐ کے اسلاف

قیدار کی شوکت و عظمت

حضرت سیدنا ابراہیمؑ کے فرزند گرامی حضرت اسمٰعیلؑ کی شادی جرہمی قبائل میں ہوئی جو چشمہ زمزم کے نمودار ہونے پر حضرت ہاجرہ کی اجازت سے ارضِ مکہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ان سے جو نسل پھیلی وہ عرب مستعربہ کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے صلب سے گیارہ اولاد ہوئیں ان میں ایک لڑکے کا نام قیدار تھا جس کی نسل میں سب سے زیادہ شہرت عدنان کو حاصل ہوئی۔ قریش کا سلسلہ نسب ان ہی عدنان تک پہنچ کر ختم ہوتا ہے۔

مورخین نے اس کے بھی تین حصّے کئے ہیں۔ اوّلاً حضرت اسمٰعیلؑ سے لے کر عدنان تک ثانیاً، عدنان سے لے کر فہر تک۔ ثالثاً فہر سے لے کر آخر تک فرزندانِ اسمٰعیلؑ میں دو صاحبزادوں قیدار و زبابت کو بہت عروج حاصل ہوا اور انہوں نے بڑے جاہ و جلال اور شکوہ و طمطراق کے ساتھ زندگی بسر کی قیدار کی اولاد نے بھی بڑی ترقی اور نام حاصل کیا۔

انہیں فرماں روایانہ صولت تو حاصل نہ تھی۔ تاہم چونکہ کثیرالتعداد تھے بالعموم شہروں میں رہتے تھے۔ ایک سردار کی زیرِ قیادت تھے۔ اس لئے اُن کی شہرت بھی زیادہ ہو گئی تھی اور انہیں اقتدار و عظمت بھی حاصل تھی اس لئے ہمسایہ قبائل بھی ان کے زیرِ فرمان رہا کرتے تھے۔ ان میں تمدنی مشاہد بھی نمایاں تھے اور زندگی بالکل بدویانہ زندگی نہ تھی۔ بنو اسمٰعیلؑ دولت و ثروت میں بہت نمایاں تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ تجارت کرتے تھے اور دُور دُور تک مال لے جاتے اور خرید و فروخت میں مصروف رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی کاروباری شہرت دُور دُور تک پھیلی۔ لکھا ہے کہ وہ مشہور قافلہ بھی جو تجارتی اشیاء کو لے کر مصر گیا تھا اور جس نے کہ کنوئیں سے حضرت یوسفؑ کو نکالا تھا انہی لوگوں کا قافلہ تھا۔

توراۃ میں لکھا ہے کہ یہ قافلہ گرم مصالحہ اور روغن بلسان وغیرہ کثیر مقدار میں لئے ہوئے مصر جا رہا تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اُن کے حوصلے کتنے بلند تھے اور کاروبار کس قدر فروغ حاصل کر چکا تھا اور ہر ملک میں اُن کی عزت و وقعت کی جاتی تھی گو اس تجارت و تمول نے انہیں عام عزت

و اعزاز کا مستحق بنا دیا تھا لیکن سب سے بڑی عزت ان کے لئے یہ تھی کہ بیت اللہ شریف کے متولی بھی تھے۔ جس کی وجہ سے تمام عرب انہیں محترم و مشرف سمجھتا تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد کعبہ شریف کی تولیت قیدار کے حصّہ میں آئی لیکن دو ہی نسلیں گذری تھیں کہ نسل کے بڑھنے کی وجہ سے یہ لوگ اطراف میں اپنی بستیاں بسانے پر مجبور ہوئے اور جو لوگ ارض حرم میں رہتے تھے وہ اس کے اہل ثابت نہ ہوئے۔

بخت نصر کا حملہ

چنانچہ تولیت قبیلہ جرہم کے ہاتھ میں آگئی۔ کئی پشت تک تو جرہم اس منصبِ جلیل کے حامل رہے لیکن یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ فسق و فجور میں مبتلا اور مدہوش ہو گئے ہیں اور تولیت کا شرف رکھنے کے باوجود حرمت کعبہ کا بھی پاس نہیں کرتے۔ حجاج کو ستانے اور اُن کے چڑھاووں کو بھی خرد بُرد کر جاتے ہیں آلِ اسمٰعیل نے انہیں تنبیہ کی لیکن وہ باز نہ آئے۔ قرابت داری کا لحاظ کرتے تھے مگر تابہ کے مجبور ہو کر وہ قبیلہ جرہم کی سرکوبی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن چلتے چلتے یہ شرارت کی کہ حجر اسود کو اکھاڑ کر دیگر تبرکات کے ساتھ چاہ زمزم میں ڈال دیا۔

اس طرح تولیت آلِ اسمٰعیل میں آگئی اور عرض مکّہ کی سیادت کا منصب بھی انہی کو حاصل ہوا اور عدنان تک پہنچ گئی۔ عدنان بہت حوصلہ مند اور نامور شخص تھا۔ بڑے عزو تمکوہ کے ساتھ سرداری کر رہا تھا۔ بہت سے انتظام

اس کے پیش نظر تھے کہ بخت نصر اپنی پوری ستم گاریوں اور شقاویوں کے ساتھ عرب پر حملہ آور ہوا۔ عدنان نے بڑی جرات و ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا مگر ارضِ کلدانیہ کے اس عظیم الشان لشکر سے مقابلہ کرنا اور فتح پانا اس کے قابو کی بات نہ تھی۔ شکست ہوئی عدنان اسی حملہ میں مارا گیا۔ بخت نصر کی سفاکیاں عالمگیر شہرت اختیار کئے ہوئے تھیں اس نے برافروختہ ہوکر سارے عرب کو تباہ کر دیا۔ انتہائے ظلم و تشدد کے مظاہر پیش کئے بمشکل ایک فرزند معد کسی نہ کسی طرح بچ گیا۔

بخت نصر کون تھا؟

بخت نصر آتش پرست اور معزز شریف خاندان کا ایک یتیم بچہ تھا مگر گردشِ زمانہ کی وجہ سے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اپنی ماں اور خود کی شکم پوری کرتا تھا۔ جب وہ بیمار ہوا تو حضرت دانیال نے اس کی تیمارداری کی اور تعلیم و تربیت دی۔ بخت و اقبال نے وہ زور پکڑا کہ سنجاریب بادشاہ بابل نے اس کی قدر و منزلت کرتے ہوئے امارت پر پہنچایا۔ یہاں تک کہ وہ بادشاہ کا ولی عہد ہوا۔ بعد وفات سنجاریب بادشاہ بابل ہوا۔ فتح و ظفر اس کے استقبال کو آتے تھے۔ بیت المقدس کی تباہی و بربادی کا بانی یہی ہے جو تاریخ عالم میں ایک دائمی یادگار ہے۔

ہمیں چونکہ اختصار سے کام لینا ہے اس لئے اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کچھ حالات چاہ زمزم اور حجر اسود کے ربط مضمون کی خاطر اس جگہ درج

کرتے ہیں اور موقعہ ملا تو انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ زیب صفحات کریں گے۔

حجر اسود کیا ہے؟

اس کے متعلق دو قول زیادہ مستند طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جنت کے قیمتی پتھروں میں سے ایک ہے دوسرے یہ کہ جب آدمؑ نے خطا کی تو جو فرشتہ اُن کا محافظ تھا اُس پر بھی آدم علیہ السلام کے ساتھ ساتھ عتاب نازل ہوا اور وہ پتھر بنا دیا گیا۔ وہی جبرئیل امین نے لا کر خلیل اللہ کو دیا جسے آپؑ نے نصب فرمایا اور اُس کا نام حجر اسود ہو گیا۔ لیکن ہمارے خیال میں پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پتھر دھوپ کی مانند سفید تھا لیکن گنہگاروں کے ہاتھوں سے مس ہو ہو کر اب بالکل کالا پڑ گیا ہے اور صرف نقطہ کے برابر سفیدی باقی رہ گئی ہے۔ اس کو بوسہ دینے والے ہاتھ لگانے والے جب قیامت میں پیش ہوں گے تو یہ اُن کی گواہی دے گا اور وہ اُس کی سفارش سے بخش دیئے جائیں گے۔ لیکن جن لوگوں کا مقصد حج سے نام و نمود تھی ان کے خلاف یہ پتھر گواہی دے گا۔ اُس کی گواہی پر ان کا حج مردود ہو جائے گا۔ اور وہ سزا پانے کے لئے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ اسی وجہ سے حجر اسود زمینوں اور آسمانوں میں متبرک سمجھا جاتا ہے لیکن اُس کی تعظیم سے ہندو وغیرہ یہ اعتراض نہ پیش کریں کہ مسلمان بھی پتھر کو پوجتے ہیں۔ معاذ اللہ عمر رضی اللہ کے اس قول نے حجر اسود کے متعلق صاف تصریح کر دی چنانچہ

آپ بوسہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں ....

"تو کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع لیکن چونکہ میں نے اپنے آقائے نامدار احمدؐ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے آپؐ کے تتبع میں۔ میں بھی تجھے بوسہ دیتا ہوں ...."

لیجئے کفار کے بچر اعتراض پر توحید کی بجلی گر گئی۔ تو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ کیا بتوں کو پوجا کے وقت بھی اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں جو حجر اسود سے مرادیں مانگتا ہو یا اُسے خدا کی ذات و صفات میں شریک ٹھہراتا ہو۔ معاذ اللہ۔

آبِ زمزم کس طرح جاری ہوا

جب خلیل اللہ سیدہ ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے گئے تو آپ ہشاش بشاش ایسی خوفناک اور وحشت انگیز جنگل میں ریت کی ایک ڈھیری سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گئیں اور اپنے معصوم بچے کو دودھ پلانے اور اس ننھے سے کھلونے سے کھیلنے لگیں۔ جب بھوک بہت لگتی اور پیاس کی بہت شدت ہوتی تو چند کھجوریں یا تھوڑا سا ستو کھا پانی پی شکر الٰہی بجا لاتیں۔ تاہم آب و طعام کا یہ قلیل ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اور ایک دو نہیں پورے سات وقت صاف گذر گئے تو حضرت ہاجرہ بھوک پیاس سے بہت بیتاب ہوئیں۔ زیادہ اضطراب کی یہ وجہ تھی کہ آب و طعام نہ ملنے کے سبب سے دودھ خشک ہو گیا تھا اور

سرورِ عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان اسماعیل علیہ السّلام بھوک پیاس
کے مارے ریت پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ بھلا ماں اپنے بچّے کی یہ حالت دیکھ کر
کب ہوش میں رہ سکتی ہے۔ سیّدہ بے قرار ہو کر اٹھیں معصوم کو وہیں چھوڑا
اور دوڑ کر کوہ صفا پر چڑھ گئیں۔ اس لئے کہ شاید کہیں پانی نظر آجائے۔ مگر
جدھر آنکھ اٹھاتیں جہاں نظر دوڑاتیں۔ ریت کے دریا یا چند بے برگ و بار
درختوں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ ماں کی ممتا نے اجازت نہ دی کہ وہ تھوڑی
اور یہاں ٹھہر سکیں۔ خیال آیا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی موذی درندہ میرے بچّے
کے پاس آجائے۔ اور معصوم کو منہ میں دبا کر لے بھاگے۔ اسی اندیشہ کے تحت
فوراً دوڑتی ہوئی پہاڑ کے نیچے اتریں بھوکے پیاسے بچّے کے پاس آئیں،
زمین سے گود میں اٹھایا، گلے لگایا پیار کیا پھر وہیں لٹا دیا اور دوڑ کر کوہ مروہ
پر جا چڑھیں۔ اسی طرح سات مرتبہ پانی کی تلاش میں سیّدہ صفا اور مروہ
کی پہاڑیوں پر دوڑ دوڑ کر چڑھیں اور اتریں۔ سیّدہ کا یہ بے اختیارانہ فعل
حق جل مجدہ کو اس قدر پسند آیا کہ قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے لئے حج
کے موقع پر صفا و مروہ پر سات سات مرتبہ دوڑنا لازمی کر دیا۔ جب سیّدہ
اس دوڑ دھوپ سے تھک گئیں تو بے جان ہو کر اپنے پیارے بچّے اسمٰعیلؑ کے
پاس آکر گر پڑیں۔ اور ان کی نگاہیں آسمان کی طرف جا لگیں۔ خدا جانے ان نگاہوں
میں کیسا زبردست اثر تھا کہ زمین لرز گئی۔ آسمان کانپ گیا اور عرش تھرا گیا۔
جہاں معصوم اسمٰعیلؑ ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہیں فوراً خدا کی قدرت کا ایک
نمونہ نظر آیا۔ حضرت ہاجرہ نے دیکھا کہ میرا معصوم ایڑیاں رگڑ رہا ہے وہاں سے

ایک پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔

حق تعالےٰ نے حضرت ہاجرہ کی یہ بے چینی دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ یا جبریل جبریل نے کہا۔" لبیک ربنا وسعدیک" حکم ہوا فوراً جاؤ اور ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد (اسمٰعیلؑ) اور ان کی والدہ کے لئے زمزم کھود دو۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔ پلک جھپکانے میں یہ سب کچھ ہو گیا۔ جہاں ذبیح اللہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ جبریلؑ امین نے اپنا پر مارا اور وہاں سے زمزم کا ایک چشمہ جاری ہو گیا۔

فاذا ھی بصوت تقال اغث ان کان عندک خیر فاذا جبریل وغمز عقبہ علی الارض فانبثق الماء

سیدہ نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکار رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم سے ہمیں کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ہمارے پاس آؤ۔ جبریل امین تشریف لائے اور اپنی ایڑی زمین پر ماری ساتھ ہی پانی کا ایک چشمہ زمین سے اُبلنے لگا۔ (صحیح بخاری)

زمزم کی خوش قسمتی

زہے نصیب اس پانی کے جو جبریل امین کے پاؤں مارنے سے ذبیح اللہ جدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی والدہ کی بھوک پیاس بجھا دینے کے لئے جاری ہو گیا اور یہ ہی نہیں بلکہ شبِ معراج میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک قلب دھونے کے لئے بھی زمزم لایا گیا۔

اے زمزم تو کتنا قابلِ رشک ہے کہ تو ذبیح اللہ، اور امّ ذبیح اللہ

کے کام میں آنے کے لئے جاری ہوا۔ اور پھر تو دادا دادی کا ورثہ ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے مشرف ہوا، واقعی تو اپنے اوپر جتنا ناز کرے صحیح اور جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ حضرت ہاجرہ نے جب زمین سے چشمہ اُبلتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے معصوم ذبیح اللہ کو پانی پلایا اور خود بھی پیا۔ پھر چاروں طرف سے بالو ریت سمیٹ کر منڈیر بنائی کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ قدرتی چشمہ جو میرے لئے جاری ہوا ہے بہہ جائے۔ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "خدا ہاجرہ کا بھلا فرمائے اگر وہ اس پانی کو روکنے کے لئے منڈیریں نہ بنا دیتی، تو یہ ایک جاری چشمہ ہو جاتا اور میری ادنیٰ اُمت کے گھر میں بھی جاری پایا جاتا۔ (تاریخ الانبیاء ابن خلدون)

بنو قضاعہ کا جاہ و جلال

عدنان سے حضرت اسمٰعیلؑ تک چالیس پشتوں کا فصل ہے۔ عدنان کی نسل سے صرف ایک ہی لڑکا معد بچا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اس کی نسل میں برکت دی اور اس کی اولاد اس کثرت سے پھیلی کہ دُور دُور تک آباد ہو گئی۔ معد کے لڑکے نزار سے پانچ مشہور قبیلے نکلے جنہوں نے تاریخ عرب میں بہت اہمیت حاصل کی، ان پانچوں میں ربیعہ۔ قضاعہ۔ اور مضر کی نسلیں بکثرت پھیلیں اور انہوں نے دنیوی اعزاز بھی حاصل کیا۔ ربیعہ بن نزار کے متعدد لڑکے تھے جو بڑے بڑے عرب قبائل کے مورث ہوئے جن میں بنو جدیلہ۔ بنو وائل، بکر بن وائل۔ بنو عجل۔ بنو عبد قیس اور

بنو تغلب وغیرہ کیے بہت مشہور تھے۔ بعد کو یہ قبائل بھی بہت سی چھوٹی، چھوٹی شاخوں میں منقسم ہو گئے۔

بنو قضاعہ کی نسل نے بڑی ترقی کی۔ بنو جرہم۔ بنو اسد۔ بنو تمر۔ بنو کلب۔ جہینہ، نہدیہ وغیرہ اسی نسل میں ہیں۔ اور ان کی بھی بہت سی ذیلی شاخیں ہیں۔ مضر بن نزار کی نسل سب سے زیادہ پھیلی اور بکثرت قبائل میں تقسیم ہو گئی۔ انہوں نے دنیوی اعزاز بھی حاصل کیا اور عرب کی وسعتوں میں پھیل کر ترقی حاصل کی۔ مختصر یہ کہ آلِ اسمٰعیل و آلِ عدنان بہت بڑھی جس کی مزید تفصیل کی گنجائش نہیں اور نسلیں تو بدویانہ زندگی بسر کرتی رہیں مگر قضاعہ۔ ربیعہ اور مضر نے متعدد بڑی بڑی حکومتیں اور چھوٹی چھوٹی، ریاستیں قائم کرلیں جو صدیوں تک قائم رہیں۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ حجاز سے لے کر شام تک اور عراق تک بنو قضاعہ کی حکومتیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان میں بھی تنوخ اور سلیم نے تو اس درجہ اقتدار حاصل کر لیا کہ وہ یکے بعد دیگرے تخت شام پر متمکن ہوئے اس سلطنت کے ماسوا تبوک اور دومۃ الجندل میں بھی اُن کی بڑی بڑی ریاستیں فرماں روائی کرتی رہیں۔ ربیعہ کو سلطنت تو نصیب نہ ہوئی مگر اقتدار انہیں بھی اتنا حاصل ہوا کہ تمام قبائل کی گردنیں ان کے سامنے خم رہیں اور ان کی ادنیٰ مخالفت بھی اعلانِ جنگ کے مترادف خیال کی جاتی تھی۔ رہے مضر تو ان میں بکر و تغلب کی ریاستیں حجاز میں تھیں اور بنو عامر کی حکومت عراق پر قائم ہو گئی تھی۔

بُت پرستی اور بلائے افتراق

یہ تو ضرور ہے کہ قریش کے علاوہ قریب قریب تمام عدنانی بدویانہ ہی زندگی بسر کرتے تھے لیکن ان کا خاص پیشہ اور مخصوص ذریعہ معاش تجارت تھی، جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بخت نصر کے حملہ عرب کے وقت متعدد عدنانی کاروانی تجارت اس کی سلطنت کے حدود میں موجود تھے جن کی گرفتاریاں سب سے پہلے عمل میں آئیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بُت شکن تھے۔

ان کی نسل کو دینِ حنیف کا حامل اور خالص موحد ہونا چاہئے تھا۔ لیکن انسان "ظلوماً جہولاً" واقع ہوا ہے۔ چند پشت تک تو ضرور اس میں توحیدی شمعیں روشن رہیں لیکن جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ اسی نسل میں ایک شخص عمرو بن لحی نے اُٹھ کر اس کا شانۂ توحید میں جو بیت اللہ کے نام سے موسوم تھا متعدد بُت لاکر رکھ دیئے رفتہ رفتہ تمام عرب اصنام پرستی کی وبا کا شکار بن گیا تاہم حج وطواف کے لئے لوگ برابر آتے رہے۔

اسی طرح عدنان بُت پرست ضرور ہو گئے اور دینِ حنیف مٹ گیا۔ جو لوگ اس وبا کا شکار ہونے سے بچ گئے انہیں دیگر مذاہب نے نگل لیا۔

بنی کنانہ میں یہودیت اور ستارہ پرستی دونوں نفوذ کر گئیں۔ قضاعہ اور ربیعہ نصرانیت کی طرف گئے۔ تمیم میں مجوسیت آگئی۔ کچھ ایسے بھی تھے جو بالکل دہریت کے آغوش میں پہنچ گئے۔ دینِ حنیف کے پیرو کہیں کہیں خال خال رہ گئے

ان کی حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی اور مذہب کی صورت بڑی حد تک بگڑ چکی تھی اس ابتذال اور کفرانِ نعمت کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدائے قدوس نے ان پر بلائے افتراق مسلط کردی اور یہ حالت ہوگئی کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر صدیوں تک جنگیں جاری رہنے لگیں جن میں سے بعض تو بڑی خونریز تھیں۔ اگر آفتابِ اسلام نے طلوع ہو کر ان ظلمتوں کا خاتمہ نہ کر دیا ہوتا تو یہ لڑ لڑ کر ہی تباہ ہو جاتے۔

قریش کی جنگجوئی اور مہمان نوازی

بکر و تغلب ایک معمولی بات پر لڑ بیٹھے اور چالیس سال تک برابر سلسلہ جنگ جاری رہا۔ قبیلہ قریش کے بانی فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ تھا۔ تقرش تجارت کے ہم معنی ہے۔ یہ خطاب سب سے پہلے فہر کے مورث اعلیٰ نضر کو اس کی تجارتی حوصلہ مندیوں کے باعث حاصل ہوا تھا۔ لیکن چونکہ اس کی نسل زیادہ تر فہر ہی سے پھیلی اس لئے وہ خطاب بھی اس کی طرف منتقل ہو گیا اور تمام بنو فہر قریش کہلانے لگے۔ یہ بہت عظیم الشان خاندان تھا۔ جو چھوٹے بڑے دس خاندانوں پر مشتمل تھا۔ فہر کے تین لڑکے محارب، حارث اور غالب میں سے حارث و محارب کی نسل زیادہ نہیں پھیلی۔ عہدِ رسالت میں مشاہیر میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح انہی کی اولاد میں تھے۔ باقی تمام خانوادے جو اعلان نبوت کے وقت موجود تھے وہ غالب ہی کی اولاد میں تھے۔ یہ قریش بھی نہایت جنگجو تھے۔ اور ان میں بھی تلواریں چلتی رہتی تھیں۔ تاہم بت پرستی اور انتہائی ابتذال و اختلال کے باوجود ان میں خوبیاں بھی تھیں۔ اور سب کے سب

تجارت میں مشاق اور دولت مند تھے۔ حرم کی عزت، اقربا نوازی، مہمان پروری۔ فیاضی، پختگی عہد میں عالمگیر شہرت رکھتے تھے اور اس درجہ مغرور بھی تھے کہ کسی کے سامنے گردن خم کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ کسی حکومت کے ماتحت ہو کر نہ رہتے تھے۔ کسی کا تابع فرمان ہو کر رہنا باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔ اور خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے انہیں مذہبی پیشوائی کا منصب بھی حاصل ہو چکا تھا۔ اور تمام عرب اس اعتبار سے انہیں وقعت و احترام کی نظر سے دیکھتا تھا۔ عرب پران کی سیادت بھی مسلم تھی۔

قصی بن کلاب کے اولوالعزم کارنامے

تمام قریش کی زندگی بالعموم بدویانہ زندگی تھی۔ صرف ایک شہر مکہ میں کچھ آثار تمدن نظر آتے تھے۔ اب وہ دور شروع ہوا کہ ایک اولوالعزم اور حوصلہ مند قریشی میدان میں اترا اور قریش کی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اس صاحب عزم شخص کا نام قصی تھا۔ فہر کی پانچویں پشت میں کلاب بن مرہ کے صلب سے یہ جواں مرد و مدبر پیدا ہوا۔ ابتدا بہت حقیر تھی۔ ابھی ہوش بھی نہ سنبھالا تھا۔ آنکھ بھی نہ کھولی تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں رہ گئی تھی۔ اس نے قبیلہ بنی عذرہ میں عقد ثانی کر لیا۔ بچہ تو تھا ہی ماں کے ساتھ رہا اور وہیں پرورش ہوئی۔ ہزار شفقت کی جائے مگر پھر جگر جگر ہے اور دگر دگر ہے۔ قصی اپنی ماں سے اپنی خاندانی عظمت و وجاہت کا حال سنتا اور خاموش ہو جاتا۔ یہ زمانہ تو اس نے جوں توں کر کے گذار لیا مگر

سبزہ زار شباب میں قدم رکھتے ہی اُس کی غیور اور غیرت مند طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ بے کسانہ زندگی بسر کرے۔ مضافات میں پڑا رہے فوراً عازم مکہ ہوا۔ دادھیال والوں نے نہایت محبت سے اُسے اپنے آغوش عاطفت میں لے لیا۔ طلب صادق ہو تو اللہ تعالٰی انسان کو فائز المرام کر ہی دیتا ہے یہ اپنی ترقی کی فکر میں لگا ہی ہوا تھا کہ موقعہ دیکھ کر اس نے حلیل بن حبشہ خزاعی کی لڑکی سے شادی کرلی جو حرم کا متولی تھا۔

حلیل کے مرتے ہی اُس نے یہ سوچ کر کہ قریش کے ہوتے ہوئے بنو خزاعہ کو ولایت حرم کا کوئی استحقاق نہیں۔ قریش و کنانہ کو ساتھ ملا لیا جنگ کی اور انہیں حرم سے نکال دیا۔ قصئی حوصلہ مند و مدبر بھی تھا۔ اور حلیل کا داماد بھی۔ لوگوں نے اس منصب اہم کے لئے اسی کو منتخب کر دیا اس کے بعد جو اُس نے گرد و پیش نظر ڈالی تو دیکھا کہ قبائل قریش کی حالت ابتر ہے۔ بے اصول اور منتشر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دُور دُور آباد ہیں۔ عنوان زندگی خانہ بدوشانہ ہے چنانچہ یہ ایک عزم صمیم کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ پہاڑوں اور صحراؤں میں جو قبائل منتشرانہ آباد تھے۔ انہیں ترغیب دے کر مکہ لے آیا اور انہیں حرم محترم کے گرد و پیش آباد کیا۔ چونکہ خود اسی قبیلہ کا چشم و چراغ تھا اس لئے اس اجتماعی زندگی سے جہاں قریش کو فائدہ پہنچا وہاں اس کا اقتدار بھی بہت بڑھ گیا۔ اس کے بعد قصئی نے مکہ میں ایک دارالندوہ کی بنائیں استوار کیں اور اسے اُس عہد کا ایک نہایت فعال اور کارفرما ادارہ بنا دیا۔ تمام اہم امور کے مشورے اسی دارالندوہ میں ہوتے تھے۔ قریش کو جب کبھی

جنگ کی تیاری کرنی ہوتی کسی اہم کام کا اقدام کرتے تو وہ باہمی مشورہ کیلئے اسی میں مجتمع ہوتے۔ زرقانی کی تصریحات کے مطابق تمام معاشرتی تقریبات کی رسوم بھی اسی عمارت میں ادا کی جاتی تھیں۔ اس سے بھی زیادہ ممتاز اور یادگار زمانہ کام قصی نے یہ کیا کہ ایک روز دارالندوہ میں قریش کو مجتمع کر کے ان کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی اور کہا کہ زیارت حرم کے لئے جو لوگ بتعداد کثیر یہاں آتے ہیں اُن کی میزبانی قریش کا ایک اہم فریضہ ہے۔ ہر طرف سے اس کی تائید ہوئی اسی وقت حجاج و زائرین کے آرام و طعام کے لئے خرچ کی جانے کو ایک رقم کا تعین ہو گیا اور میزبانی کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ قصی ہی نے مشعر حرم تیار کیا جس پر حج کے زمانہ میں چراغ جلائے جاتے تھے۔ ان کے پانی پلانے کے لئے چرمی حوض بناتے اس سے قریش کی عظمت عرب بھر میں مسلّم ہو گئی۔ گویا قصی نے ایک چھوٹی سی جمہوریہ مکہ میں قائم کر دی حقیقت یہ ہے کہ قصی پہلا شخص تھا جس کی اطاعت تمام قبائل قریش نے قبول کی اور یہی پہلا دن تھا جب کہ حجاز میں سیاسی اہمیت حاصل ہوئی۔ قصی رئیس اعظم قریش نہ تھا بلکہ دراصل بادشاہ تھا۔

ہاشم کی اُولوالعزمیاں

قصی نے تجارت کو بھی ترقی دی اور ترقی کیا دی قریش کی کایا پلٹ کر رکھ دی اگر وہ کچھ دن اور زندہ رہتا تو خدا جانے قریش کو کہاں سے کہاں پہنچا جاتا بہر کیف یہ کارنامہ ہی کچھ کم اہم نہیں کہ اُس نے قریش کو فرش خاک سے

اٹھا کر عرش عزت پر پہنچا دیا۔ قریش کے چھ بیٹوں میں سب سے چھوٹا بیٹا عبدالدار سب سے زیادہ ناقابل تھا لیکن قصی نے حرم محترم کے تمام مناصب اس خیال سے اُسی کو تفویض کر دیئے کہ وہ اس طرح اپنی حالت قائم رکھ سکے گا لیکن منجھلے بھائی عبد مناف نے کچھ ہی مدت بعد اپنے اقتدار و ہوشمندی سے تمام مناصب پر قبضہ کر لیا۔

یہ عبد مناف ہی حضور نبی کریم کے مورث اعلیٰ ہیں جنہوں نے بڑی پرشکوہ زندگی لبسر کی اُن کے چھ بیٹوں (جن کا مفصل ذکر اگلے صفحات میں کیا جائے گا) میں ہاشم سب سے زیادہ صاحبِ اثر وجیہہ اور شجاع تھے۔ عبدالدار سے مناصبِ حرم حاصل کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ انہی کا تھا چونکہ بہت مقتدر اور بہت مدبر تھے۔ اس لئے باپ کے تمام مناصب پر انہی کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے دادا کے کارناموں کو زندہ کیا اور اس شان کے ساتھ زندگی لبسر کی کہ ہر طرف ان کا طوطی بولنے لگا۔ ہر قلب پر سکہ بیٹھ گیا۔ فروغ و ترقی تجارت اور قیام امن کے سلسلہ میں ان کی سرگرمیاں بہت مستحق اور بہت کامیاب ہیں انہوں نے کاروبار تجارت کو بے حد ترقی ہی نہیں دی بلکہ فلک الافلاک تک پہنچا دیا۔ قیصر رُوم اور شاہ حبش کے درباروں میں پہنچے اور اپنے اثر و رسُوخ سے کام لے کر ان سے اس مضمون کے فرامین حاصل کر لئے کہ وہ اپنے حدود سلطنت میں عربوں سے مال تجارت پر کوئی ٹیکس نہ لیں گے۔

ایک طرف تو یہ فرامین حاصل کئے اور دُوسری طرف مختلف قبائل میں

دورہ کر کے اُن سے معاہدات کئے۔ ان میں یہ طے ہو گیا کہ وہ قریش سے کے کاروانِ تجارت کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے جس کے صلہ میں کاروان قریش ان کی ضروریات کی اشیاء لے کر خود ان کے پاس جائے گا۔ اور خرید و فروخت کرے گا۔ ہاشم کے وقت تک قریش تجارت تو کرتے چلے آتے تھے۔ مگر یہ تجارت تھی بہت محدود خطرات زیادہ تھے۔ قافلے لُٹ جاتے تھے۔ لیکن اب جو بیرونی ممالک میں ٹیکس معاف ہو گیا اور عرب کے اندر قافلوں کے لٹنے کی طرف سے اطمینان ہوا تو قریش کی تجارت کو پَر لگ گئے۔ قریش کے کاروان جنوب میں یمن اور بحرین تک شمال میں شام اور ایشیائے کوچک تک مشرق میں عراق اور ایران تک اور مغرب میں مصر و حبش تک گھومتے اور بے شمار منافع حاصل کرتے رہتے تھے۔ یہی نہیں جہاں جاتے تھے وہاں عزت ہوتی تھی۔ کہیں ان کا قافلہ نہ لٹتا تھا۔ قیصر و نجاشی خود قریشی تاجروں کو بنظر وقعت دیکھتے تھے۔

قریش نے جتنی ترقی اس عہد میں کی اور جتنی دولت کے انبار اس زمانہ میں فراہم کرے اس کی نظیر اس سے پیشتر کے کسی زمانہ میں بھی نہیں مل سکتی اس کے علاوہ ہاشم حجاج کی میزبانی بھی بڑی سیر چشمی کے ساتھ کیا کرتے تھے ایک دفعہ قحط پڑا تو انہوں نے شوربے میں روٹیاں چورہ کر کے لوگوں کو کھلائیں جس سے اور زیادہ شہرت ہو گئی۔

عبدالمطلب کی صولت وسیادت

ہاشم نے مدینہ میں بنی نجار کی ایک حسین و شریف لڑکی سے شادی کر لی تھی

جس سے عبدالمطلب پیدا ہوئے۔ ہاشم کے بھائی مطلب کو جو آٹھ سال کے بعد علم ہوا تو وہ جا کر لے آئے جوان ہو کر یہ بھی خلف الرشید ثابت ہوا۔

قریش کی سرداری بھی انہی کو مل گئی۔ بڑے جاہ و اقتدار اور طنطنہ کے ساتھ سرداری کرتے رہے کسی میں ہمت نہ تھی جو اُن کی مخالفت میں قدم اٹھا سکے دُور دُور تک دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور بنو ہاشم کا ستارہ عروج پر تھا چاہ زمزم کو آپ ہی نے از سرِ نو تعمیر کرایا اور یتیم ہو جانے پر حضور نبی کریم کی بڑی محبت سے پرورش کی۔

عبداللہ کی ہر دلعزیزی

عبدالمطلب کے بیٹوں میں حضرت حمزہؓ حضرت عباسؓ۔ ابو طالب نے بہت شہرت پائی عبداللہ کی شادی مدینہ کے ایک ممتاز قبیلہ زہرہ کی چشم و چراغ بی بی آمنہ سے ہو گئی ابتدا ہی سے تجارت شروع کر دی تھی۔ ایک دفعہ مال تجارت لے کر عازمِ شام ہوئے۔ واپسی میں مدینہ ٹھہرے اور وہیں انتقال کیا۔ خاندان میں سب سے زیادہ عزیز تھے اور ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے بنو ہاشم کو اُن کی موت کا بہت صدمہ ہوا۔ عبدالمطلب بہو کو مکہ ہی لے آئے جن کے بطن سے حضور نبی کریم پیدا ہوئے لیکن چند برس کے بعد شفیق دادا اور مہربان ماں دونوں کا انتقال ہو گیا۔

ابو طالب کی شفقت و جاں نثاری

عبدالمطلب مرتے وقت حضور نبی کریم کا ہاتھ آپؐ کے حقیقی چچا ابو طالب

کے ہاتھ میں دے کر وصیت کر گئے تھے کہ اس بچہ کو اولاد کی طرح پرورش کرنا۔ ابوطالب نے اس وصیت کو جس شان و عظمت کے ساتھ نبھایا تاریخ اسکی شاہد ہے کوئی باپ بیٹے کے ساتھ بھی اتنی محبت نہیں کر سکتا جتنی محبت آپ نے بھتیجے کے ساتھ کی کبھی دل میلا نہ ہونے دیا زندگی بھر پشت پناہ بنے رہے۔ محبت نہ تھی عشق تھا۔ آپ کے لئے کوئی مصیبت ایسی نہ تھی جو برداشت نہ کی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام پر یہ اُن کا سب سے بڑا احسان ہے اور مسلمان ان کا نام ہمیشہ شکر گذاری کے جذبہ سے لیتے ہیں۔

تاریخی واقعات

جس زمانے میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اپریل ۵۷۱ء م ۱۲ ربیع الاول ۵۳ھ قبل الہجرت عہد آرائے عالم دنیا ہوئے، اور قبل الہجرت اپنی تبلیغ رسالت شروع کی اُس زمانہ میں حجاز اور اُس کے اطراف کی حکومتوں کا حال یہ تھا۔

حجاز مکہ معظمہ

حجاز مکہ معظمہ اور اُس کے اطراف عرب قبائل میں تقسیم تھے اور ہر ایک قبیلہ کا سردار اُن کا حاکم تھا۔ مگر قریش کی برتری کو یہ سب تسلیم کرتے تھے گویا ملوک حجاز قریش میں سے ہوا کرتے تھے۔

تہامہ

یمن اور حجاز کے مابین ایک ملک کا نام ہے اس میں بنی بکر اور بنی ثقلب عربوں کے شیوخ کی حکومت تھی۔

یمن

یمن میں حمیر اور مزاریہ یعنی صوبہ داران دولت ایران کی حکومت تھی۔

حیرہ

حیرہ یعنی مشرقی عرب میں مناذرہ کی حکومت تھی مگر ایرانیوں کا رعب و داب اور دخل بھی وہاں تھا۔

مدینہ

مدینہ میں اوس اور خزرج قبیلوں کی حکومت تھی اور اس کے اطراف یعنی خیبر وغیرہ میں یہودی حکمران تھے۔ علاوہ ازیں مشرقی و شمالی بادیۃ العرب میں متفرق ملوکِ عرب بھی تھے۔

عراق

عراق ساسانیوں یعنی ایرانیوں کی سلطنت میں تھا۔

شام

شام میں ملوک غاسنہ یا غساسنیہ کی حکومت رومن ایسٹرن امپائر کی حمایت میں تھی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ملک عرب اور حجاز کے اطراف میں کیثر حکومتیں یا سلطنتیں تھیں لیکن ان سے زیادہ اور توجہ کے لائق اُس زمانہ کے عادات ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اُس نبی عربی کے مبعوث ہونے سے ان پر کیا اثر پڑا۔

دُوسرا باب

مُقدس مُقامات

مکہ و حوالی مکہ

جبلِ بو قبیس

حرم شریف سے بجانب شرق ہے۔ یہاں حضرت بلالؓ نے اول اذان دی تھی اور اس مقام پر معجزہ شق القمر واقع ہوا تھا۔ حضرت بلالؓ کی اذان دینے کی جگہ پر ایک مسجد ہے۔

غار مرسلات

بمقام منیٰ متصل مسجد خیف۔ یہاں سورہ مرسلات نازل ہوئی تھی اس

غار کے گوشہ میں ایک پتھر ہے جس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے سر مبارک کا نشان ہے۔

جبلِ نور مِنیٰ

راستہ آبادی شہر مکّہ سے جانب مشرق تین کوس ہے۔ اسی پہاڑ پر شق القمر ہوا تھا اور اس پہاڑ میں غار حرا ہے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔

مسجد الرایہ

یہ ایک بلند مقام پر جنت المعلی کے راستہ میں ہے یہاں حضورؐ نے فتح مکّہ کے بعد نماز پڑھ کر نشان فوج گاڑا تھا۔ اور اس جگہ سورہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْح بھی نازل ہوئی تھی۔

مسجد الاجابہ

قریب جنت المعلیٰ کے۔ حرم شریف بفاصلہ ایک میل معمرہ حضرت علی السلام ہے۔

مسجد الجن

دامن کوہ میں بطور دالان بنی ہوئی ہے اسی کے قریب ذرا اُوپر کو مسجد الشجرہ ہے جہاں مسجد الجن ہے۔ وہاں پہلے آبادی نہ تھی۔ اسی جگہ جنات قرآن سن کر مسلمان

ہوئے بھتے اب اس جگہ آبادی ہو گئی ہے۔

جنت المعلیٰ

آبادی شہر سے ملحق گوشہ شمال و مشرق۔ مابین دو پہاڑیوں کے بطور زاویہ ایک قبرستان ہے۔ مدینہ منورہ کو اسی میں ہو کر راستہ ہے۔ یہاں حضرت خدیجہ خاتون رضی اللہ عنہا اور حضرت قاسم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ و اسماء بنت ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہم اجمعین و دیگر بندگان و اکابرانِ دین کے مزار ہیں۔ اور بقول بعض حضرت آمنہ خاتون کا بھی مزار اسی جگہ ہے۔

دار حضرت خدیجہ الکبریٰ

جہاں حضور تا ہجرت مقیم رہے اور یہاں ہی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی تھیں۔

مقام مولد سرکار دو عالم

شعیب بنی ہاشم کے زقاق المولد (پیدائشی کوچہ) محمد بن یوسف نزار کے گھر میں پیدا ہوئے جو متصل حرم شریف زیر کوہ ابوقبیس ہے عمارت دو منزلہ ہے

دار حضرت ابوبکر صدیقؓ

اس کے قریب دو پتھر ہیں۔ ایک حجر متکلم جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وسلم سے کلام کیا تھا۔ دوسرا حجر متکا جس پر حضورؐ کی کہنی کا نشان ہے۔

مکان حضرت علیؓ

واقعہ محلہ شعیب بن ہاشم متصل حرم شریف اس جگہ ایک پتھر رکھا ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد پیدا ہونے کے اس پر تکیہ لگایا تھا۔

مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ

شہر سے بفاصلہ تین میل ہے۔

مسجد نذ النبی واقع منا

یہاں سورۃ انّا اعطینا نازل ہوئی تھی۔

غار ثور

واقع جبل ثور۔ حرم شریف سے گوشۂ جنوب و مشرق ہے یہاں حضورؐ اور ابوبکر صدیق بروز ہجرت رونق افروز ہوئے تھے۔

چاہ زمزم

حضرت ابراہیمؑ خدا تعالےٰ کے حکم سے حضرت اسمٰعیل کو اور اُن کی والدہ

ہاجرہ کو حجاز کی زمین میں جہاں اب کعبہ اور بیت اللہ ہے چھوڑ گئے حضرت اسمٰعیل کو پیاس نے بے چین کیا۔ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں قریب کی پہاڑیوں پر جن کا نام صفا اور مروہ ہے تشریف لے گئیں۔ وہاں پانی نہ ملا۔ واپس آئیں تو دیکھا کہ بے قراری کی حالت میں حضرت اسمٰعیلؑ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور ان کے قدموں کے نیچے سے پانی کا چشمہ پیدا ہو کر جاری ہے۔ حضرت ہاجرہ نے بیتابی میں پانی کو روک دیا۔ اگر نہ روکتیں تو اس چشمہ سے ہمیشہ حجاز کی تمام زمین سیراب ہوتی۔ اب یہ چشمہ کنویں کی صورت میں ہے جس کا نام چاہ زمزم ہے اور داخل حرم شریف ہے حاجی لوگ بطور تبرک ہر سال اس کا پانی لے جاتے ہیں۔

مسجد الحرام و بیت العتیق

خانہ کعبہ کے چار زاویے ہیں۔ اور قریب قریب مربع شکل ہے خانہ کعبہ کی خدمت خاندان شیبی کے سپرد ہے۔ اس مقام مقدس کی ایک سمت کی بلندی جو باب الصفا کے سامنے حجر اسود سے رکن یمانی تک ۱۹ ہاتھ ہے باقی سمتیں ۱۸ ہاتھ بلند ہیں۔ اس لئے کہ اوپر کا سطح پر نالہ کی طرف ڈھلوان رکھا ہے۔ پہلا وہ کونہ ہے جس میں حجر اسود نصب ہے۔ اس کونے سے طواف شروع کرتے ہیں اور حجر اسود کے سامنے سیدھے کھڑے ہو کر تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر طواف کی ابتدا کرتے ہیں تاکہ تمام جسم اس کے مقابل ہو کر گذرے اور خانہ کعبہ طواف کرنے والے کے بائیں طرف رہتا ہے۔ اس کے بعد میں عراقی ملتا ہے

اُس کا رُخ شمال کو ہے ۔ پھر رکن شامی ہے اُس کا رُخ مغرب کو ہے اور
پھر رکن یمانی ہے اُس کا رُخ جنوب کو ہے ۔ ہر پھیرے میں اسی طرح ملتی
ہیں۔ ہر دور رکن اسود کے پاس آکر ختم ہوتا ہے ۔ اس رکن کا رُخ مشرق
کی طرف ہے ۔

حجر اسود

قصص الانبیا میں ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے ۔ اس کو خدا کی طرف سے حکم
ہوا تھا کہ عہد نامہ قول و قرار روزِ الست لکھ کر اپنے مُنہ میں رکھ ۔ چنانچہ اُس نے
عہد نامہ اپنے مُنہ میں رکھا اور اُسی وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ فرشتہ
پتھر ہو گیا ۔ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السّلام اس کو بہشت سے اپنے ہمراہ لاتے
اور جب خانہ کعبہ تیار کیا تو اس پتھر کو داہنے رکن میں رکھا ۔ اب اس کو حجرِ اسود
کہتے ہیں ۔ روزِ قیامت یہ ہی پتھر اپنی اصلی صورت پر ہو گا (یعنی فرشتہ) اور
ہر ایک کا عہد نامہ کھولے گا ۔ جو شخص اپنے عہد پر قائم ہو گا اُس کو جنت ملے گی
اور جو برخلاف ہو گا وہ دوزخ میں جائے گا ۔ لیکن یہ روایت معتبر نہیں سمجھی
جاتی ہے ۔

بیت اللہ شریف

بیت اللہ شریف کا دروازہ رکنِ اسود اور رکنِ عراقی کے درمیان
حجر اسود سے دس بالشت کے فاصلے پر ہے ۔ اس فاصلہ کا نام ملتزم ہے

اور یہ جگہ جائے اجابت دعا کے واسطے مخصوص ہے۔ دروازہ زمین سے
گیارہ بالشت اونچا ہے۔ چوکھٹ چاندی کی ہے اور اس پر سونا چڑھا ہوا ہے
چوکھٹ میں نہایت اعلیٰ درجہ کی صناعی کی ہے۔ جس کے نظارہ سے نگاہ کو سیری
نہیں ہوتی۔ دروازے کے اوپر دو بالشت کی چوڑی سونے کی تختی ہے۔
دروازہ میں چاندی کے دو کنڈے ہیں۔ ان میں قفل پڑے رہتے ہیں۔

دروازہ کا رخ مشرق کو ہے اور اس کا طول تیرہ بالشت اور عرض
آٹھ بالشت ہے جس دیوار میں دروازہ ہے اس کا آثار پانچ بالشت کا ہے
مکانِ مقدس کے اندر دو رنگ کے پتھر کا فرش ہے اوپر کی جانب آدھی
دیواروں پر چاندی کی تہہ دے کر موٹا سونا چڑھایا ہے۔ دیکھنے میں ساری
سطح چاندی کی معلوم ہوتی ہے۔ چھت ساکھ کی لکڑی کے تین ستون پر
قائم ہے۔ اور یہ ستون عمارت کی لمبائی میں اس طور پر واقع ہیں کہ درمیانی
ستون وسط میں ہے۔ اور ایک ستون ارکان یمانی اور اسود کی دیوار کے
مقابل، دیوار سے تین قدم کے مقابل ہے۔ ہر ستون کے درمیان میں چار
قدم کا فاصلہ ہے۔ چھت بالکل رنگین ہے اور ریشمی کپڑے کی چھت گیری لگی
ہوئی ہے۔ باہر کا رخ چاروں طرف سے سبز حریر کے پردوں سے ڈھکا
ہوا ہے۔ پردوں کا تانا سوت کا اور بانا ریشم کا ہے۔ اور اس پر ریشم کے
خطوط میں یہ آیت لکھی ہوئی۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ الخ

تحقیق پہلا گھر بنایا گیا لوگوں کے واسطے مکہ میں۔

اور غلاف کے بانی خلیفہ الناصر دین اللہ کا نام بھی بقدر تین بالشت کے چوڑی
جگہ میں ریشم سے لکھا ہوا ہے۔ اس کے سوا بہت نقش و نگار اور بقدر دو
کی صنعت کی محرابیں جن میں ذکر خدا اور ناصر عباسی کے واسطے دعائیں منقوش
ہیں۔ پردوں میں بنی ہوئی ہیں مگر تمام نقوش کا رنگ یکساں ہے کل پردے
تعداد میں ۳۲ ہیں۔ دو بڑے ضلعوں کے ۸، اور دو چھوٹے ضلعوں کے سولہ
پڑے ہیں۔

مکان مقدس میں پانچ روشن دان ہیں اور اُن پر منقش عراقی شیشے لگے
ہوئے ہیں جو چاروں کونوں میں ہیں اور ایک وسط سقف میں ہے مگر ایک
کونے کا روشن دان جو زینے (قبو) کے اندر ہے نظر نہیں آتا۔ ستونوں کے
درمیان ۱۳ ہانڈیاں (زکواں) آویزاں ہیں۔ ایک تو سونے کی ہے اور باقی چاندی
کی ہیں۔ کعبہ میں داخل ہونے وقت پہلے بائیں جانب رکن اسود میں دو صندوق
ملتے ہیں جن میں کلام اللہ شریف ہیں۔ یہ صندوق رکن اسود میں فرش سے
قدِ آدم بلندی پر چاندی کی دو چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ رکن یمانی
میں بھی اسی قسم کی کھڑکیاں ہیں۔ لیکن ان دونوں کے چاندی کے کواڑ اکھڑ گئے
ہیں۔ فقط چوکھٹ باقی ہیں۔ ارکانِ شامی اور عراقی میں بھی ایسی ہی کھڑکیاں
نصب ہیں اور وہ ہنوز باقی ہیں۔ رکن عراقی میں ایک دروازہ ہے اُس کو
باب الرحمۃ کہتے ہیں۔ اسی دروازہ سے چھت پر جانے کا راستہ ہے۔ یہ زینہ
(قبو) چاروں طرف سے بند تہ خانہ کی شکل پر ہے اور اُس کے اندر سیڑھیاں
ہیں۔ زینہ کی بلندی چھت کے قریب تک ہے اور زینے کی وجہ سے رکن عراقی

کی دونو دیواریں آدھی آدھی ڈھک گئی ہیں۔ اور اسی سبب سے مکان مقدس کے پانچ رکن نظر آتے ہیں۔ دو ثلث کے قریب زینہ ریشمی پوشش سے ڈھکا ہوا ہے اس کے اندر ایک چھوٹا سا گھر مقام کریم سے رہنے کا بنا ہوا ہے۔

مقام کریم حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے کھڑے ہونے کی چیز ہے۔ یہ تین بالشت کا بلند اور دو بالشت کا چوڑا پتھر ہے۔ جو چاندی سے منڈھا ہوا ہے۔ بلاشبہ کمہار کے چاک کی شکل ہے اور درمیان میں نیچے کے حصے سے کچھ تنگ ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کے دونو قدم اور انگلیوں کے اس پر نشان ہیں مقامِ کریم اور مکانِ مقدس کے دیکھنے سے ایک ایسی ہیبت طاری ہوتی ہے جس سے عقل کو حیرت اور طبیعت کو توحش ہوتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور زبانیں آہ وزاری میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ گوشہ چشم سے زیادہ دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

دروازۂ مقدس کے بازو سے رکن عراقی کی طرف کو بارہ بالشت کا لمبا ساڑھے پانچ بالشت کا چوڑا، اور بالشت بھر اونچا ایک حوض بنا ہوا ہے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانہ میں اسی مقام پر مقام کریم رکھا جاتا تھا۔ حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام کریم کو خانہ اقدس کے باہر مصلّے کے قریب رکھوا دیا تھا۔ حوض میں خانہ کعبہ کے غسل کا پانی جمع ہوتا ہے۔ اسی جگہ روضۂ فردوس کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ اور اس میں نماز پڑھتے ہیں۔ نہر میں سفید ریت بچھا ہوا ہے۔ اب مقام کریم کی جگہ کعبہ شریف کے اوپر باہر دروازے اور رکن عراقی کی دیوار کے سامنے مصلے کے پاس ہے

مقام کریم پر لکڑی کا منقش قُبّہ قدِ آدم بلند لگا دیا ہے اور اُس کے اندر مقامِ کریم رکھا ہوا ہے۔ قُبّہ کے چاروں ضلع برابر ہیں اور ہر ایک ضلع چار بالشت کا ہے۔ اس کے گرد آڑے پتھروں کا کٹہرا بالشت بھر اونچا پانچ قدم لمبا اور تین قدم چوڑا حوض کی طرح بنا دیا ہے۔ اس قبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان ۱۰ قدم کا فاصلہ ہے۔ اس کے علاوہ مقام کریم کا ایک قبہ لوہے کا زمزم کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ایّام حج میں آدمیوں کی کثرت کے سبب سے لکڑی کا قبہ علیحدہ کر دیتے ہیں۔ اور لوہے کا رکھ دیا جاتا ہے۔

رکن اسود سے رکن عراقی تک ۵۴ بالشت کا فاصلہ ہے۔ حجر اسود زمین سے چھ بالشت بلند لگا ہوا ہے۔ دراز قد آدمی آسانی سے اس تک پہنچ جاتا ہے اور پستہ قد جھک کر بوسہ دیتا ہے۔ رکن عراقی سے رکن شامی تک ۴۸ بالشت کا فاصلہ ہے۔ مگر اس سمت کا فاصلہ داخل حجر ہے بیرونِ حجر کا فاصلہ ۴۰ قدم یا ۱۲۰ بالشت ہے۔ طواف بیرون حجر کرتے ہیں۔ رکن شامی سے رکن یمانی کا فاصلہ رکن اسود اور رکن عراقی کے برابر اور رکن یمانی سے رکن اسود کا فاصلہ رکن عراقی اور رکن شامی داخل حجر کے برابر تصور کرنا چاہیے۔ طواف کی زمین پر پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں کا فرش ہے پتھر سفید اور بھورے رنگ کے ہیں۔ طواف کے فرش کی زمین بیت اللہ شریف کی دیوار سے نو قدم تک چوڑی ہے۔ مگر مقام کریم کی جانب نو قدم سے چوڑائی بڑھا کر اُس کو بھی شامل کر لیا ہے۔ باقی حرم شریف کے کل صحن اور بعض دالانوں میں سفید ریت بچھا ہوا ہے۔ عورتیں فرش سنگین کے باہر طواف کرتی ہیں

رکن عراقی اور حجر کے درمیان میں حجر کے اندر داخل ہونے کا راستہ چار قدم یا چھ ہاتھ چوڑا ہے۔ اتنی جگہ میں دیوار اس واسطے نہیں بنائی کہ اہل قریش نے اس مقام کو کعبہ شریف میں داخل نہیں کیا۔

رکن شامی کی طرف بھی اتنا ہی چوڑا راستہ ہے۔ میزاب کے نیچے کی دیوار سے حجر کے سامنے والی دیوار کا فاصلہ بخط مستقیم ۴۰ بالشت کا ہے۔ اور اُس کی چوڑائی مدخل سے مدخل تک یعنی رکن شامی تک ۱۶ قدم ہے۔ حجر کی دیوار کے دور میں بڑی صنعت سے مینا کار پتھر لگائے ہیں اور ان میں محرابیں زرد پٹیاں چار خانے کی قطع کی بنائی ہیں۔ آفتاب کی چمک سے ایسی چمک اُن میں پیدا ہوتی ہے کہ نظر کو خیرہ کرتی ہے۔ یہ دیوار ۵½ بالشت بلند اور ۴½ بالشت چوڑی ہے اور اس کی شکل دو ثلث دائرے کے طور پر واقع ہوئی ہے۔ اندر کا فرش بھی مینا کار پتھروں سے بنایا گیا ہے۔ گول گول پتھر بعض ہتھیلی کے برابر اور بعض دینار کے برابر کچھ اس سے بھی چھوٹے تراش کر اس خوبی سے جوڑے ہیں کہ مینے کا کام معلوم ہوتا ہے۔ ان پتھروں میں شطرنجی اور انگشتری کے نقشے کچھ اس صنعت سے بنائے ہیں کہ دیکھنے سے طرح طرح کے پھولوں کا فرش معلوم ہوتا ہے۔ محرابیں بالکل کمان کی طرح خمیدہ بنا کر اُن میں یہ نقش و نگار بھرے ہیں۔ میزاب کے مقابل کی دیوار کے قریب دو پتھروں میں درخت شاخیں اور پتے اس خوبی سے بنائے ہیں کہ کاغذ کے تراشے ہوئے بھی ایسے نازک نہیں ہو سکتے۔ وسط حجر میں میزاب کے سامنے ایک پتھر عجیب و غریب نقوش کا دیوار میں نصب ہے اور اُس کی پیشانی پر

نہایت عمدہ جلی حرفوں میں یہ عبارت لکھی ہے :-

امیر تعمله عبد اللہ خلیفہ ابو العباس احمد الناصر الدین اللہ امیر المومنین فی ۵۷۶ھ	اس کی تعمیر کے بابت بندہ خدا خلیفہ ابو العباس احمد الناصر الدین اللہ امیر المومنین نے ۵۷۶ھ میں حکم دیا۔

میزاب یا پرنالہ حجر کی جانب کی دیوار پر نصب ہے۔ یہ دیوار سے چار ہاتھ حجر کے باہر نکلا ہوا ہے اور ایک بالشت چوڑا ہے۔ اس پر زرد رنگ کا روغن ہے۔ میزاب کے نیچے کی جگہ قبولیت دُعا کے واسطے مشہور ہے۔ یہی خصوصیت رکن یمانی کو بھی ہے۔ اس لیئے کہ وہ رکن شامی کی طرف میزاب کے متصل ہے اسی وجہ سے اسے مستجار کہتے ہیں۔ حجر کے صحن میں میزاب کے نیچے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی قبر ہے۔ قبر کے نشان کے واسطے ایک سبز رنگ کا لمبا مُحرابدار پتھر لگا ہوا ہے اور اُس کے قریب ایک گول پتھر ہے۔ دونو پتھر فرش میں ہموار لگے ہیں۔ اور اُن پر زردی مائل نقطے اس طرح کے ہیں کہ جیسے سونے کی معدن کے پتھر میں سے سونا نکال لینے کے بعد کچھ سنہری دھبے رہ جاتے ہیں۔ اس قبر کے برابر رکن عراقی کی جانب اُن کی والدہ ہاجرہ کا مزار ہے اس کے نشان کے واسطے بھی سبز رنگ کا ۱½ بالشت چوڑا پتھر لگا ہوا ہے دونو قبروں کے درمیان میں سات بالشت کا فاصلہ ہے۔ ان دونو مقامات پر لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ اس لیئے یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ مقام حجر احاطہ بیت اللہ شریف میں سے ہے۔ دوسرے اُن انبیاء مقدسہ کا مدفن ہے وہاں جو کوئی نماز پڑھتا ہے اُس کو نفع پہنچتا ہے۔

چاہ زمزم کا قبہ رکن اسود سے ۲۴ قدم کے فاصلہ پر اس کے مقابل ہے
اس قبہ کے دہنی طرف ۱۰ قدم کے فاصلہ پر مصلے کی جگہ ہے۔ قبہ کے اندر
بالکل سفید پتھر کا فرش ہے۔ اور رکن اسود کے مقابل کی دیوار کے قریب یہ
کنواں ہے۔ کنویں کی گہرائی گیارہ قامت اور پانی کا عمق سات قامت ہے
قبہ کا دروازہ مشرق کی طرف ہے اور کنویں کا من سنگ رخام کا اس استحکام سے
بنایا ہے۔ کہ دنوں تک نقصان کا اندیشہ نہیں۔ ہر پتھر کے جوڑ میں سیسہ پگھلا کر
ڈالا ہے۔ گولی کے اندر بھی سیسے سے جوڑ ملائے ہیں۔ سیسے کی ۳۲ سلاخیں
گولی سے ملا کر پانی کے اندر تک لگائی ہیں اور من کے اوپر ان کے سرے خوب
اچھی طرح جما دیئے ہیں۔ من کا محیط ۴۰ بالشت اور بلندی ساڑھے چار بالشت
اور چوڑائی ڈیڑھ بالشت ہے، قبہ کے اندر بالشت بھر چوڑا دو بالشت گہرا، زمین
سے پانچ بالشت اونچا سقایہ بنا ہوا ہے۔ اس میں وضو کے واسطے پانی بھرا رہتا
ہے۔ سقایہ کے چاروں طرف چبوترہ ہے۔ اس پر بیٹھ کر لوگ وضو کرتے ہیں
اس قبہ کے پیچھے قبہ المشراب ہے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے
منسوب ہے پہلے اس میں حجاج کو پانی پلایا جاتا تھا۔ اب اس میں زمزم کا
پانی سرد کر کے شام کو حجاج کے واسطے پلانے کے لئے باہر نکالتے ہیں۔
قبہ عباسیہ کے عقب میں کسی قدر بڑا قبہ یہودیہ ہے۔ ان دونوں میں حرم
شریف کی روشنی کا سامان وقف شدہ کلام اللہ شریف اور کتابیں رہتی ہیں
دونوں کے دروازے شمال کی جانب ہیں۔ قبہ یہودیہ کے کعبہ رخ دیوار کا کونہ قبہ
عباسیہ کے مشرق اور دیوار کے بائیں کونے سے ملا ہوا ہے۔ حجر اسود سمت مشرقی

کے کونے پر نصب ہے۔ کہتے ہیں کہ دو ہاتھ کے قریب دیوار میں دبا ہوا ہے۔
دو ثلث بالشت کے قریب چوڑا، ایک بالشت اور ایک بند انگشت کے برابر
لمبا ہے۔ چاروں ٹکڑے جن کو قرمطی نے توڑا تھا۔ چاندی کے پتھروں سے
باہم جڑے ہوئے ہیں۔ چاندی کی سفیدی سیاہی کی چمک میں ایسی بھلی معلوم
ہوتی ہے کہ نگاہ کو نظارہ سے سیری نہیں ہوتی۔ بوسہ دیتے وقت اس لطف
کی ملائمت اور ٹھنڈک لبوں کو محسوس ہوتی ہے کہ اس سے منہ علیحدہ کرنے کو
جی نہیں چاہتا۔ حجر اسود کے سالم ٹکڑے میں جو مقابل کھڑے ہونے والے کے
داہنی طرف ہوتا ہے ایک سفید چمکتا ہوا نقطہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اس نقطہ کے نظارہ سے نگاہ روشن ہوتی ہے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ اس نقطہ کے
چومنے میں کوشش کرے۔

مسجد الحرام کی چاروں سمتوں میں تہرا دالان ایک دوسرے سے اس طرح ملا
ہوا ہے کہ گویا ایک ہی دالان ہے۔ درمیان میں بہت بڑا صحن چار سو ہاتھ طویل
اور تین سو ہاتھ عریض ہے۔ حضورؐ کے عہد مبارک میں یہ صحن کم تھا اور چاہ
زمزم اس سے باہر تھا۔ رکن شامی کے سامنے اس زمانہ کی ایک بنیاد باقی ہے
اور وہ رکن شامی سے ۲۲ قدم کے فاصلہ پر ہے۔ پہلے کعبہ شریف کے
چاروں طرف بہت وسعت تھی۔ پتھر کے ستون کی تعداد ۴۷۱ ہے۔ دار الندوہ
کے چوبی ستون اس شمار سے علیحدہ ہیں۔ دار الندوہ حرم شریف میں بڑھا لیا ہے۔
مغرب کی طرف شمال کو جو سلسلۂ عمارت کا آیا ہے اس میں یہ داخل ہے۔ دالان
میں ہو کر اس کے اندر جاتے ہیں۔ دالان کی دیوار میں سراسر محرابیں بنی ہوئی

ہیں۔ اور اُن کے نیچے چبوترے ہیں۔ اسی طرح اس کے سامنے کے دالان کی دیوار میں جو جنوب سے مشرق کو آتی ہے۔ محرابیں اور چبوترے ہیں۔ باقی دالانوں کی دیواروں کے نیچے بغیر محرابوں کے صرف چبوترے ہیں اور یہ عمارت مکمل ہے۔ باب ابراہیمؑ کی طرف مغرب سے جنوب کو آنے والی لائن میں بھی دالان ہے۔ مغرب سے شمال کو جو لائن آتی ہے اُس کی دیوار پہ یہ عبارت تحریر ہے۔

امر عبداللہ محمد المہدی امیر المومنین اصلحہ
بتوسیعہ المسجد الحرام لحاج وعمارت فی سنۃ ۱۶۷ھ

حرم شریف کے سات مینار ہیں۔ چار چاروں کونوں پر ایک دارالندوہ میں۔ ایک باب ابراہیم پر ایک باب الصفا پر۔ یہ آخری مینارہ اسی دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور سب سے چھوٹا ہے۔ تنگی کی وجہ سے اس پر چڑھنا دشوار ہے۔ باب الصفا جنوب سے مشرق کو جانے والی سلسلۂ عمارت میں رکن اسود کے مقابل ہے۔ اس دروازے کے سامنے کے دالان میں جو رکن اسود کے محاذات میں ہے ۲ ستون ہیں۔ اور ان پہ یہ عبارت لکھی ہے:۔
"امر عبداللہ محمد المہدی امیر المومنین اصلحہ اللہ یا قامتہا"

کعبہ شریف کے دروازے پر سونے کے پانی سے جلی حروف میں ہ

عبارت نہایت خوشخط تحریر ہے

دروازے کی چوکھٹ پر موٹے موٹے چاندی کے پتر جڑے ہوئے ہیں بائیں جانب کے کواڑ میں چاندی کے منقش مینی لگی ہوئی ہے اور اُس پر سونا چڑھا دیا ہے۔

غلاف

خانہ کعبہ پر ایک سیاہ غلاف چڑھا رہتا ہے۔ اس کو قسوہ کہتے ہیں۔ حج کے موقع پر پُرانا غلاف اُتار کر نیا غلاف چڑھا دیتے ہیں۔ یہ سلطان کے خرچ سے شہر قاہرہ میں تیار ہوتا ہے۔

۵۷ھ میں ابوالفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ پانچ برس کی عمر میں گم ہو گئے۔ چنانچہ اُن کی والدہ فاطمہ بنت عمر نے آپ کے ملنے پر حریر و دیبا کا غلاف خانہ کعبہ پہ چڑھانے کی نذر کی تھی بفضل ایزدی اس نذر کے بعد ہی مل گئے اور فاطمہ بنت عمر نے اپنی منت پوری کی۔ یہ سب سے اول عورت ہیں

جنہوں نے خانہ کعبہ پر حریر و دیبا چڑھایا۔ الناصر الدین اللہ احمد بن المتقی کے قبل کعبہ پر سفید دیبا کا چڑھتا تھا۔ اُس نے سبز پہنایا۔ اور پھر سیاہ اُس وقت سے آج تک پہنایا جاتا ہے۔

غلاف کے ۳۴ ٹکڑے ہیں۔ مگر ان کو آپس میں اس طرح ملا دیا ہے کہ ایک ہی پردا معلوم ہوتا ہے۔ دیوار کے زیریں حصّہ میں ایک بالشت اونچا اور دو بالشت چوڑا چونے کا گولہ بنا کر اس کے اندر لکڑی کا چوکھٹا جما دیا۔ چوکھٹے میں لوہے کی کیلیں ہیں اور کیلوں کے سروں پر لوہے کے کنڈے ہیں ان کنڈوں میں چاروں طرف ڈوری پڑی ہوئی ہے۔ پردے کے دامن ڈوری کے نیچے سے نکال کر نیفے کی طرح مضبوط ڈوری سے سی دیئے ہیں۔ کعبہ شریف کے چاروں کونوں پر قد آدم تک پردے باہم سِلے ہوئے ہیں۔ اور قد آدم کے اوپر ہکوں سے جوڑ دیئے ہیں۔ خانہ کعبہ کے اوپر کی جانب دیوار میں بھی چاروں طرف نیچے کی طرح گولہ بنا کر اس میں لکڑی کا چوکھٹا اور کنڈے لگائے ہیں۔ اور اسی طرح پردے کے دامن ڈوری سے سی دیئے ہیں۔ غرض کہ یہ پردے نہایت مضبوط سِلے ہوئے ہیں اور سال میں ایک بار بدلے جاتے ہیں۔

مصلے

مسجد الحرام میں چار مشہور مصلے تھے۔ ایک حنفی دوسرا شافعی تیسرا حنبلی اور چوتھا مالکی۔ ہارون رشید بن مہدی کے زمانہ میں۔ مذہب ابوحنیفہ، امام شافعی امام حنبل اور امام مالک کی بنا پڑی۔ اور مذاہب اربعہ کے لوگ ایک دوسرے کو

مکروہ نظر سے دیکھنے لگے اور جھگڑا کرنے لگے تو آٹھویں صدی کی ابتدا میں حاکم مصر ملک ناصر فرخ بن برقوق نے مکہ شریف میں چار مذہب کے چار مصلے علیحدہ کر دیئے جس سے ایک تفرقہ بین المسلمین کی صورت ہو گئی اور بجائے ایک جماعت کے چار جماعتیں ہو گئیں۔ لیکن اب موجودہ حکومت نے ایک ہی باقی رکھا ہے۔

محاذی کعبہ

بیت المعمور (بیت الاقصلی) ساتویں آسمان پر ہے حضرت ابراھیم علیہ السّلام وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ ہر روز ۷۰۰۰۰ ہزار فرشتے اُس کی زیارت کرتے ہیں۔ اور جو ایک بار زیارت کر جاتے ہیں پھر قیامت تک نہیں آتے کہتے ہیں کہ بیت المعمور محاذی کعبہ ہے اگر وہاں سے کوئی چیز پھینکیں تو کعبہ کی چھت پر گرے۔ گویا وہ کعبہ آسمانی ہے شاید ابراھیم علیہ السلام اسی وجہ سے وہاں تشریف رکھتے ہیں کہ انہوں نے زمین پر کعبہ بنایا۔ اور خدا نے اُنہیں کعبہ آسمانی عنایت فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے بیت الاقصلی کو یاقوت موتی اور سبز زمرد سے بنایا۔ اُس میں ۱۲ ستون یاقوت سرخ کے ہیں اور صحن اُس کا موتی کا ہے۔ بیت المعمور بزمانہ نوح ؑ زمین سے فلک ہفتم پر بعد زیارت نوح ؑ فرشتوں نے اٹھا لیا تھا۔ لیکن یہ روایت اسلام میں سند صحیح سے ثابت نہیں ہے۔

کیفیت خانہ کعبہ

اصل بنائے کعبہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ہے لیکن مقدس بیت اللہ کی متعدد اوقات میں تعمیر ہوئی۔ چنانچہ علامہ ارزقی فاضل بن الحق سے روایت ہے کہ ابراھیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو نو گز بلند بنایا تھا۔ جانب پیش دروازہ حجر اسود سے رکن شامی تک اس کا طول ۳۲ گز تھا۔ جانب پشت اس کا طول رکن غربی سے رکن شمالی تک ۳۱ گز اور عرضاً رکن یمانی سے حجر اسود تک ۲۱ گز تھا۔ دروازہ اس کا بالکل زمین سے ملا ہوا تھا۔ کواڑ اور بازو نہیں لگائے گئے تھے۔ اس مقدس مکان کے اندر جاتے ہوئے دائیں جانب ایک کنواں بنادیا تھا۔ اس غرض سے کہ بیت اللہ کے تحائف جو اطراف و جوانب سے آئیں اس میں رکھے جائیں۔ اور اس پیمائش کے مطابق جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہم خانہ کعبہ کا نقشہ اس مقام پر ثبت کئے دیتے ہیں جس سے اس کی قطع بخوبی سمجھ میں آجائے گی۔

خاکہ خانہ کعبہ

۱۵

۳۲

۳۱
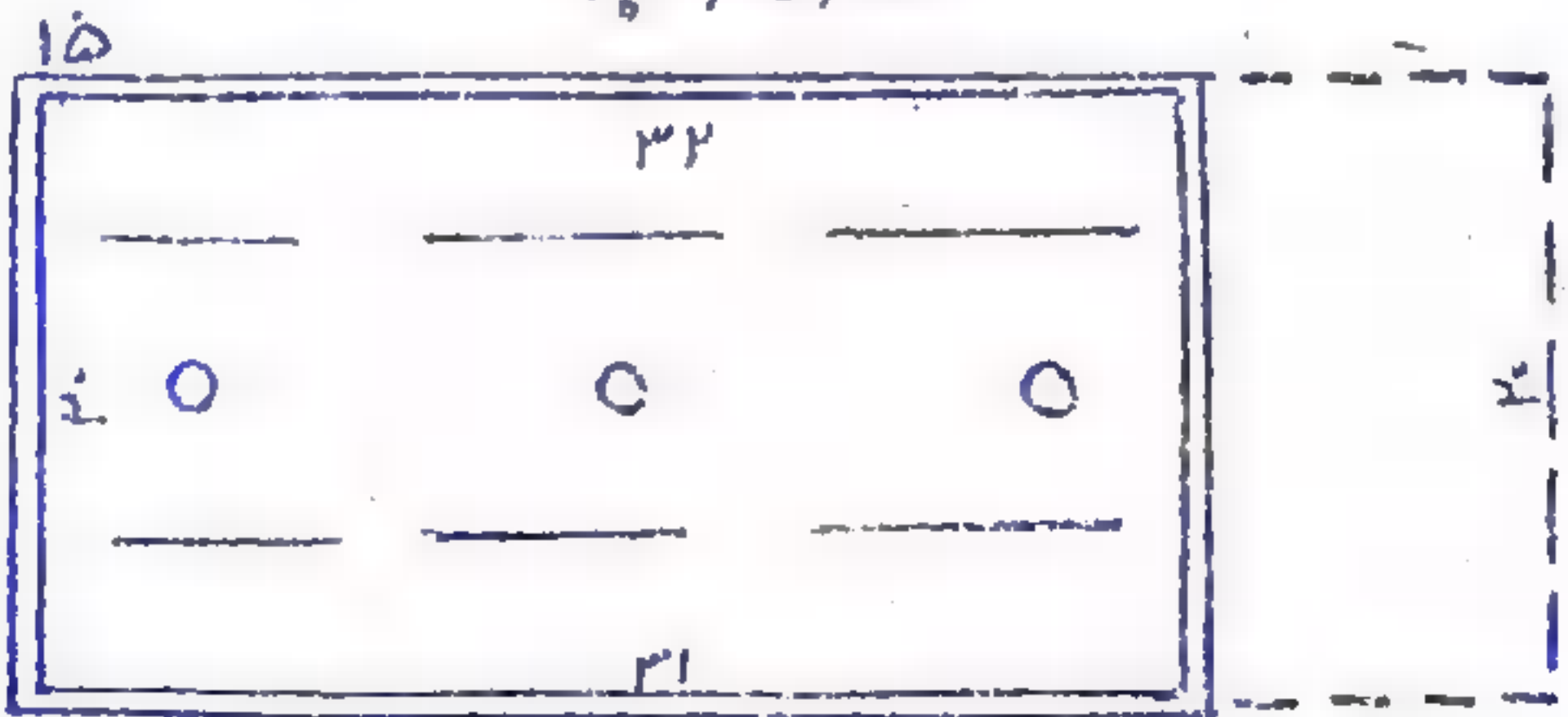
دائیں طرف کا حصہ جو نقطوں سے گھرا ہوا ہے وہ ابراھیمؑ کے وقت میں کعبہ میں داخل تھا۔ لیکن قریش نے تعمیر کے وقت اس کو چھوڑ دیا۔ اندر کعبہ جو چھ نقطہ مستطیل ہیں وہ لکڑی کے ستون ہیں؟ جو قریش نے قائم کئے تھے۔ اور یہ اب نہیں ہیں۔ اور جو تین نقطہ مدور ہیں وہ ستون عبداللہ بن زبیر نے بنائی ہیں۔ اسمٰعیلؑ کے انتقال کے بعد بنی جرہم اس خانہ خدا کے متولی ہوئے اُن کے زمانہ میں ایک پہاڑی نالہ آیا اور کعبہ میں پانی چڑھ گیا کعبہ منہدم ہو گیا۔ تب بنی جرہم نے اس بنیاد پر کعبہ بنایا۔ لعبض نے کہا ہے کہ عمالقہ نے تعمیر کعبہ کی۔ یہ نادانی ہے۔ اُس وقت ابراھیمؑ و اسمٰعیل علیہم السّلام پیدا تک نہیں ہوئے تھے۔ اس وجہ سے بعض مورخین نے غلطی سے لکھ دیا ہے کہ بنی جرہم سے پہلے عمالیق نے خانہ کعبہ بنایا ہے۔ حالانکہ یہ روایت بالکل بے اصل ہے اور یہ تعمیر غالباً سنہ عیسوی سے ایک صدی پیشتر واقع ہوئی تھی۔ پھر ان کے بعد میں قصی بن کلاب نے کچھ بنایا۔ غالباً اس تعمیر کی وجہ سیلاب ہوگی۔

یہ تعمیر جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے۔ ۲۰۰ برس قبل از ولادت آنحضرت ہوئی کیونکہ قصی آنحضرتؐ کی چھٹی پشت میں ہوتے ہیں۔ اور ستون کو قائم کر کے کعبہ کو مسقف (چھت دار) بنایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پینتیسویں سال اکابران قریش نے حرم شریف کی دیواریں اور کرسی بلند کر کے چھت بنائی۔ اُس وقت آنحضرتؐ پتھر ڈھونے میں شریک تھے۔ اور حجر اسود کو اُس جگہ پر نصب کیا۔ لیکن انہوں نے کعبہ کو بہ نسبت سابق کے دہ چند مرتفع

کیا اور چھ ورع ایک بالشت زمین چھوڑ دی اور اُس طرف عرض میں ایک جدید بنیاد کھود کر دیوار چُن لی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے عہدِ خلافت میں ایک جدید دیوار خانہ کعبہ کے گرد بنائی گئی۔ اور کچھ مکانات توڑ دیئے گئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں کچھ تعمیر میں اضافہ کیا اور اسلام میں سب سے پہلے ۶۴ھ ۶۵ھ میں عبداللہ بن زبیر نے حطیم بذریعہ تعمیر جدید داخل حرم شریف کیا۔ اور اُس کی تعمیر ویسے ہی کی جیسے ابراہیمؑ نے کی تھی۔ لیکن انہوں نے ایک دروازہ جدید کا نب غرب قائم کیا اور بلندی قریش کی بلندی سے بھی بڑھا دی یعنی ۲۷ گز کر دی اور ستون چھت پاٹنے کے لئے بنائے۔ ۷۴ھ میں عبدالملک حجاج بن یوسف نے شرارتاً حطیم حرم شریف سے خارج کر دیا۔ بعدہٗ ولید نے کچھ ترمیم کی۔ ابوجعفر منصور نے کچھ مکانات جدید گرد حرم شریف کے تعمیر کرائے۔ معتضد باللہ عباسی نے شمالی کی طرف باب الزیادہ تک پشت کعبہ باب ابراہیم تک جدید عمارت تعمیر کر کے احاطہ حرم شریف کو بڑھایا۔ ۹۸۰ھ میں سلیمان خان بادشاہ قسطنطنیہ نے عمارت حرم شریف کو از سر نو کمال پختگی و خوبی سے تعمیر کرنا شروع کیا۔ جو سلطان مراد خان اُس کے بیٹے کے عہدِ حکومت میں ختم ہوئی۔

کعبہ ایک مسجد کے صحن میں واقع ہے۔ اُس مسجد کا نام مسجد الحرام بھی ہے یہ مسجد بہت بڑی ہے۔ اس مسجد میں ۱۵۲ قبے ہیں جن کی شکل گولائی میں الٹی کڑاہی کی سی ہے۔ ستون اونچائی میں تیس تیس فٹ سے زیادہ ہیں۔ اکثر سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ بعض مختلف قسم کے پتھروں کے بھی ہیں۔

اُن کی تعداد چھ سو کے قریب ہے۔ مسجد الحرام میں ۱۳۰۰ سے زیادہ کنگرے ہیں مسجد کے بڑے دروازے سترہ ہیں اور ۳۹ کھڑکیاں ہیں۔ ان سب دروازوں کے جدا جدا نام ہیں۔ پہلے زمانہ میں مسجد کے مینار زیادہ تھے، لیکن اب صرف سات موجود ہیں۔ مسجد الحرام اور اُن مکانات اور زمین کو جو اس کے اندر ہے اُس کو حرم کہتے ہیں۔ حرم کی چار دیواری کے ساتھ ساتھ مکانات بنے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر کعبے کی تعمیر کی تھی اُس پتھر پر حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان ہو گئے تھے اس سبب سے اُسے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ کعبہ کی اونچائی شرعی گز یعنی ۲۴ انگل کے گز سے ۱۸½ گز ہے لمبائی تقریباً ۲۵ گز اور چوڑائی تقریباً ۲۲ گز۔ دیواروں کی موٹائی تقریباً دو گز ہے۔ خانہ کعبہ کے تلے اُوپر دو چھتیں ہیں۔ اور دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہے۔ دروازہ شرقی دیوار میں ہے جس کی بلندی چھ گز اور عرض چار گز ہے۔ کواڑوں کے تختے سال کے ہیں۔ اور اُن پر چاندی کے پترے منڈھے ہوئے ہیں زمین سے دہلیز کی بلندی کچھ اُوپر چار گز ہے۔

(خیر الکلام فی البلاد عرب واسلام، سوانح بانی حضرت ہندوال کریم)

فاران

فاران سے مُراد مکہ اور زمین حجاز ہے اس لئے کہ فاران ایک شخص کا نام ہے جو عمالقہ قوم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہے اُس نے حجاز کے چھینے کر کے مکہ شریف کو پایہ تخت بنایا تھا۔ اس لئے اس کے نام سے موسوم ہے

یہ جو توریت میں ہے کہ طور سینا سے خدا آیا اُس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کا دینِ الٰہی بواسطہ اُس وحی کے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی ظاہر ہوا۔ اور فاران کی چوٹیوں سے نور جلوہ گر ہوا۔ رفتہ رفتہ چاروں طرف پھیلتا گیا اور اس کرہ ارض کو اپنے آغوش میں لے لیا۔ یہ نور اسلام تھا۔ دنیا کے چپہ چپہ پر آج اسلام کے علمبردار موجود ہیں۔ طلوع اسلام کے ۱۴ سو سال بعد دنیا کی ۱/۴ آبادی حلقہ بگوش اسلام ہے۔ آج انڈونیشیا سے مراکش تک اسلامی حکومتوں کا ایک ایسا سلسلہ ہے جس پر سورج کہیں غروب نہیں ہوتا۔ ۱۹۷۰ء کی مردم شماری کے مطابق یہ تعداد ستر کروڑ تک پہنچ گئی تھی۔ بحرالکاہل میں انڈونیشیا سے لے کر بحر اوقیانوس کے ساحل مراکش تک اسلامی ممالک کا اگرچہ ایک سلسلہ قائم ہے مگر وہ اپنے بے شمار قدرتی ذخائر سے پوری طرح استفادہ نہ کر سکنے کے باعث پس ماندہ ملکوں کی صف میں ہیں اور عصرِ حاضر کی ضروریات کے لئے دوسروں کی طرف دیکھتے ہیں۔ اگر ان میں اتحاد ہو اور وہ اپنے رسائل سے فائدہ اٹھائیں تو ایک عظیم طاقت بن سکتے ہیں۔

سائر

سائر سے مراد ملک شام کا ایک پہاڑ۔ وہیں حضرت عیسیٰ کے دین نے ظہور کیا اور فاران کی پہاڑیوں پر ظہور کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خدا نے مکہ میں دینِ اسلام کے ذریعہ سے تجلی کی اور وحی الٰہی حضرت کی ذاتِ اقدس پر نازل ہوئی۔ اور توریت میں جو آیا ہے کہ قدسیوں کے لاکھ ان کے ساتھ ہوں گے

سو قدسیوں کے تو اسے مراد اُمت و اولیائے کرام ہیں اور آنحضرت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ ہمیشہ آپؐ کے ہمرکاب سعادت رہے اور ایک دم کو آپؐ سے جُدا ہوئے۔ منجملہ اس آیت کے یہ بھی شہادت ہے جن پر چاروں کتابیں اناجیل نے اتفاق کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس وقت کہ انہوں نے آسمان پر عروج کیا۔ حواریوں سے کہا کہ میں اپنے باپ اور اپنے خدا کے پاس جاتا ہوں اور تم کو ایک نبی کا مژدہ سناتا ہوں جو میرے بعد ظہور کرنے والا ہے اُس کا نام فارقلیط ہے۔

جدّہ

عرب کا مشہور بندرگاہ جو بحر قلزم پر واقع ہے۔ جہاں حضرت حوّا کو اُتارا گیا تھا۔ اُس وقت سے اس کا نام جدہ ہے یعنی دادی امّاں کا مقام بن گیا اور یہاں ہی حوّا اور شیثؑ کا مزار ہے۔

عرفات

یہاں آدم اور حوّا کی ملاقات ہوئی ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانا: اس لیئے اس کو عرفات کہتے ہیں۔ بزمانہ حج عرفات کے میدان میں خدا کی بارگاہ میں گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

صفا و مروہ

صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر حضرت ہاجرہ، حضرت اسمٰعیل کے لیئے پانی

تلاش کرنے گئیں تھیں۔ بزمانہ حج یہاں پر دوڑ دوڑ کر اللہ تعالےٰ سے دُعا
مانگتے ہیں جیسے حضرت ہاجرہ دوڑی ہیں قریب حرم شریف ہے۔

منیٰ

قریب خانہ کعبہ ہے۔ حج کے زمانہ میں حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح قربانی کا
جشن منایا جاتا ہے

موقف

ایک مقام ہے ۹ ذوالحجہ کو بزمانہ حج دوپہر کے بعد دعا میں مصروف
ہوتے ہیں۔

مزدلفہ

یہاں ۹ ذی الحجہ کو ظہر اور عصر ایک ساتھ اور مغرب وعشا کی ایک ساتھ
نماز ادا کی جاتی ہے۔

جمرہ

۱۴ ذالحجہ کو صبح سویرے فجر کی نماز پڑھ کر یہاں شیطان پر کنکریاں ،
پھینکنے کی رسم ادا ہوتی ہے۔

مدینہ و حوالی مدینہ

مدینہ

یہ وہ پاک اور مقدس شہر ہے جہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے
ہجرت فرما کر تشریف لے گئے اور قیام فرمایا۔ اسی جگہ وفات پائی اور اسی جگہ

مدفون ہوئے، اس شہر کو کلام پاک میں خدا تعالےٰ نے یثرب کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں آکر سکونت اختیار فرمائی تو اُسے مدینۃ النبی کہنے لگے۔ یعنی نبی کا شہر، اور مدینۃ النبی کہتے کہتے صرف مدینہ کہنے لگے۔ اور پھر اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ حدیث میں اس شہر کو مدینہ طیبہ یعنی پاک شہر ہی لکھا ہے۔ اس شہر کے پاک اور مقدس ہونے کی اس سے بہتر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرتؐ نے اسے اپنے قیام اور اپنے پاک مذہب کی اشاعت کے لئے پسند فرمایا۔

مدینہ صوبۂ حجاز میں بحر احمر کے بندرگاہ ینبوع سے جانب شمال و مشرق سو میل، اور مکہ معظمہ سے بجانب شمال ۳۶۵ میل پر واقع ہے۔ ۲۵ درجہ ۱۳ دقیقہ طول ۴۰ درجہ دقیقہ عرض ہے۔ آبادی شہر قریب ایک لاکھ آدمی کی ہے یہ شہر ایک میدان مرتفع پر پہاڑیوں کے ایک سلسلہ میں واقع ہے۔ اور پہاڑیاں مغرب کی طرف سے ایک صحرا کی حد بندی کرتی ہیں جو بحر قلزم سے ملا ہوا ہے۔

۴۰ فٹ اونچی دیوار شہر پناہ کھچی ہوئی ہے جس میں جا بجا تین برج بنے ہوئے ہیں۔ اور تین بڑے پھاٹک ہیں۔ جنوبی پھاٹک کا نام باب المصر ہے۔ شہر پناہ کے باہر بھی کسی قدر آبادی ہے۔ آب و ہوا خوش آئندہ و معتدل زمین زرخیز و شاداب ہے۔ باغات و اشجار شاداب نظر آتے ہیں۔ زراعت، گندم جوار اور باجرہ ہوتی ہے۔ نہریں جا بجا بہتی ہیں کنوؤں کا پانی بمقابلہ مکہ شریف اچھا ہے۔ مدنی لوگ خوبصورت، نیک سیرت، خوش خو، نفیس مزاج مہمان نواز

اور خوش پوشاک ہوتے ہیں، شہر میں ہر قسم کی جنس دستیاب ہوسکتی ہے مکہ معظمہ سے گیارہ بارہ روز میں قافلہ یہاں پہنچتا ہے قافلہ حجاج مناخہ میں ٹھہرتا ہے۔ یہ مقام شہر پناہ کے باہر ہے اس کی چار دیواری ہیں مثل نصف دائرہ کے شہر پناہ کی غربی دیوار سے شروع ہو کر جنوبی دیوار سے جا ملی ہے۔ مناخہ کے چار دروازے ہیں خاص شہر دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک مدینہ قدیم دوسرا مدینہ جدید۔

شہر کے تمام کوچہ و بازار میں پٹی ہوئی نہر ہے جس میں جا بجا پیتل کی پیچ دار ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں جس کا جہاں جی چاہے بلا تکلف پانی پی لے علاوہ اس کے حرم شریف کے ہر دروازہ کے باہر ایک چبوترہ سنگین بنا کر اس کے مقابل دیوار میں نل آہنی قائم کر کے متعدد پیچدار ٹونٹیاں پیتل کی لگا دی ہیں اُن نلوں میں بذریعہ پمپ پانی چڑھتا ہے اور وضو کے کام آتا ہے اور حرم شریف کے چاروں طرف زمین دوز آہنی نل لگے ہوئے ہیں متصل باب السّلام گھنٹہ گھر ہے بازار چوک میں نہایت عالیشان سنگین عمارت شفاخانہ کی ہے۔ بازار کی دکانیں اور فرش سنگین بنا ہوا ہے۔ رات کو روشنی ہوتی ہے۔ خوشبویات کی چیزیں جیسی نادر مدینہ میں ہوتی ہیں ایسی دوسری جگہ نہیں ہوتی۔ خصوصاً گل سرخ، عمارت شہر کی دلچسپ عمدہ قطع کی ہے۔ شہر کے دروازے پر پلٹن کے سپاہیوں کا بازار اور شہر کے محلوں میں پولیس کا پہرہ رہتا ہے۔ بعض دروازوں میں محرابی گھڑیاں آویزاں ہیں۔ باب الشّامیہ کی جانب ایک قلعہ سنگین نہایت خوبصورت تعمیر ہے جس میں فوج رہا کرتی ہے۔ جو

توانین مکہ میں جاری ہیں انہیں کا یہاں بھی عملدرآمد رہتا ہے۔ اس متبرک اور مقدس شہر کی مٹی خوشبودار ہوتی ہے شہر کے اندر اکثر مسافر خانہ اور مدارس ہیں یہاں سے سڑک دمشق کو جاتی ہے جو ہر وقت صاف رہتی ہے۔

مسجد نبوی و روضۂ مقدس

مسجد نبوی کی بنیاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے رکھی اس مسجد کی تعمیر کے لئے انصار اور مہاجرین اپنے سروں پر مسالحہ اٹھا اٹھا کر لاتے اور اسے تعمیر کرتے تھے اور ابوہریرہؓ کی روایت کے بموجب حضرتؐ خود اینٹ مٹی گارا اٹھا اٹھا کر پہنچاتے تھے اس زمانہ میں یہ مسجد بہت چھوٹی تھی۔ شروع شروع میں اس مسجد میں امام کے لئے کوئی منبر نہ تھا خطبہ سنانے کے وقت بعض اوقات ایسا ہوتا کہ رسولِ خدا کھڑے کھڑے تھک جاتے تھے اور کسی لکڑی وغیرہ کے سہارے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس تکلیف کو رفع کرنے کے لئے ایک شخص نے بنی نجار میں سے منبر ایجاد کیا۔ یہ منبر لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ دو ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ چوڑا تھا۔ اس میں تین سیڑھیاں ایک ایک بالشت اونچی تھی۔

اس مسجد کے ایک گوشہ میں حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا جو اب بھی ہے اور اسی حجرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ ہے۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کی قبریں بھی اسی حجرے میں ہیں۔ اس حجرے کے قریب حضرت فاطمہؓ کا روضہ ہے۔ قبر پر سیاہ غلاف چڑھا ہوا ہے۔

پیغمبر خدا کے بعد اس مسجد کی کئی دفعہ ترمیم ہوئی۔ ۲۹ھ میں حضرت عثمانؓ نے اس کی ترمیم کی۔ ۸۸ھ میں خلیفہ ولید نے اس کو زیادہ وسیع کیا اور شاندار بنایا۔ ۱۹۱ھ میں بغداد کے خلیفہ مہدی نے اس میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ ۶۵۴ھ میں آتشزدگی کی وجہ سے یہ مسجد خراب ہو گئی تھی اسی سال پھر اس کی تعمیر ہوئی ۸۸۸ھ میں مصر کے بادشاہ نے اس کو تعمیر کیا اور اس زمانہ سے اب تک یہ مسجد اسی حالت میں چلی آتی ہے۔

مسجد مبارک مستطیل ہے اور چاروں طرف دالان بنے ہوئے ہیں درمیان میں صحن ہے اور ریت بچھا ہوا ہے۔ قبلہ کی سمت یعنی مغرب سے مشرق کی لائن میں پانچ درجہ کا دالان ہے۔ اور اس کے مقابل میں بھی اسی طرح پانچ درجہ کا دالان ہے۔ روضۂ اقدس قبلہ کی سمت کے دالان میں مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ روضۂ مبارک کی عمارت صحن کے طرف کے درجہ سے شروع ہو کر تیسرے درجہ میں تجاوز کر گئی ہے۔ اسی طرح چوڑائی میں مشرقی سمت کے دو درجہ تک منتہی ہوتی ہے۔ ان دالانوں کے چھ ستون روضۂ مبارک کی عمارت کے اندر آگئے ہیں۔

قبلہ رو دیوار ۲۴ بالشت اور مشرق رو دیوار ۳۰ بالشت عرلیض ہے مشرقی گوشہ سے شمالی گوشہ تک ۲۹ بالشت ہے۔ روضۂ مقدس کے پانچ گوشے اور پانچ دیواریں ہیں اس عمارت کی قطع ایسی عجیب ہے جس کی نظیر تعمیر ہونی محال ہے قبلہ کی طرف اس کو اس قدر ترچھا کر دیا ہے کہ اس کی طرف منہ کر کے نماز کے واسطے نہیں کھڑے ہو سکتے اس لئے کہ اس طرف منہ کر کے

کھڑے ہونے سے استقبال قبلہ صحیح نہیں ہوتا۔

روضۂ مطہرہ کے سرہانے کی دیوار میں آبنوس کا ایک صندوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کے مقابل نصب ہے۔ صندوق پر صندل کی پچی کاری کی ہوئی ہے اور نہایت چمکیلے چاندی کے پترے جڑے ہیں۔ پانچ بالشت کا طول، تین بالشت کا عرض اور چار بالشت کی بلندی ہے۔ رکن شمالی اور غربی کے درمیان میں ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ جگہ جبرئیل علیہ السلام کے نزول کی ہے۔ تمام روضۂ مقدس کی وسعت چاروں طرف سے ۲۸۲ بالشت سے کچھ زیادہ ہے۔ ہر دیوار کا ایک بالشت حصّہ زیریں جس کو اجارہ کہتے ہیں خوبصورت تراشے ہوئے پتھروں سے بنایا ہے اُوپر کے دوسرے ثلث حصّہ پر مُشک وغیرہ وغیرہ عطریات سے نصف بالشت موٹی کہگل کی ہے۔ سب کے اُوپر کے ثلث حصّہ میں لکڑی کی جالیاں ہیں اور یہ جالیاں مسجد کی چھت سے ملی ہوئی ہیں اس لئے کہ روضۂ مطہر کا کاسۂ اعلیٰ مسجد کی بلندی سے ملا ہوا ہے۔ روضۂ مقدس کے پردوں پر لاجوردی رنگ ہے۔ اور درمیان میں پھول بوٹے اور بیلیں وغیرہ ہیں۔ بوٹوں کے اندر خوشنما گول گول دائرے اور اُن کے گرد زمردی اور سفید نقطے ہیں۔ اور جاری کی پیشانی پر سفیدی مائل جدول ہے۔ غرض کہ اس کا منظر نہایت خوشنما اور دلچسپ ہے۔ قبلہ رو دیوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوئے مبارک کے محاذی چاندی کی میخیں ہیں۔ اُن کے سامنے سلام کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر کا سرِ مبارک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے بائیں ہے اور حضرت صدیق اکبر

کے دوش کے قریب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر مقدس ہے۔ پہلے قبلہ کی طرف پشت کر کے روئے مطہر کے سامنے سلام کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر داہنی طرف کو ذرا سرک کر صاحبین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں۔ اس طرف کی دیوار کے سامنے ۲۰ قندیلیں آویزاں ہیں۔ ان میں دو سونے کی باقی چاندی کی ہیں۔

روضۂ مقدس کے شمال میں پتھر کا ایک چھوٹا سا حوض ہے اور اس میں قبلہ رُو ایک حوض ہے۔ بعض سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مکان اور بعض قبر شریف بیان کرتے ہیں۔ اصل حال خدا کو معلوم ہے۔ روضۂ مطہر کے داہنی طرف ۴۲ قدم کے فاصلہ پر منبر شریف ہے۔ یہاں سے روضۂ مقدس تک ڈیڑھ بالشت بلند اور چھ قدم چوڑا پتھر کا فرش ہے منبر اور روضۂ صغیرہ کے درمیان میں آٹھ قدم کا فاصلہ ہے۔ حدیث شریف میں اس روضہ کو ریاض جنت میں سے فرمایا ہے۔ اس میں حصولِ برکت کے واسطے نمازیں پڑھتے ہیں اس کے سامنے قبلہ کی جانب ایک عمود ہے کہتے ہیں یہ عمود ستون حنانہ کی باقی ماندہ لکڑی پر چڑھا ہوا ہے۔ ستون حنانہ کی لکڑی عمود میں سے نظر آتی ہے۔ اس کو بوسہ دیتے ہیں اور اس پر منہ رگڑتے ہیں۔ روضۂ صغیرہ کے کنارے قبلہ کی طرف سرہانے والا صندوق ہے۔ منبر شریف زمین سے قد آدم بلند ہے۔ پانچ قدم لمبا اور پانچ بالشت چوڑا ہے آٹھ سیڑھیاں ہیں۔ اور ایک جھجر کے دار دروازہ ساڑھے چار بالشت کا بلند لگا ہوا ہے۔ یہ دروازہ مقفل ہے، جمعہ کو کھلتا ہے۔ کل ممبر پر آبنوس کی لکڑی چڑھی ہوئی ہے۔ سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ اُوپر نظر آتی ہے اس پر کسی قدر اُونچا کر کے
آبنوس کا تختہ لگا دیا ہے تاکہ اس جگہ کوئی نہ بیٹھ سکے۔ اس مقام مبارک کو لوگ
ہاتھ ڈال کر چھوتے ہیں۔ منبر کے داہنی طرف کے سرے پر جہاں خطبہ کے وقت
خطیب ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ چاندی کا ایک گھومتا ہوا حلقہ لگا ہوا ہے۔
اس کی قطع درزی کے انگشتانہ کی سی ہے۔ مگر اُس سے کسی قدر بڑا ہے۔ کہتے
ہیں آنحضرت صلعم کے خطبہ کے وقت حضرات حسنین علیہ السّلام اس سے کھیلا کرتے تھے

مسجدِ مبارک کا طول ۱۹۶ قدم اور عرض ۱۲۶ قدم ہے اور ۲۹۰ ستون ہیں
ستون چھت سے ملے ہوئے ہیں۔ مگر محرابیں نہیں ہیں۔ خیمے کے ستون کی طرح
ہیں۔ پتھر کے گول تراشے ہوئے ٹکڑوں سے ستون بنے ہیں۔ ہر ٹکڑے میں
سوراخ ہے۔ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کے سوراخ میں پھنسا کر اور گرم سیسہ
ڈال کر جوڑ دیا ہے۔ اوپر سے چونے کی قلعی کر کے اس طرح گھوٹنا ہے کہ دیکھنے
میں بالکل سنگ مرمر کے معلوم ہوتے ہیں۔ قبلہ رو دالان کے آخری درجہ میں
مقصورہ ہے اور اسی میں محراب ہے۔ لیکن امام روضہ صغیرہ میں نماز پڑھاتا ہے
مقصورہ کی محراب پیشانی پر ایک زرد رنگ کا پتھر بہت چمکیلا لگا ہوا ہے۔
اس پر کسریٰ کا آئینہ بتاتے ہیں۔ محراب کے اندر ایک چھوٹا سا ڈبہ کیل میں لٹک
رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کسریٰ کا جام ہے واللہ اعلم بالصواب۔

مقصورہ کے سامنے شرقی گوشہ میں دو خزانے ہیں اُن میں مسجد مبارک
کی کتب موقوفہ رکھی جاتی ہیں۔ روضہ صغیرہ اور مزار مقدس کے درمیان میں بہت
بڑی تپائی پر مقفل صندوق کے اندر کلام اللہ شریف رکھا ہے۔ یہ قرآن ان

چاروں قرآنوں میں سے ہے جو حضرت عثمانؓ نے چاروں طرف ممالک میں بھیجے تھے۔ شرقی دالان کے دُوسرے درجہ میں ایک زمین دوز دروازہ تہہ خانہ کا مقفل ہے اس کے اندر جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ یہ تہہ خانہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں منتہی ہوتا ہے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آمدورفت کا رستہ تھا۔ اس تہہ خانہ کے قائم رکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ خلیفہ اوّل کے مکان کے سامنے حضرت عمرؓ اور اُن کے صاحبزادہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مکان ہیں۔ روضۂ مقدس کے آگے ایک بڑا صندوق ہے۔ اس میں خاص روضۂ مبارک کی روشنی کا سامان شمعیں اور شمعدان وغیرہ پڑا رہتا ہے

مشرقی حصہ میں ایک لکڑی کا مکان ہے آستانۂ مقدس کے شب کے نگہبان رات کو اُس میں رہا کرتے ہیں۔ یہاں کے خدام نوجوان حبشی اور مخلالی خوبرو اور خوش لباس ہیں۔ یہاں کا موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ شمال کی طرف ایک نیا قبہ ہے جس کو قبۃ الزیب کہتے ہیں۔ اس میں مسجد مبارک کا تمام سامان رہتا ہے۔ اس قبہ کے سامنے صحن میں خرما کے پندرہ درخت ہیں۔ مسجد کی تمام دیواروں پر نیچے سے نصف بلندی تک سنگ رخام کا اجارہ بنا ہوا ہے۔ یہ پتھر مختلف الوان اور مینا کار ہیں۔ اُوپر کی نصف دیواروں پر نگینے ہیں۔ اُن کا سونا فیسفا کہلاتا ہے۔ نگینوں کی ترتیب میں بڑی صناعی کی ہے۔ قسم قسم کے درخت بنا کر اُس میں پھلوں کے بوجھ سے جھکی ہوئی بہت خوشنما ڈالیاں دکھلائی ہیں۔ خصوصاً قبلہ رُو دالان کی

صحن والی اور آخر کی دیوار، اسی طرح اس کے مقابل کی دونوں دیواریں اور شرقی وغربی دالانوں کی، صرف صحن والی دیواریں نہایت خوشنما اور ہفت کار ہیں اُن کے اُوپر طرح طرح کے رنگوں سے اس خوبی سے جدولیں کھنچی ہیں کہ اُن کا وصف احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ مگر اس مسجد مبارک کا روضۂ مقدس کے گرد تعمیر ہونا ہی تمام زمینوں پر فائق ہے۔

مسجد کے انیس دروازے ہیں۔ چار تو کھلے ہوئے ہیں۔ باقی بند ہیں۔ کھلے ہوئے دروازوں میں سے دو دروازے غرب اور دو شرق کو ہیں۔ غربی دروازوں میں سے ایک کو باب جبرئیل اور دوسرے کو باب الرجاء کہتے ہیں۔ بند دروازوں میں سے پانچ غرب کو پانچ شرق کو۔ ایک قبلہ رُو اور چار شمال کو ہیں۔ باب جبرئیل کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکان ہے اور اس مکان میں آپ کو شہید کیا گیا تھا۔ شرقی حصہ میں جمال الدین موصلی کا مزار ہے۔ اس مزار اور روضۂ اقدس کے درمیان مسجد کی دیوار میں لوہے کی جالی لگی ہوئی ہے۔ اس کے ذریعہ سے بوئے فردوس اُس کے مشام جان کو معطر کرتی ہے۔ مسجد میں تین مینار ہیں۔ ایک قبلہ رو دیوار میں شرقی کونے پر اور دو شمالی دالان کے گوشوں پر ہیں۔ مگر یہ آخر الذکر دونوں مینار برجوں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہیں۔

مشہد حضرت حمزہ رضؓ وجبل اُحد

مشہد جبل اُحد سے قبلہ کی جانب دامن کوہ واقع ہے۔ جبل احد مدینہ شریف سے شمال کی جانب تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ مشہد میں ایک مسجد ہے

اور اُس کے سامنے شمال کی طرف میدان میں حضرت حمزہ کا مزار ہے اور مزار کے سامنے گنج شہیدان ہے۔ اس میدان کے محاذی جبل اُحد کے اسفل میں وہ غار مبارک ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھا کرتے تھے۔ گنج شہیدان کے گرد کی سرخ زمین حضرت حمزہؓ سے منسوب ہے۔ اس مٹی سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں۔

بقیع الغرقد و بیت الحزن

بقیع الغرقد مدینہ پاک کے شرق میں ہے جس دروازہ سے اس مقام کو راستہ گیا ہے اُس کو بھی باب البقیع کہتے ہیں۔ دروازہ سے نکلتے ہی داہنی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی اور حضرت زبیرؓ کی ماں بی بی صفیہؓ کا مزار ہے سامنے مالک بن انس کا مزار ہے۔ اس پر بھی سفید قبہ ہے اور قبہ پر لکڑی کے تختے لگے ہوئے ہیں۔ اُن پر خوبصورت برنجی کا کام ہے۔ اس قبہ کے داہنی طرف عبدالرحمٰن الاوسط ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مزار ہے جن پر حضرت عمرؓ نے حد لگائی تھی۔ اور اُس کے صدمہ سے بیمار ہو کر وفات پائی۔

قبر کے قریب عقیل بن ابی طالب اور عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ عنہم کے مزار ہیں۔ ان کے برابر ایک روضہ میں ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربتیں ہیں۔ اس روضہ کے برابر ایک چھوٹے سے مرقد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین اولادوں کی قبریں ہیں۔ اُن کے بعد حضرت عباس ابن عبدالمطلب اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے مزار ہیں۔ ان مزاروں پر

بہت بلند قبہ ہے۔ اور باب البقیع سے قریب ہے۔ داہنی طرف حضرت عباسؓ کے پائنتی حضرت امام حسن علیہ السلام کا سر مبارک ہے۔ یہ دونوں قبریں بہت عریض اور زمین سے بلند ہیں۔ قبروں پر نہایت خوشنما تختے لگے ہوئے ہیں تختوں پر برنجی چادر کاٹ کر بیلیں بنائی گئی ہیں۔ اس آرائش سے منظر دلفریب ہو گیا ہے۔

قبہ کے برابر حضرت سیدہ النساء فاطمہ الزہرا کا بیت الحزن ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ اس مکان میں رہا کرتی تھیں۔ بقیع کے آخر میں حضرت عثمان شہید مظلوم رضی اللہ عنہ کا مزار ہے اور اس پر ایک چھوٹا سا قبہ ہے اور وہیں پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد اللہ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے اور اسی مزار پر یہ عبارت مرقوم ہے:-

ما ضم قبر احد کفاطمہ بنت الاسد رضی اللہ عنہا
وعن بنیا۔

اس کے سوا البقیع میں مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کے بے شمار مزارات ہیں۔

قبا اور مسجد قبا

اس مسجد کی بنیاد اس طرح پڑی کہ جب سرورِ کائنات مکے شریف سے ہجرت فرما کر آئے۔ اس کا سنگِ بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ یہ پہلی

مسجد ہے جو اشاعتِ اسلام کے بعد تعمیر ہوئی۔ پہلے پہل یہ مسجد بہت مختصر تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی توسیع کی اور سلطان عبدالحمید خان نے از سرِ نو تعمیر کیا۔ یہ مسجد بہت متبرک خیال کی جاتی ہے اور اس جگہ نماز ادا کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے۔

مدینہ شریف سے قبلہ کی طرف دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہلے یہ جگہ مدینہ منورہ سے قبا تک برابر بہت آباد تھی۔ مگر آج کل یہاں سے وہاں تک خرما کے باغات ہیں۔ یوں تو مدینہ کے چاروں طرف باغوں کی کثرت ہے لیکن سب سے زیادہ مشرق اور قبلہ کی طرف اور سب سے کم مغرب کی جانب ہیں قبا ہی میں وہ مسجد ہے جس کی بنا التقویٰ پر ہے۔ یہ مسجد عرض و طول میں مربع ہے۔ مینار نہایت بلند اور سفید ہیں۔ بہت دُور سے نظر آتے ہیں۔ وسط مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ کے آرام کرنے کا مقام ہے۔ چھوٹے روضہ کی طرح اس کے گرد چار دیواری بنا دی گئی ہے۔ مسجد کے صحن میں قبلہ کی جانب ایک محراب ہے اس جگہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آکر نماز پڑھی تھی۔ مسجد میں سات درجہ کا دالان ہے۔ اور سات درجہ طول میں ہے۔ قبلہ کی طرف دیوار میں محرابیں ہیں اور مسجد میں ایک ہی دروازہ ہے۔ مسجد کے سامنے قبلہ کی سمت ابی ایوب ابن نجار انصاری کا مکان ہے۔ غرب کی جانب میدان میں ایک کنواں ہے۔ کنویں کے پاس پتھر کا کھدا ہوا ایک حوض ہے۔ حوض کی شکل بیلہ کی سی ہے۔ اس میں لوگ وضو کرتے ہیں۔ ابن نجار کے مکان کے برابر حضرت سیدہ الزہرا رضی اللہ عنہا،

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے مکانات ہیں۔

بیر اریس

یہ ایک کنواں ہے پہلے کھاری تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے میٹھا ہو گیا ہے۔ اس کنویں میں حضرت عثمانؓ کے دستِ مبارک کی انگوٹھی گری تھی۔ یہ ایک مشہور قصہ ہے۔ ابن نجار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکانات کے سامنے یہ کنواں ہے۔

دار الصفہ

کنویں کے قریب دار الصفہ ہے یہاں عمار اور سلیمان وغیرہ رضی اللہ عنہم رہا کرتے تھے۔

عرفات

دار الصفہ کے اخیر میں ایک ٹیلہ ہے اُس کا نام عرفات ہے۔ عرفہ کے روز آنحضرتؐ اس ٹیلے پر کھڑے ہوتے تھے۔ آپؐ کے واسطے زمین سمٹ جاتی تھی۔ اور حاضرین کو میدان عرفات نظر آجاتا تھا۔

بقیہ کیفیت مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کی دوہری چار دیواری اور چار دروازے ہیں۔ اُن میں سے ایک لوہے کا دروازہ ہے۔ اس کا نام باب الحدید ہے۔ دوسرے کا نام باب الشریعہ ہے۔ تیسرے کا نام باب القبلہ ہے۔ آج کل یہ دروازہ بند ہے۔ چوتھے دروازہ کا نام باب البقیع ہے۔ مغرب کی سمت فصیل شہر سے کچھ فاصلہ پر وہ خندق ہے جو مخالفین اسلام کے ہجوم کے وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کرا

اور خندق کے کنارے پر ایک ویران قلعہ پڑا ہوا ہے۔ اُس کا نام حصن الخراب ہے کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے غرابِ مدینہ منورہ کے واسطے یہ قلعہ تعمیر کیا تھا خندق اور مدینہ منورہ کے درمیان میں راستے کے دہنی طرف ایک چشمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے۔ اُس کے گرد لمبی دیوار کھنچی ہوئی ہے۔ گویا مستطیل حوض کی شکل ہو گیا ہے۔ حوض کے بیچ میں پانی کا منبع ہے اور اُس کے اطراف میں دو مستطیل سقاوے ہیں اُن سقاووں کی دیوار سے چشمہ کی دوسری چار دیواری دونوں سقاوے چشمہ کی سطح سے نیچے ہیں ان میں سے ہر ایک سقاوے میں اُترنے کی ۲۵ و ۲۵ سیڑھیاں ہیں۔ اور دونوں میں چشمے کا پانی آتا ہے۔ سقاووں میں لوگ نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں چشمہ کا پانی صرف پینے یا باہر لے جانے کے کام میں آتا ہے۔

قبہ حجر الزیت و بیر المضلحہ

مدینہ منورہ کی جانب چشمہ کے قریب ہے۔ اس قبہ میں وہ پتھر ہے جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے روغن زیت ٹپکا تھا قبہ کے شمال میں بیر بضاعہ ہے۔

جبل الشیطان

قبہ کے بائیں طرف ہے اس جگہ سے شیطان نے جنگ اُحد کے دن مسلمانوں کو دھوکا دیا تھا کہ تمہارے نبی مارے گئے۔

بیر رومہ

جبل الشیطان سے آگے مغرب کو یہ کنواں واقعہ ہے۔ اس کنویں کا

نصف حصہ حضرت عثمان رضؓ نے بیس ہزار دینار کو خرید کیا تھا۔

مسجد الفتح

جبل احد کے راستہ میں حضرت علیؓ اور سلمان رضی اللہ عنہما کی مسجدیں ہیں اُن کے علاوہ ایک مسجد الفتح ہے۔ اس جگہ حضرت رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم پر سُورہ فتح نازل ہوئی تھی۔

سقاوے باب الحدید

مدینہ منورہ کے اندر باب الحدید کے قریب تین سقاوے ہیں اندر جانے کے واسطے سیڑھیاں ہیں اُن کا پانی صاف اور خوش ذائقہ ہے۔ یہ سقاوے حرم شریف کے چاروں طرف سے قریب ہیں۔ حرم شریف کے چاروں طرف شارع عام میں ترشے ہُوئے پتھروں کا فرش ہے۔

بیت المقدس

مسجد اقصیٰ یا بیت المقدس اُس مسجد کا نام ہے۔ جس کو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے تعمیر کیا تھا۔ اُس کو اہلِ کتاب ہیکل کہتے ہیں۔ یہ مسجد شہر یروشلم یا جیروسلم میں واقع ہے جو ملک فلسطین میں ہے اور اُس ملک کو یہودیہ ارض مقدسہ (ہولی لینڈ) اور ملک شام بھی کہتے ہیں۔

شام (سریہ) کو زمانۂ قدیم میں ارام کہتے تھے۔ یہ ایشیائے ترکی کا ایک حصّہ ہے جس میں شہر الیپو (حلب) ہے۔ اس میں ملک بابل بھی شامل تھا۔ کنواں اُس گاؤں کا بھی نام ہے جس میں حضرت یعقوب علیہ السّلام رہتے تھے

جو سیچل اور نابلس کے درمیان تھا۔ اور دہیں وہ کنواں ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السّلام ڈالے گئے تھے۔

اسی طرح شام کو فلسطین بھی کہتے ہیں۔ اور کبھی اُس کے خاص حصّہ کو بھی کہتے ہیں جو اُس ملک کا مغربی حصّہ بحیرۂ روم کے کنارہ پر واقع ہے جس میں عسقلون لیقرون، یافہ اور غازہ شہر آباد ہیں۔ زمانۂ قدیم میں اس ملک میں فرقہ کوشش کے لوگ رہتے تھے جن کا مقابلہ بنی اسرائیل سے ہوا کرتا تھا۔

مسجد اقصٰی کا ذکر قرآنِ حکیم کی ان آیات میں واقع ہے جس کو مفسرین اسلام بیت المقدس یا بیت القدس سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لئے اب ہم اُس کو چھوڑ کر شمالی حصّہ یعنی ملک فلسطین (کنعان) جس میں شہر یروشلم (بیت المقدس) ہے، کا حال بیان کرتے ہیں تاکہ پھر شبِ معراج میں آنحضرت سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا وہاں تشریف لے جانا ذہن نشین ہو۔ اور مخالفین نے جو شبہات کئے ہیں وہ بھی رفع ہوجائیں۔

حدود اربعہ

شمال میں سریا (شام) مغرب میں شمالی حصّہ تک بحیرہ رُوم جس کے کنارہ پر طرابلس عسرہ یافہ، صیدا، عقلون، عکہ، صور، بیروت، لاذقیہ قیساریہ وغیرہ شہر واقع ہیں جنوب میں ملک عرب کے شمالی حصّے اور مشرق میں یردن ندی اور بحر المیت (بحر لوط) یعنی وہ شور جھیل جس کا طول ۰ے میل عرض ۰ا میل ہے۔ اس کے کناروں پر حضرت لُوط علیہ السّلام کی نافرنی سے وہ

پانچ گاؤں غارت ہو کر لبے تھے جو شہر سدوم، عمورہ وغیرہ کے قریب تھے وہاں کے باشندے علاوہ بت پرست ہونے کے لواطت میں گرفتار تھے۔ عورتوں سے رغبت نہ رکھتے تھے۔

طول

اس ملک کا طول شمالاً وجنوباً سر یا سے لے کر عمالیقیون کی زمین تک ۸۰ کوس اور عرض پورب پچھم میں بحرۂ روم سے لے کر مواہبیون کی زمین تک ۴۰ کوس تھا حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں اس ملک کے اور بھی حدود اربعہ وسیع ہو گئے تھے۔

موجودہ فلسطین

موجودہ فلسطین بحر روم کے کنارے پر جنوب مشرق کی سمت ۱۰۴۲۰ مربع میل کا علاقہ ہے اس کی مجموعی آبادی دیکم جنوری ۱۹۳۹ء کی مردم شماری کے مطابق) ۱۴۲۵۰۰۰ ہے۔ یہاں دو تہائی عرب (مسلمان اور عیسائی) اور ایک تہائی یہود آباد ہیں۔ دونوں ہیں فلسطین کی قسمت تک رسائی حاصل کرنے کے لئے جنگ وجہاد کا سلسلہ جاری ہے۔

فلسطین کی سرزمین مذہبی دنیا کیلئے

خدا کا ایک الہام۔ انجیل کا ایک باب۔ قرآن کی ایک آیت ہے۔ یہاں

موت کا سمندر بھی موجود ہے اور زندگی کا کنارہ بھی۔ فلسطین ہیکل سلیمانی کی سرزمین ہے حضرت عیسیٰ کا وطن پیدائش ہے اور حضور آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام معراج۔ ایشیا انسانیت کا اولین گہوارہ ہے۔ ایشیا نے یورپ کے ویرانوں کو انسان دیئے اور انہیں آباد کیا۔ ایشیا نے یورپ کو مذہب عطا کیا۔ اور اس جود وعطا کا شرف فلسطین ہی کی سرزمین کو حاصل ہوا۔ آج دنیا میں نصاریٰ کی آبادی سب سے زیادہ ہے اور یہ محض فلسطین کے ایک شخص ناصرہ کا فیضان واحسان ہے۔ فلسطین انسانی تاریخ میں ایک بڑی جگہ ہے مگر اس کی یہ بڑائی اور بزرگی تمام تر ایک شہر کی وجہ سے ہے۔ اس شہر کو ہندوستان کے مسلمان بیت المقدس کہتے ہیں۔ عرب قدس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہودی ارض موعود سمجھتے ہیں اور عیسائی یروشلم۔

بیت المقدس انبیاء کی سرزمین ہے اور دنیا کی اکثریت کا قبلۂ روحانی نام پر نظر کیجیئے تو ایک تاریخی سرزمین ہے اور تاریخی حقیقت کا خیال کیجیئے تو ایشیا اور یورپ کے درمیان مذہب اور تہذیب کا سنگم۔ حضرت ابراھیم علیہ السّلام عراق میں بے وطن ہوئے تو بیت المقدس کی سرزمین میں پہنچ کر اقامت فرما ہوئے۔ ابراھیمی نسل کی دو شاخوں بنی اسحٰق اور بنی اسمٰعیل (یہود اور عرب) کا رشتہ وراثت قائم ہوا۔ یہود نے وراثت حاصل کی اور اسے اپنی بد اعمالیوں سے ضائع کر دیا۔ عرب اس میراث کے مالک ہوئے اور آج تک اس راہ میں سرگرم جہاد ہیں۔ بیت المقدس کے لئے

سلطان آئوبی اور رچرڈ کے درمیان صلیبی جنگیں برپا ہوئیں۔ آخر کار خود بیت المقدس نے فاتح مسلمانوں کا مقدس دامن تھام لیا۔ بیت المقدس کے صلیبیوں نے فرزندانِ ہلال سے دوستی کا ہاتھ ملایا اور انجام کار یروشلم کی حفاظت کے لئے دونوں ایک ہوگئے۔

مقدس زیارتیں اور تاریخی مقامات

اس مقدس مقام کی تاریخ بیان کرنے سے قبل اس کے اطراف پر سرسری نظر ڈالیں تو بہتر ہے۔ یروشلم (جس میں مسجد اقصیٰ یا ہیکل سلیمانی واقع تھی) بحیرہ روم سے ۳۲ میل کے فاصلہ پر سمندر کے سطح سے ۲۳۰۰ ۵ فٹ بلندی پر واقع ہے۔ اور دریائے یردن یروشلم سے ۱۸ میل ہے۔ دکھن کی طرف شہر حبرون ہے جو دس بارہ میل ہے۔ شمال کی طرف سامریہ ہے جو ۳۶ میل دُور ہے۔ دکھن اور پچھم کے رُخ پر شہر دمشق ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مغرب کی جانب بغداد ۴۰۰ میل کی دُوری پر ہے نابلس یروشلم کے شمال میں ۳۳ میل۔ بندر یافہ دکھن کی طرف ۶۲ میل پر۔ شہر ناصرہ ۷ میل اور بیت اللحم چار میل ہے۔ مصر جنوب و مغرب میں تخمیناً ۲۶۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ کوہ طور ۲۰۰ میل اور مدینہ منورہ ۶۰۰ میل دُور ہے۔ شہر یریحو پورب اور اُتر کی جانب ۱۶ میل پر واقع ہے اور مکفیلہ کے غار ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ یروشلم سے مشرق کی جانب تھوڑے سے فاصلہ پر زیتون کا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ اور شہر کے درمیان ایک نالہ بہتا ہے جس کو

کدرون کہتے تھے۔ اسی پہاڑ کے دامن میں مغرب کی جانب شہر کے قریب ایک باغ تھا جس کو گت سمنی کہتے تھے۔ اور اسی پہاڑ کے نیچے مشرق کی طرف بیت عنیا اور بیت فاگا دو گاؤں بھی تھے۔ بجانب جنوب یروشلم۔ سلوآم کا ایک نالاب ہے جس کی گہرائی ۲۴ فٹ ہے۔

اس ملک میں شمال کی جانب سے پہاڑوں کے دو سلسلے جنوب و مغرب کی طرف چلتے ہیں۔ جن کو لبنان کہتے ہیں۔ چنانچہ مغربی سلسلہ شہر صُور کے دو کوس اُتر کی طرف بحرۂ رُوم کے کنارے پر ختم ہوتا ہے اور دُوسرے سلسلہ کی دو شاخیں ہو کر دکھن کی طرف چلتی ہیں۔ اُن میں سے مشرقی سلسلہ کا نام حرمون ہے۔ یہ پہاڑ بعض جگہ تو ۱۰۰۰ بعض جگہ ۱۱۰۰۰ ہزار فٹ بلند ہے جس کی چوٹیوں پر ہمیشہ برف رہتی ہے۔ پھر یہی سلسلہ دریائے جلیل کے قریب مشرق کی طرف لبنن کہلاتا ہے۔ اور اس کے آگے دریائے یردن کے قریب کوہ جلعاد ہے۔ اس سے کچھ فاصلہ پر ابریم کا پہاڑ اور مدیانیوں کی زمین ہے جس کے قریب کوہ شعیر ہے۔ جو بحرۂ قلزم میں جا کر تمام ہو گیا ہے۔ مغربی سلسلہ کو جلیل، کوہ بتور اور کوہ کرمل کہتے ہیں۔ کوہ کرمل اور بتور کے درمیان سمندر سے دریائے یردن تک جو حصّہ ہے وہ یزرائیل کی وادی کہلاتی ہے اس کی لمبائی ۱۴ کوس اور چوڑائی ۲ کوس ہے۔ پر جنوب کی جانب سیدھا چل کر اسرائیل یا افرائیم کے پہاڑ ہیں۔ ان میں کوہ جرزین ہے۔ اسی سلسلہ میں کوہ موریا[۱] یا کوہ صیحون بھی ہے۔

کوہ شعیر کی ایک چوٹی کا نام حور ہے۔ یہاں حضرت ہارون علیہ السّلام نے

---

[۱] موریا اور صیحون ایک ہی پہاڑ کا نام ہے۔

وفات پائی تھی - کوہ رمل کے معنی اللہ کا باغ - یہاں کی سرسبزی اور انواع و اقسام کے پھول ضرب المثال ہیں - اس کی چوٹی پر سمندر کے قریب الیاس علیہ السلام نے بعل کے پجاریوں سے مقابلہ کیا تھا - کوہ جرزیم کی چوٹی پر سامریوں نے بنی اسرائیل کے مقابلہ میں دوسری ہیکل بنائی تھی - کوہ موریہ پر حضرت یعقوب پر حضرت موسیٰ، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت ایل خیمہ عبادت اور ہیکل کی ایک ہی جگہ تعمیرات بنائیں - اسی مقام پر مسجد اقصیٰ یا مسجد عمر ہے اور کوہ صیحون پر شہر یروشلم واقع ہے -

یروشلم چار پہاڑوں پر آباد ہے یعنی موریہ، صیحون، اکرا اور بزیتھا پر زمانۂ قدیم میں سب کو موریہ کہتے تھے - اس وجہ سے کہ وہاں ایک قوم آموری بستی تھی - اور صیحون اُن کا ایک بادشاہ گزرا ہے - اسی کے نام سے یہ پہاڑ نامزد ہو گیا -

دریائے یردن پر حضرت عیسیٰ نے اصطباغ[1] لیا تھا - اس کا پانی ہر سال ہزاروں عیسائی تبرک کے طور پر لے جاتے ہیں - نابلس میں حضرت یعقوب علیہ السلام قیام فرما تھے - بندرگاہ یافہ سے ہیکل کے لئے لکڑیاں آیا کرتی تھیں شہر ناصرہ میں حضرت مسیح مصر سے آکر رہے تھے جس کی وجہ سے اُن کی اُمت کے لوگ نصاریٰ یا نصرانی کہلاتے ہیں - بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ پیدا پیدا ہوئے - شہر یریحو کے پاس سے بنی اسرائیل یردن ندی کو دو حصہ کر کے اُترے تھے - بکفلہ کے غاروں میں حضرت ابراہیم، اسحٰق، یعقوب علیہم السلام کے مزارات ہیں - اس مقام کا نام خلیل ہے - شہر خوبصورت اور عمدہ ہے -

---

[1] اصطباغ - عربی لفظ ہے (رنگ دینا) عیسائیوں کی ایک رسم جس کو ادا کر کے کسی بچے یا عیسائی ہونے والے مرد یا عورت کو عیسائی بناتے ہیں - بپتسمہ -

اس کے بعد خود بیت المقدس کے اندر ایسے بے شمار پاک اور متبرک مقامات ہیں جو آپ اپنے مقدس و عظمت کا پتہ دیتے ہیں۔ وادی یہوشفات یہاں کی ایک بابرکت وادی ہے جس میں دفن ہونا یہودی و نصرانی موجب نجات خیال کرتے ہیں قدیم زمانہ میں بیت المقدس پر بابل اور نینوی کے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ شاہان نینوی کے عہد میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام اطراف بابل اپنے اصلی وطن سے ہجرت کر کے اس ملک یہودیہ یا شام میں آ رہے تھے۔ اس عہد میں شاید یہاں نینوی کے بادشاہ کی حکومت نہ تھی۔ یا ہوگی تو کامل طور پر نہ ہوگی۔ بلکہ توریت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طوائف الملوکی تھی۔

یروشلم

شہر یروشلم کا بانی ملک صدق تھا جس کا ذکر کتاب پیدائش کے ۱۴ باب ۱۸ درس میں ہے کہ :۔

ملک صدق سالم کا بادشاہ تھا۔ اور اکثر سمجھتے ہیں کہ یہی اس شہر کا اصلی نام ہے۔ آباد ہونے کے سو برس بعد اس کو یبوسیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا۔ شہر پناہ کو بڑھایا اور کوہ صیحون پر ایک قلعہ بھی تعمیر کیا۔ پہلا نام بدل کر یابوس نام رکھا گیا۔ گمان غالب ہے کہ یہی نام اصلی نام کے ساتھ کیا گیا ہو یعنی یبوشلم یا فصاحت کے واسطے یروشلم، جیسا کہ آج تک جاری ہے۔ ایجاد ہوا۔۔۔“

یشوع کے کتاب کے ۲ باب ۱۲ ایت میں ہے کہ :۔

جب لیشوعؑ نے ملک کنعان پر حملہ کے وقت یروشلم کے بادشاہ کو پکڑا اور قتل کیا اُس وقت سے داؤدؑ کے زمانہ تک یہودی اور یبوسی دونوں ملے جلے رہتے تھے۔۔۔۔۔" پھر لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ لیشوعؑ نے یروشلم بنیامینؑ کے فرقے کو سپرد کیا لیکن بسبب اس کے یہ شہر فرقہ یہوداہ کی عین سرحد پر تھا اور بنی یہوداہ نے دوبارہ اس کو محاصرہ کر کے لیا تھا۔ اس واسطے یروشلم کبھی بنیامینؑ اور کبھی یہوداہ کا کہلایا اور جب سے خدا نے یروشلم کو اپنی ہیکل کے لئے چن لیا۔ تب سے وہ تمام بارہ فرقوں کا دارالسلطنت مقرر ہوا۔ اور کسی خاص فرقہ کا حصہ نہ کہلایا۔ ربّی لوگ کہتے ہیں کہ شہر مذکور کی زمین تمام فرقوں کی زمین تھی۔ یہاں تک کہ باشندوں میں سے کبھی کوئی اپنے گھر کو اپنا گھر نہ کہہ سکا۔۔۔۔۔"

الغرض یہ شہر اس وقت سے آباد ہے کہ جب بنی اسرائیل ملک مصر سے کوچ کر کے پھر اُس ملک کنعان میں داخل ہوئے مگر حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السّلام کے عہد میں ان کا پایہ تخت ہونے کی وجہ سے نہایت رونق اور تجمل کی حالت میں تھا اس کی شہر پناہ اور اس کے عمدہ برج اور پھاٹک حیرت انگیز اور عبرت خیز تھے لیکن داؤد اور سلیمان علیہما السّلام کے عہد سے آگے ہی سے یہ جگہ متبرک اور مقدس سمجھی جاتی تھی۔

یروشلم جدید کی شہر پناہ کا گھیر جس کو ۱۵۳۷ء میں سلطان سلیمان

بن سلیم شاہ رُوم نے تعمیر کرایا تھا تخمیناً ۲½ میل کا ہے۔ یوسفس مورخ کے دنوں میں، کہ جو حضرت مسیح علیہ السّلام کے قریب زمانہ کا ہے۔ چار میل کا گھیر تھا۔ اور شہر تین دیواروں سے گھرا ہوا تھا۔ جس میں سے ایک میں ۶۰ دوسرے میں ہم نئے میں ۶۶ برج بنائے گئے تھے۔ شہر جدید پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیم بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے لیکن اس کے اطراف میں ایسی زمین باہر پڑی نظر آتی ہے کہ جو قدیم زمانہ میں شہر میں داخل تھی۔ چنانچہ نصف صیحون کی پہاڑی شہر پناہ کے باہر ہے۔ جو پہلے اندر تھی۔ شہر حال کی چار دیواری بلند اور کنکریلے پتھروں سے ٹھوس بنی ہوئی ہے اور اس میں جابجا بُرج اور توپیں چڑھانے کے مورچے بنے ہوئے ہیں۔ شہر کے سات دروازے ہیں۔ دو شمال کی جانب۔ ایک مغرب کی جانب ایک مشرق کی جانب اور ایک باب الحرام کہلاتا ہے۔ اور دو دکھن کے رُخ ہیں۔

پادری چالس ٹیل ایم اے کہتا ہے کہ اخیر اگست ۱۸۶۷ء میں جو لفٹنٹ وآرن صاحب شہر مقدس کا حال دریافت کرنے گئے تھے۔ انہوں نے اچھی طرح وہاں کا حال دریافت کیا۔ ان کے بیان کے موجب شہر کی شہر پناہ طول میں پورب کی طرف ۲۸۰۰ فٹ ہے اور شمال کی طرف ۳۸۰۰ فٹ ہے اور مغرب کی طرف ۲۳۵۰ فٹ اور دکھن کی طرف سے ۳۳۰۰ فٹ ہے۔ اس جگہ بہت عمدہ عمارت بجز ہیکل (مسجد اقصیٰ) اور مسیح کی قبر کے اور کوئی نہیں ہے۔ ان کے پاس اور کئی مقامات ہیں کہ جو اوسط درجہ میں خیال کئے جاتے ہیں۔

بیت المقدس کتابِ مقدس میں

کتاب مقدس انجیل میں "یروشلم" کے متعلق یہ ذکر کیا گیا ہے کہ "یروشلم" کو خدا نے آسمان سے نازل کیا ہے۔ یہ ذکر ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:-

"فرشتہ مجھے ایک بڑے اور اونچے پہاڑ پر لے گیا اور شہر مقدس یروشلم کو آسمان پر سے خدا کے پاس اُترتے ہوئے دکھایا اس میں خدا کا جلال تھا اور اس کی چمک نہایت قیمتی پتھر یعنی اُس یشب کی سی تھی جو بلور کی طرح شفاف ہو۔ اُس کی شہر پناہ بڑی اور بلند تھی۔ اُس کے بارہ دروازے تھے اور دروازوں پر بارہ فرشتے تھے۔"

چند آیتوں کے بعد لکھا ہے:-

"شہر ایسے خاص سونے کا تھا جو شفاف شیشے کی مانند ہو اُس کی شہر پناہ کی بنیادیں ہر طرح جواہر سے آراستہ تھیں۔ پہلی بنیاد یشب کی تھی۔ دوسری نیلم کی۔ تیسری شب چراغ کی۔ چوتھی زمرد کی۔ پانچویں عقیق کی۔ چھٹی لعل کی۔ ساتویں سنہرے پتھر کی۔ آٹھویں فیروزے کی، نویں زبرجد کی۔ دسویں یمنی کی، گیارھویں سنبلی کی اور بارھویں یاقوت کی۔ اور بارہ دروازے بارہ موتیوں کے تھے ..... اس شہر میں سورج یا چاند کی روشنی کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ خدا کے جلال نے اُسے روشن

کر رکھا ہے۔ (مکاشفہ ۲۱/۲)"

کتاب مقدس کی اُن آیات سے ہم اُس مثالی یروشلم کا اندازہ کر سکتے ہیں جو ہر عیسائی کے دل میں ایک سچے عقیدہ کی حیثیت سے موجود ہے آئیے اب ہم بیت المقدس کے جمال و جلال کی تاریخی سرگزشت پر ایک ہمہ گیر توجہ کریں اور پوری تفصیل سے اس کی پاکیزہ تاریخ پر نظر ڈالیں۔

بیت المقدس کی تاریخی عظمت

دُنیا کے تین بڑے اور تاریخی مذہب (اسلام، یہودیت، اور عیسائیت) بیت المقدس کی عزت و عظمت پر ایمان رکھتے ہیں۔ تمام مسلمان تمام یہودی اور تمام عیسائی یروشلم کو ربانی شہر اور زیارت گاہ تصور کرتے ہیں۔ دُنیا کے ہر منطقے میں اور ہر رنگ اور نسل کے انسان بیت المقدس کی حرمت اور عقیدت کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں اس شہر کا ذکر توریت میں موجود ہے۔ انجیل میں موجود ہے اور قرآن میں موجود ہے۔ اس طرح تین الہامی صحیفے اس شہر کے جلال و جمال اور عزت و حرمت پر گواہی دیتے ہیں۔ بیت المقدس فلسطین کا دارالخلافہ اور صدر مقام ہے۔ قدم قدم پر زیارت سے مشرف ہونا ممکن نہیں۔ یہی رہبر جانتے ہیں کہ چابیاں کہاں ہیں اور کس کے پاس رہتی ہیں۔ زیارت گاہیں حفاظت کے خیال سے مقفل رہتی ہیں اور اُن پر پہرہ بھی رہتا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں بیت المقدس کے متعلق لکھا ہے کہ

۳۳ صدیوں کا پُرانا شہر ہے۔ اس مقام نے قدرت اور انسان کے ہاتھ سے بے شمار تکالیف برداشت کی ہیں اور بہت سے انقلابات دیکھے ہیں۔ واقعات کا مختصر خاکہ یُوں کھینچا جا سکتا ہے کہ یہ مقام ارضی و سماوی حوادث سے تباہ و برباد ہو کر کھنڈروں اور ویرانوں کا پہاڑ بن چکا ہے جابر و ظالم انسانوں نے کئی بار اس کو تاخت و تاراج کیا۔ اور ہل چلوائے متعدّد بار پُورے شہر کو نذرِ آتش کیا گیا اور اہلِ شہر پر اس قدر مظالم و مصائب ڈھائے گئے ہیں کہ زبانِ درماندہ کو یارائے سخن نہیں۔ ۲۰ مرتبہ محصور ہو چکا ہے اور ۱۸ دفعہ دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تاریخ کی تدوین باقاعدہ نہ تھی اس پر ایسا زمانہ بھی گذرا ہے کہ اس کی وادیاں پُر کر دی گئی ہیں اور ایسا بھی کہ اُسے زمین کے برابر ہموار کر دیا گیا ہے۔ اس پر چھ دَور مذاہب کی تبدیلی کے گذرے ہیں۔ لوگوں کو اپنا دین چھوڑنے اور نیا دین اختیار کرنے کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ قتلِ عام کا بازار گرم ہوا ہے۔ اور باشندوں کو پا بہ زنجیر دُور دراز ملک میں لے جایا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہاں کے باشندوں نے بھی نافرنی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ حضرت ابراہیمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک بے شمار پیغمبر ہدایت کے لئے آتے رہے مگر بار بار انکار و

نافرمانی کی رسم تازہ ہوتی رہی۔ خوفناک عذابِ الٰہی نازل ہوتے رہے۔ مگر رُوح کی غفلت و تاریکی کم نہ ہوئی...."

غرض کہ اس کی وادی کا ذرہ ذرہ انسانی دانش و بینش کے لئے رشد و ہدایت کا مرقع ہے اور اس خاک میں ہزاروں عبرتیں اور بصیرتیں پوشیدہ ہیں۔

یہودیوں اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دُنیا کا وسط بیت المقدس ہے، اگرچہ اس کا ذکر قرآن مجید میں بیت المقدس کے نام سے کہیں نہیں آیا۔ مگر ایک دُوسرے عنوان سے موجود ہے۔ البتہ احادیث اور دُوسری اسلامی روایتوں میں البیت المقدس کے نام سے ذکر آیا ہے۔ انجیل اور توریت میں بھی اس کا ذکر بہت جگہ ملتا ہے۔ دُنیا کا قدیم ترین شہر ہے۔ اس میں اس کثرت سے نبی پیدا ہوئے ہیں کہ یہاں کا ہر فلاح (کاشتکار) خود کو کسی پیغمبر کی نسل سے ضرور بتاتا ہے۔

پیغمبروں کی راجدھانی

اس شہر کی داستانِ عظمت و جلال حضرت ابراھیم علیہ السّلام سے شروع ہوتی ہے اور بہت سے پیغمبروں کے نام پر ختم ہوتی ہے حضرت ابراھیم علیہ السّلام اسی مقام سے اپنے بیٹے[1] کو قربانی کے لئے لائے تھے۔

---

[1] اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰق تھے۔ مگر یہ سراسر غلط ہے زیادہ ۱۲

جس کی مثال دُنیا کی مذہبی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہیں حضرت یعقوب علیہ السلام خدائے تعالےٰ سے خواب میں ہم کلام ہوئے اور اُس کے حکم سے "بیتِ ایل" یعنی خدا کے گھر کی بنیاد ڈالی۔ پھر اس مقام پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدائے تعالےٰ کے حکم والہام سے جنوں کے ذریعہ

---

۴۴ الجھن میں نہ پڑئیے اور فلمّا بَلَغَ مَعَهُ السعی سے بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ تک پڑھ جائیے اور خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ اللہ تعالےٰ کے قول سے بڑھ کر کس کا قول ہے۔ پہلے اللہ تعالےٰ نے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی خلیل اللہ کو بشارت دی فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ پر ذبیح اللہ کے ذبح کا واقعہ بیان فرمایا۔ ان سب کے بعد اپنی خوشنودی کا پروانہ مرحمت فرماتے ہوئے ابراہیمؑ پر سلام فرمایا اور جب خلیل اللہ، اللہ کی اس سخت ترین آزمائش میں پورے اُترے تو جلیل نے اُنہیں ایک اور فرزند کی بشارت دیدی۔ مطلب یہ تھا کہ اے نبی! تم اپنے اکلوتے فرزند اسمٰعیلؑ کو ہماری راہ میں قربان کرنے لائے تھے۔ مگر ہم نے یہ ہی نہیں کیا کہ تمہارے اور اپنے پیارے اسمٰعیلؑ کو دوبارہ خلعتِ حیات مرحمت فرمایا۔ اور ان کے بدلے میں جنت سے ذبیحہ بھیجا۔ بلکہ ساتھ ہی اس کے صلہ میں ایک دوسرے فرزندِ نبی صالح کی بشارت بھی سُنا دی، جو ہمارے لئے اتنا ایثار کرتے ہیں ہم ان کو ایسے ہی ایسے گراں بہا انعام دیا کرتے ہیں لیجئے فیصلہ ہوگیا اور اہلِ کتاب کے خیالات کی تردید قرآن مجید سے ہوگی وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا (اللہ کی بات سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے) ہم اس موضوع پر بہت طویل بحث کرتے اور خود توراۃ سے یہ ثابت کر دکھاتے کہ اہل کتاب کی تر

عظیم الشان ہیکل اور شہر تعمیر کیا۔ جن کی گواہی توریت نے ان الفاظ میں دی ہے:

"اور یہی باعث ہے سلیمان بادشاہ نے لوگوں کی بیگار لی کہ خداوند کا گھر (مسجد اور شہر یروشلم) اور اپنا قصر (قصر سلیمان) اور شہر ملّو اور یروشلم کی شہر پناہ اور شہر حاصور اور جاذر بھی بنائے... سو سلیمان نے جاذر اور بیت حوران اسفل کو پھر تعمیر کیا۔ اور لبالات اور دشت تدمر کو مملکت کے درمیان اور خزانے کے سارے شہر جو سلیمان کے تھے اور اُس کی گاڑی کے شہر اور اُس کے سرداروں کے شہر بنائے اور جو کچھ سلیمان کی تمنا تھی سو یروشلم میں اور لبنان میں اپنی مملکت کی ساری زمین میں شہر بنائے......" سلاطین ۱- باب ۹- آیات ۱۵-۲۰

اسی طرح توراۃ میں پتھر کے عظیم الشان حوض بڑی بھاری دیگیں اور تصویروں اور اُن کے بنانے کے بیش قیمت پتھروں کے متعلق طویل فہرست دی گئی ہے۔ پھر یہی شہر اور یہی مسجد ہے جو ہزارہا انبیاء علیہم السّلام کی مقام مُولد، قبلہ، مصلّٰی اور زیارت گاہ ہے اور اس کا قرب و جوار انبیاء کا مدفن اور موردِ برکات ہے غرض کہ یہ جگہ متبرک اور مقدس سمجھی جاتی ہے چنانچہ آنحضرت سرور کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بھی اس کی طرف مُنہ

ہم توراۃ سے بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن وقت کم رہ جانے کی وجہ سے ہمیں خود یہاں زیادہ عرض کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہاں تو قرآنِ حکیم سے اسمٰعیل کا ذبیح اللہ ہونا ثابت کر دیا گیا ۱۲- م ع - خ

کر کے مدتوں نماز پڑھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ اسرا (معراج) نے تو اس کے تقدس کو اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ جب کبھی بھی کوئی مسلمان سورۃ اسریٰ کی تلاوت کرتا ہے اس کے قلب پر اس مقام کی بزرگی اور بڑائی اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔

سُبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً مِنَ المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہٗ لنریہٗ مِن اٰیاتنا انہٗ ھو السمیع البصیر ○

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کہ اس کے اطراف کو ہم نے بڑی ہی برکت دی ہے سیر کرائی، اپنی نشانیاں اسے دکھائیں (یعنی دلائل حقیقت کا غیبی مشاہدہ کر دیں) یہ ہے ذات جو سننے والی اور دیکھنے والی ہے۔

الَّذِی بَارکنا حولہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا

اس کے اطراف کو ہم نے بڑی ہی برکت دی تاکہ اسے (یعنی پیغمبر اسلام کو) اپنی نشانیاں دکھائیں۔

یہود کے یادگار تہوار

"تمام ملک کے یہود یروشلم میں سال میں تین بار حاضر ہوتے ہیں۔ عید فصح میں کہ یہ عید فرعون کی غلامی اور جبر و غلبہ سے آزاد ہونے کی یادگار میں منائی

جاتی تھی۔ اس موقعہ پر قربانی کرتے اور فطیری روٹی کھاتے۔ دوسری عید، عید خیمہ کہلاتی تھی۔ اور مصر سے نکلنے کے بعد ۴۰ سال تک بیابان میں رکھنے کی یادگار میں منائی جاتی ہے۔ اس موقع پر پتوں اور شاخوں کے جھونپڑے بنا کر سات روز تک میدان میں رہتے تھے۔ تیسری عید۔ بنت توسط کہلاتی تھی۔ یہ عبرانی لفظ ہے اور اس کے معنیٰ پچاسواں ہیں۔ یہ عید مصر سے نکلنے کے بعد کوہ سینا (طور) پر شریعت پانے کی یادگار میں مناتے تھے۔ ان عیدوں میں ہزارہا بنی اسرائیل حاضر ہوتے تھے۔ یہاں کا دستور تھا کہ عید کے ایام میں سب اپنے پردیسی بھائیوں کو بغیر کرایہ مکان میں ٹھہراتے تھے۔

بیت المقدس کے مقامات

شہر میں تین بڑی سڑکیں ہیں۔ ایک کو باب الدمشق کہتے ہیں۔ یہ شمال مغرب کی طرف جاتی ہے۔ دوسری سوق الکبیر ہے جو مغرب و مشرق کے سمت جاتی ہے۔ تیسری "سوگواروں" کی سڑک ہے۔ ان پر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سُولی دینے کے لئے لے گئے تھے۔ ان کے سوا سات سڑکیں اور ہیں۔ جو اُن سے چھوٹی ہیں جن کے یہ نام ہیں۔۔۔۔۔۔
کوچہ مسلمین۔ کوچہ نصاریٰ۔ کوچہ یہود کوچہ ارمنی۔ کوچہ ظاہرہ کوچہ مغربین۔ کوچہ بابِ حُوت۔

پادریوں کی "الکتاب کے مقامات المعروف" نامی کتاب نے اس شہر کے چھوٹے بڑے ۱۳۱ مقامات گنوائے ہیں۔ ان میں سے ہر مقام کسی نہ کسی

عقیدت و محبت کی نذر طلب کرتا ہے۔

بیت اللحم کا پھاٹک۔ دمشق کا پھاٹک۔ افرائیم کا پھاٹک۔ مقدس اسیفان کا پھاٹک۔ سنہرا پھاٹک (یہ ہمیشہ بند رہتا ہے۔ اہل اسلام سمجھتے ہیں کہ اگر اس راہ سے عیسائی لوگ آویں تو شہر کو لے لیں گے۔ مسجد اقصیٰ کا پھاٹک۔ غلیظ کا پھاٹک۔ صیحون کا پھاٹک۔ آرمینیوں کی خانقاہ۔ پینس کا قلعہ۔ بنت سبع کا کنڈ۔ حاجی مستورا کا کنڈ۔ لاطینوں کی خانقاہ۔ کھنڈر مکان۔ قبر کا گرجا۔ قبرستان۔ کلوری ہیرودلیس کا محل۔ مقدس انّا کی مسجد۔ پلاطوس کا محل۔ بیت حدہ کا کنڈ۔ حرم شریف (الف) سلیمان کا تخت۔ محمد علیہ السلام کا تخت۔ صدر عیسیٰ کے مینارہ کا دروازہ۔ الصخرہ۔ مسجد الاقصیٰ۔ چوک و بازار۔ انناس کا محل۔ یہود کا عبادت خانہ۔ یروشلم کے حاکم کا محل۔ قیافا کا محل۔ داؤد علیہ السلام کا مزار۔ عام قبرستان۔ بادشاہ کا کنڈ۔ سلوم کا کنڈ۔......

نہ صرف مسلمان یہود اور نصاریٰ ہی کے قلوب یہاں کے ذرہ ذرہ سے عقیدت و محبت کے نازک مگر نہ ٹوٹنے والے رشتہ سے وابستہ ہیں، بلکہ لاطینی اور ارمنی اقوام نے اس سرزمین پر اپنی جبینِ نیاز سے تعظیمی سجدے پیش کئے ہیں۔ اس شہر میں دو خانقاہ بہت مشہور ہیں۔ ایک لاطینی دوسری ارمنی۔ لاطینی شہر سے شمال و مغرب کی طرف اور یونانی شہر سے جنوب و مغرب

کی جانب۔ آرمنی خانقاہ میں ہزارہا آدمی رہ سکتے ہیں۔ آرمینوں کا ایک گرجا بہت بلند اور کشادہ بنا ہوا ہے اور اس میں اسباب عبادت اس قدر اور ایسے گراں قدر اور بیش قیمت ہیں کہ دُنیا بھر میں میسر نہیں آتے۔ چنانچہ اُن کی عقیدت و محبت کا یہی جوش تھا جس نے یروشلم میں ملکہ انگلستان اور شاہ جرمن کو گرجا تعمیر نہ کرنے دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ملکہ انگلستان اور شاہ جرمن نے متفقہ طور پر ایک گرجا تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اور طے کیا کہ اس میں انگلستان کے کلیسا کے طور پر عبادت ہوا کرے گی۔ اس کے لیئے سلطان کی طرف سے زمین بھی عطا کردی گئی۔ اور بنیاد بھی ڈال دی گئی مگر آرمینی یونانی اور لاطینی باشندوں نے اس قدر اظہار ناراضگی کیا کہ مجوزہ گرجا کی عمارت نہ بن سکی۔

حضرت عیسیٰ اور ہزارہا پیغمبران کے مزارات اسی شہر اور اس کے اطراف میں موجود ہیں۔ یہاں مسیحؑ کی قبر کے نام سے ایک گرجا ہے اس میں ایک بڑا پتھر ہے جس میں عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق مسیح کی نعش کو غسل دیا گیا تھا۔ ایک صندوق سنگمرمر کا ہے جس میں مسیح کی لاش کا رکھا جانا بتایا جاتا ہے۔ اس گرجا کی عبادت کے معاملہ میں یونانی لاطینی آرمنی سب شریک ہیں۔ ہر سال وقت مقررہ پر مسیح کے مصلوب ہونے اور دوبارہ زندہ ہونے کا سوانگ بناتے ہیں۔ نقش نکالتے اور بڑا ماتم کرتے ہیں۔ ہم مسلمان وہاں کے کل مقدس مقامات کو مانتے ہیں بجز اس گرجا کے۔ کیونکہ ہمیں مسیحؑ کے مصلوب ہونے سے انکار ہے۔ دراصل یہ مقبرہ اسکریوطی کا ہے۔ جو اُنکی

جگہ دفن ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ کے شبہ میں سُولی چڑھایا گیا۔

کوہ زیتون (M.T.OLIVES) بیت المقدس کے بالکل قریب ہے یہاں حضرت عیسیٰ عبادت کیا کرتے تھے اور یہیں سے یہودی اُنہیں گرفتار کرکے پلاطوس کے پاس لے گئے تھے۔ اس کے اور شہر کے درمیان کدرون نالہ ہے۔ عیسائی اسے بھی متبرک خیال کرتے ہیں۔ مسلمان، عیسائی، یہود اور ارمنی اس شہر میں بستے ہیں۔ زیادہ مسلمان ہیں۔ جو اکثر حرم شریف کے گرد و نواح میں رہتے ہیں۔ عیسائی اپنی خانقاہ اور گرجاؤں کے آس پاس اور یہودی کوہ صیحون کے دامن میں۔ اور اُس کے آس پاس کے نشیب میں اس شہر میں یہودی بیوہ عورتیں بہت زیادہ رہتی ہیں جو اپنی پرورش کا وسیلہ یروشلم کو سمجھتی ہیں۔

دیوارِ گریہ

یہودیوں کی سب سے متبرک جگہ دیوار گریہ ہے جس پر ہاتھ رکھ کر یہودی روتے ہیں اور ماتم گساری کی اس سالانہ رسم کو عبادت خیال کرتے ہیں۔ در اصل یہ دیوار حرم شریف کی دیوار ہے۔

صخرہ کے علاوہ ایک اور بڑا پتھر ہے جس کی نسبت کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اس سے تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ یہ پتھر بیچ میں سے ٹوٹا ہوا ہے۔ یہاں ایک صندوق ہے جس میں ایک سوراخ ہاتھ جانے کے قابل ہے۔ اس کے اندر قدم رسولؐ مبارک بتائے جاتے ہیں۔

ایک سبز پتھر ہے جو ۱۴ انچ مربع ہے۔ جس میں ۱۸ سوراخ کیل کے لائق بنے ہوئے ہیں۔ اس کی یہ خاصیت بتاتے ہیں کہ زمانہ گزر جانے کے بعد اس میں سے ایک کیل غائب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس میں سے ۱۴½ کیلیں غائب ہو چکی ہیں اور ۳½ باقی ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے غائب ہو جانے کے بعد دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

وادیٔ یہوشفات

یروشلم کے مشرقی جانب ایک وادی ہے۔ اس کا طول دو یا ڈیڑھ میل ہوگا۔ اس کو وادی یہوشفات کہتے ہیں جس کے معنی یہوداد (خدا) کی عدالت کے ہیں۔ اسی بنا پر یہود اور عام عیسائیوں اور عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ قیامت کے روز اس جگہ پر خدا عدالت کرے گا۔ اس لئے یہود یہاں دفن ہونا موجب نجات سمجھتے ہیں۔

وادیٔ گینہوم یا جہنّم

وادیٔ گینہوم، یروشلم کے جنوب میں واقع ہے۔ یوسیاہ طوشاہ کے عہد سے قبل، یہودی یہاں مالک بُت کی پرستش کرتے تھے۔ یہ بت پیتل کا تھا اور اُس کا چہرہ بیل کا سا۔ اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے گویا یہ اپنے عابدوں کو گود میں لینا چاہتا تھا۔ یہ بُت پرست یہودی اس بُت کو آگ سے نہایت گرم کر کے اپنے لڑکوں کو اس کی گود میں ڈال دیتے ہیں اور اُن کے جلانے کی

آواز دبانے کے لئے ڈھول بجاتے تھے۔ اُس عہد میں اُن ڈھولوں کے نام سے اُس کو وادی توفت (دف ڈھول) کہتے تھے۔ پھر بابل کی اسیری کے بعد یہود اس مقام اور اس بُت پرستی سے نفرت کرنے لگے۔ اور اس وادی کو خراب کرنے کے لئے تمام شہر کا کوڑا اور غلاظت کے انبار وہاں پڑنے لگے جس کے جلانے کے لئے ہمیشہ آگ جلتی رہتی تھی۔ اس مناسبت سے اُس کو جہنم کہنے لگے۔ جس طرح فسطنی ایک بُت، واجون کی پرستش کرتے تھے، جس کا جسم مچھلی کا سا اور ہاتھ پاؤں انسان کے تھے۔ اسی طرح موالی اُس مالک کی پرستش کرتے تھے اور غالباً اس سے مُراد زحل ستارہ لیتے تھے۔ باوجود سخت مخالفت کے بنی اسرائیل نے ان کی صحبت سے یہ بُت پرستی اختیار کر لی تھی۔

مسجد اقصیٰ

اس مقدس و متبرک عبادت گاہ کو بیت۔ ایل۔ ہیکل، مسجد اقصیٰ۔ مسجد عمر اور مسجد الصخرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ہر ایک نام اس کے مختلف ادوار کی یاد تازہ کرتا ہے۔ چنانچہ اوّل اس کو بیت ایل اور ہیکل کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ہیکل ہی کا ذکر انجیل و توریت میں بھی آیا ہے۔ اہلِ کتاب اس کو ہیکل سلیمانی بھی کہتے ہیں۔ اس کا بانی حضرت سلیمان علیہ السّلام کو قرار دیتے ہیں۔ قرآن حکیم مسجد اقصیٰ (بعید ترین مسجد) کہہ کر پکارتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ عرب کے لئے

قریب کی عبادت گاہ خانہ کعبہ تھی۔ اور دور کی عبادت گاہ بیت المقدس کا یہ ہیکل! آج کل اس کو مسجد عمر کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کی فتح کے وقت اس کی زیارت کی اور اُسے دوبارہ تعمیر کرایا۔ اس لئے اس کا یہ نام قرار پایا۔ مسجد الصخرۃ کے نام سے بھی اکثر ذکر آتا ہے۔ الصخرہ کے معنی چٹان ہیں۔ اور اس سے یروشلم کی وہ مقدس چٹان مراد ہے جس پر معبد بنایا گیا۔ اب اس پر قبۃ الصخرہ (چٹان کا گنبد) قائم ہے۔ کہا جاتا ہے یہ چٹان جنت سے آئی تھی۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کے اندر ایک پتھر لگا ہوا ہے۔ جس کی نسبت خیال ہے کہ یہ پتھر اُس وقت پہلی بار آسمان سے گرا تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی تھی۔ اور اُس وقت سے یہیں پڑا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ اگلے تمام نبی اس پر بیٹھ کر منصب نبوی کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ کہتے ہیں یہ پتھر اُڑ کر جانے کو تھا کہ جبرئیل علیہ السّلام نے حضرت محمد صلعم کی بعثت تک اس کو اپنے ہاتھ سے روک دیا۔ اور پھر خود حضرتؐ نے اس کو یہیں قائم فرما دیا۔ بہرحال یہ روایات اسلام میں سند صحیح سے ثابت نہیں ہیں۔ اس لئے ان کو کوئی درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

امام جلال الدین السیوطی نے اپنی کتاب "معبد یروشلم" (مرتبہ رینالڈ) صفحہ ۱۲ میں صخرہ کا حال درج کیا ہے۔ استفادہ کے پیش نظر ہم بھی مستعار لیتے ہیں۔

"ابن المنصور نے ہم کو بتایا کہ صخرہ بیت المقدس میں حضرت

سلیمانؑ کے عہد میں ۱۲۰۰۰ ہاتھ بلند تھا۔ اور ایک ہاتھ اُس زمانے میں پورے ہاتھ کے برابر ہوتا تھا۔ یعنی آج کل کا ایک ہاتھ اور ایک بالشت اور ہاتھ کی چوڑائی۔ اس پر ایک معبد تھا، جو صندل کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس کی اُونچائی ۱۲ میل تھی۔ اس پر سونے کی ایک جالی تھی۔ لعل اور موتیوں کی دو تسبیحوں کے درمیان تھی۔ جس کو بعلبکا کی عورتوں نے رات کے وقت بنایا تھا۔ یہ جالی تین دن کام آتی تھی۔ جب سُورج نکلتا تھا تو عمویس (EMMAUS) کے لوگ اس معبد کے سایہ میں رہتے تھے اور جب سُورج ڈوبتا تھا تو بیت الرحمٰن کے لوگ سایہ میں رہتے تھے مگر اور دُوسری وادیوں کے رہنے والے بھی اس کے سایہ میں ہوتے تھے۔ اس پر ایک بڑا لعل نصب تھا۔ جو رات میں سُورج کی طرح چمکتا تھا۔ مگر جب روشنی پھیلنی شروع ہو جاتی تھی تو اُس کی چمک ماند پڑ جاتی تھی اور ۵۸۷ بروایت دیگر ۵۲۸ سال قبل مسیح جب تک بخت نصر نے (NGBUCHADNEZZAR) تمام چیزوں کو برباد نہیں کیا تھا یہ سب کچھ برقرار تھا۔ بخت نصر نے جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لیا اور یونان لے گیا اور قتل عام کے علاوہ بے شمار یہودی مردوں اور عورتوں کو لبطور غلام لونڈیاں اپنے ہمراہ لے گیا۔ گویا ایک طرح لبقیۃ السیف یہودیوں کو جلا وطن کر دیا۔

دوسری روایت سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ صخرہ بیت المقدس سر بفلک تھا جس کی بلندی ۱۲ میل تھی۔ اور اس کے اوپر آسمان کے درمیان ۱۲ میل سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ یہ سب چیزیں اسی حالت پر قائم تھیں کہ یونان یا روم نے اس پر قبضہ کر لیا۔

یونانی معبد

بخت نصر کی تباہ کاریوں کے فوراً ہی بعد دوسرا انقلاب آیا۔ یونانیوں نے کہا کہ ہمیں اس عمارت سے جو پہلے یہاں تھی بہت بڑھ چڑھ کر بنانی چاہیئے چنانچہ انہوں نے اس پر ایک عمارت تعمیر کی۔ سطح زمین پر اس کا عرض اتنا تھا جتنا آسمان میں ارتفاع اس کو سونے سے منڈھ دیا گیا۔ اور چاندی کا پلاسٹر کر دیا گیا اور اس کے بعد اس میں کچھ آدمی داخل ہوئے اور انہوں نے بت پرستی کا سلسلہ شروع کیا جس کی وجہ سے وہ عمارت اُن پر اُلٹ دی گئی اور وہ سب اس بت پرستی کی پاداش میں ہلاک ہو گئے۔ جب شاہ یونان کو اس حادثہ کا علم ہوا تو اس نے موبد اعلیٰ اور اپنے وزرا، اور یونان کے اُمرا کو طلب کر کے دریافت کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے دیوتا ہم سے خوش نہیں ہیں اور اسی لئے ہم پر نوازش نہیں کرتے اس پر اس نے دوسرا معبد تیار کرانے کا حکم دیا۔ اور وہ کثیر رقم سے بن کر تیار ہوا۔ پھر اس میں ۷۰ آدمی داخل ہوئے اور حسب معمول بت پرستی کرنے لگے اُن کا بھی وہی حشر ہوا کہ عمارت اُلٹ دی گئی۔ مگر اُن کا بادشاہ

شامل نہیں تھا۔

بادشاہ نے تیسری مرتبہ سب کو اکٹھا کرکے پھر استصواب رائے کیا کہ تمہارا اب کیا خیال ہے انہوں نے پھر یہ کہا کہ ہمارا خدا ہم سے خوش نہیں ہے کیونکہ ہم نے بیش قیمت چڑھاوے نہیں چڑھائے۔ لہٰذا ایک تیسرا معبد ہم کو بنانا چاہیے۔ چنانچہ تیسری مرتبہ عمارت پھر بن کر تیار ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ ہم نے اس کو مناسب بلندی تک پہنچا دیا ہے۔ بادشاہ نے تیاری کے بعد عیسائیوں کو طلب کیا۔ اور اُن سے کہا کہ کوئی خامی ہو تو تبلاؤ۔ سب نے کہا کہ خامی کوئی نہیں البتہ اس کے چاروں طرف سونے چاندی کی صلیبیں نصب ہونی چاہئیں۔ پھر تمام لوگ اس کے اندر داخل ہوئے تاکہ مقدس کتابیں پڑھیں۔ مگر اندر جاکر بُت پرستی شروع کردی۔ معاً یہ تیسری عمارت بھی اُن پر آن پڑی۔ اس پر بادشاہ نے مشورہ کے لئے پھر سب کو جمع کیا کہ اب اُن کو کیا کرنا چاہیئے۔ اُن پر بہت خوف طاری تھا۔ اہلِ مشاورت میں ایک بوڑھا اور ضعیف آدمی جو سفید کپڑوں میں ملبوس اور سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھا سامنے آیا۔ اُس کی کمر دوہری تھی۔ اور عصا کے سہارے کھڑا تھا۔ اُس نے حاضرین (نصاریٰ) کو خطاب کرکے کہا کہ میری بات سنو اور توجہ سے سنو کیونکہ میں تم میں سب سے عمر رسیدہ ہوں اور گوشہ نشین زاہدوں کے حلقہ میں سے، تم کو صرف اس عمارت کے متعلق مطلع کرنے آیا ہوں کہ وہ تمام لوگ جو اس پر قابض ہیں ملعون ہیں اور اس جگہ کو جو تقدس حاصل تھا اب وہ باقی نہیں رہا۔ بلکہ دوسری جگہ منتقل ہوگیا۔ اس لئے میں تم کو بتاتا ہوں

کہ تم کلیسا نشور (CHURCH RESURRECTION) بناؤ۔ میں تم کو وہ مقام دکھاتا ہوں لیکن آئندہ پھر کبھی مجھ کو نہیں دیکھ پاؤ گے۔ لہٰذا میں جو کچھ تم سے کہوں اُسے نیک نیتی سے انجام دو۔ اس طرح اُس نے ان سب کو دھوکا دیا۔ اور اُن کی لعنت کو زیادہ کر دیا۔ اُن سے باتیں کرتے کرتے وہ بوڑھا آدمی غائب ہو گیا۔ اور پھر کبھی نظر نہ آیا۔ اس وجہ سے اُن کی بے دینی میں اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ یہ اسم اعظم ہے۔ پھر انہوں نے مساجد منہدم کر دیں اور ستون پتھر اور دوسری اشیاء اٹھا کر لے گئے۔ اور اس سامان سے انہوں نے کلیسائے نشور اور وادی ہینون (HENNON) کا گرجا تعمیر کیا۔

علاوہ ازیں اُس ملعون بوڑھے شخص نے اُن کو حکم دیا کہ جب تم یہ دونوں عمارتیں بنا لو تو اس جگہ کو لے لو جس پر فالحال ملعون ہیں۔ اور جہاں سے برکت رخصت ہو گئی۔ اور اُس کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بناؤ۔ اس طرح انہوں نے بوڑھے کی نصیحت پر پورا عمل کیا اور اپنے خیال میں اپنے خدا کو خوش کرنے کا سامان کر لیا۔ انہوں نے کوڑے کرکٹ کا بہت اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ بعض موسموں میں تمام غلاظت اور گندگی قسطنطنیہ سے جہازوں میں بھر کر بھیجی جاتی تھی اور ایک مقررہ وقت پر صخرہ ۔ ۔ ۔ ۔ پر پھینک دی جاتی تھی۔ یہاں تک پیغمبر اعظم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور حضور اکرم منصب نبوی پر فائز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم کو خواب سے بیدار کیا۔ اور راتوں رات ان کو یہاں کی سیر کرائی جس نے اس مقام میں غیر معمولی تقدیس اور بے مثال عظمت پھر سے قائم ہو گئی۔

آپ نے امام جلال الدین السیوطی کی زبان سے صخرہ اور اُس کے
معبدوں کا حال سُنا۔ آپ نے دیکھا کہ کس طرح تین بار سے زائد بیش قیمت
ساز و سامان سے معبد تعمیر کیا گیا اور انجام کار بنانے والوں ہی پر اوندھا کر دیا
گیا۔ مگر وائے بے بصری و حرمان نصیبی! اس پر بھی آنکھیں نہ کھلیں۔
اعترافِ حقیقت تو کیا مگر اپنے نفس پر نظر نہ کی اُس کو خدا کی خاموشی سے
تو تعبیر کیا۔ مگر خدا کو خوش کرنے کے لئے دِلوں، دماغوں کو خدائے واحد
کی پرستش کی طرف آنے کی توفیق نہ ملی۔ اور نہ اپنی اصلاح حال پر توجہ
ہوئی دیوتاؤں کو بیش قیمت سامان کی رشوت پیش کی مگر اپنے دفترِ عمل
کو سیاہ سے سیاہ تر کرتے رہے۔ معبدوں میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے
لگے مگر نفس نے سینکڑوں بُت تراش کر آگے رکھ دیئے۔ اور اُنہیں کی حمد
و ثنا اور پرستش میں مصروف ہو گئے۔ بار بار عذابِ الٰہی نے آگاہ کرنا چاہا
مگر ہر بار غفلت و مدہوشی بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ شیطان قوی تر ہو گیا
ہمیشہ کی طرح ایک ملعون و مردود کی شکل میں نمودار ہوا۔ نہایت ہی مشفقانہ
انداز میں نصیحت کی اور ضلالت و گمراہی کو اُن پر مکمل کر دیا۔ اُن کے مقدس
مادی مرکزِ روحانی کو اُنہیں کے ہاتھوں پارہ پارہ کر ڈالا۔ اور اس پر بھی
چین نہ آیا۔ تو اس مقدس و متبرک مقام کی ذلت کی خاطر اس کو ناپاکی و
غلاظت کا گھر بنایا۔ اگر بنظرِ غور دیکھو تو یہ سب اُن کی اپنی ہی نفس
کی غلاظتیں اور گندگیاں تھیں۔ یہ کسی مقدس مقام کی توہین نہیں
ہو رہی تھی۔ بلکہ خود اپنے دامن میں غلاظت و گندگی کا انبار جمع ہو رہا تھا

اپنے دفترِ عمل پر سیاہی پھیری جا رہی تھی۔ شیطان دُور کھڑا ہنس رہا تھا کہ کہ انسان بھی کس قدر ظالم ہے۔ اپنے ہی ہاتھوں اپنے دین و دیانت کا چمن برباد کر رہا ہے

مسجدِ اقصٰی

مُسلمانوں کے نزدیک عظمت و بزرگی

یہی وہ مسجد ہے جہاں سرورِ کونین آقائے مدینہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے وقت لے جایا گیا۔ پھر آپؐ کے ارشاد کے مطابق اس مسجد کی عظمت مسجد نبوی و مسجد حرام کے علاوہ دنیا کی تمام مساجد سے زیادہ ہے۔ اس مسجد تک بہ نیت ثواب سفر کرنے کی ترغیب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں پائی جاتی ہے۔

لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصٰی ومسجدی ھذا۔

سوائے تین مسجدوں کے اور کسی مسجد کے لئے سفرِ طویل نہ کیا جائے۔ ایک مسجد حرام، مسجد اقصٰی اور میری مسجد۔

اور یہ اس لئے کہ مسجد حرام مکہ معظمہ ملت ابراہیمی کا موجودہ قبلہ ہے مسجد اقصٰی، بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے اور مسجد نبوی ستر کروڑ مسلمانوں کا قبلہ روحانی ہے۔ پھر آپؐ ہی کا ارشاد ہے کہ دونوں مساجد... (مسجد نبوی اور مسجد اقصٰی) بہ لحاظ ثواب ایک ہی مرتبہ و منزلت رکھتی ہیں

اور ساتھ ہی ساتھ ثواب کی مقدار بھی بیان فرماتے ہیں :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ آدمی کی اپنے گھر میں نماز تو ایک نماز ہے اور مسجد محلّہ کی نماز ۲۵ نمازوں کے برابر ہے انسان کی جامع مسجد کی نماز ۵۰۰ نمازوں کے برابر ہے انسان کی مسجد اقصیٰ میں ایک نماز ۵۰۰۰۰ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں ایک نماز ۵۰۰۰۰ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں انسان کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ ۔ مشکوٰۃ)

اس طرح بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ سے مسلمانوں کی مذہبی طور پر دائمی شیفتگی و عقیدت کا تعلق والبتہ ہو جاتا ہے

مسجد اقصیٰ کا بانی کون ہے

عام طور پر مشہور ہے کہ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی بنیاد حضرت سلیمان نے ڈالی ۔ دوسرے ماخذ کے ساتھ تفسیر حقانی پیش نظر ہے اور اس کی بیشتر معلومات کا سرمایہ نگاہوں کے سامنے ہے چنانچہ وہ بھی مسجد اقصیٰ کا بانی حضرت سلیمان علیہ السّلام ہی کو قرار دیتے ہیں ۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے اس لئے کہ بخاری اور مسلم کی صحیح مرفوع حدیث میں ہے کہ ......

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا ۔ یا رسول اللہ دنیا میں سب سے پہلی مسجد

کونسی ہے آپؐ نے فرمایا۔ مسجد الحرام۔ ابوذرؓ نے پھر دریافت کیا
اس کے بعد کونسی مسجد عالم وجود میں آئی۔ آپ نے فرمایا مسجد
اقصیٰ۔ ابوذرؓ نے تیسری مرتبہ دریافت کیا کہ اُن دونوں کے
درمیانی مدّت کس قدر ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا دونوں کے درمیان چالیس سال کی مدّت ہے۔۔۔۔
(بخاری کتاب الانبیاء)

تاریخی طور پر حضرت ابراھیمؑ اور حضرت سلیمانؑ کے درمیان ایک ہزار
سال کا فصل ہے اس لئے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت
ابراھیمؑ نے مسجد حرام کی بنیاد رکھی اور وہ مکہ کی آبادی کا باعث بنی اسی طرح
حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس کی بنیاد ڈالی اور اس کی
وجہ سے بیت المقدس کی آبادی وجود میں آئی۔ لیکن التداد زمانہ سے
عمارت منہدم و مسمار ہوگئی اور حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اپنے عہد میں جنوں
کے ذریعہ تعمیر کی تجدید کی۔ جنوں کی تسخیر کی وجہ سے بےنظیر اور شاندار تعمیر
عالم وجود میں آئی۔ لوگوں کی نگاہیں آج بھی اس کے آثار باقیہ کو دیکھ کر حیران
ہیں کہ آخر وہ کونسے آلات جرِ ثقیل تھے جن کی مدد سے اس قدر بھاری
پتھر اتنی بلندی پر پہنچائے گئے اور اُن میں باہم اتصال پیدا کیا گیا۔

پھر حضرت یعقوب علیہ السّلام کے بانیٔ مسجد ہونے کی تصدیق اس سے
بھی ہو رہی ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے جس مقام پر خدائے تعالیٰ سے باتیں کیں
اس مقام کا نام بیت ایل یعنی خدا کا گھر رکھا۔ تعجب ہے کہ مورخین نے

محض اس قدر لکھنا کیوں کافی سمجھا۔ کہ یعقوب علیہ السّلام نے اس مقام پر خواب میں خدائے تعالیٰ سے باتیں کیں۔ اس لئے اس مقام کا نام "بیت ایل" رکھا گیا۔ لیکن اگر محض مقام کے نام پر بھی ذرا غور کر لیتے۔ تو تمام مشکل حل ہو جاتی اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کو کہ جنہوں نے (۸۸۰) برس بعد اس کی تعمیر کی تجدید کی اس کا بانی قرار نہ دیتے۔

خدا کے گھر کے معنی یہی ہو سکتے ہیں۔ وہ مقام جہاں خدا کی عبادت کی جائے۔ ہم آج بھی عبادت گاہوں کو عام طور پر اللہ کا گھر کہتے ہیں۔ لعینہ یعقوب علیہ السلام نے بھی اس مقدس مقام کو اللہ کا گھر کہا۔ توریت کے باب استثنا اور دیگر مقامات سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے ہاتھ کا نصب کردہ پتھر سلیمانؑ کے وقت تک موجود تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے حکم سے یعقوب علیہ السّلام نے جو اللہ کا گھر، تعمیر کیا ہو ۸۸۰ برس کی مدت میں انقلابات زمانہ کی نذر ہو گیا ہو۔ اور اس وقت محض ایک ہی پتھر باقی ہو۔ مگر اس میں تو اب کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ حضرت یعقوبؑ نے خواب میں اللہ سے باتیں کیں اور وہیں عبادت گاہ کی تعمیر کا حکم پاکر اسی مقام پر عبادت خانہ تعمیر کرنا شروع کیا۔ اور اپنی اُمّت کو پکارا کہ اللہ کے گھر کی طرف آؤ۔ اور ایک خدائے واحد کی پرستش کرو۔

مختصر تاریخ مسجد اقصیٰ

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جب کہ وہ اپنی اُمّت کے ساتھ وادی تیہ

میں گھومتے پھرتے تھے حکم ہوا کہ عبادت کے لئے ایک خیمہ بناؤ۔ ساتھ ساتھ تمام تفصیلات سے بھی مطلع کر دیا گیا۔ جو ہم ضرورت سے زیادہ تفصیل کے پیش نظر انداز کرتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ سے لے کر حضرت داؤد[۲] تک بھی خیمۂ عبادت قائم رہا۔

حضرت شموئیلؑ کے والد نے اُن کی پیدائش کے لئے اس خیمہ میں جب کہ یہ ہیکل کے مقام پر استادہ تھا دعا کی تھی جو مقبول ہوئی۔ پھر ساؤل کے عہد میں یہ خیمہ شہر نوب میں قائم ہوا اس کے بعد داؤد علیہ السّلام نے چاہا کہ اپنی بادشاہت میں اس کو پختہ تعمیر کریں۔ مگر جدال و قتال نے فرصت نہ دی، اس لئے محض اس مقام پر خیمہ کو استادہ رہنے دیا۔ جس جگہ کو خدا ئے تعالیٰ نے ہمیشہ سے اس کے لئے پسند فرمایا ہے، جیسا کہ کتاب استثنا کے باب ۱۲ درس[۱۴] میں شارہ ہے یعنی شہر یروشلم میں کوہ صیحون پر جس جگہ کا نام حضرت یعقوبؑ نے بیت ایل" رکھا تھا۔ چنانچہ انتقال کے وقت حضرت سلیمانؑ کو وصیت فرمائی۔ سب ساز و سامان بھی حوالہ کیا اور ہیکل کا نقشہ بھی دیا۔ جس کے مطابق سلیمان علیہ السّلام نے اپنی تخت نشینی کے چار برس دو ماہ بعد ہیکل کی تعمیر شروع کی۔ اس تعمیر کا آغاز مصر سے خروج موسیٰ[۳] کے ۵۹۲ برس بعد اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے عراق (میسوپوٹیمیا) سے نکل کر کنعان میں آباد ہونے کے ایک ہزار بیس سال بعد۔ اور طوفانِ نوح سے ۱۰۴۰ برس بعد اور آدم کی پیدائش سے لے کر سب کا! چہ اور ... سے پہلا آدمی تھا ہیکل کے زمانہ تک ۳۱۱۰ برس گذرے تھے۔ اور شہر سور کے آباد ہونے سے ۲۴۰

برس بعد اور حیرام شاہ سور کے تخت نشین ہونے سے گیارہ برس بعد۔

ہیکل سلیمانی

ہیکل کی اس محیر العقل عمارت کا اجمالی حال اور اس سلسلہ کے اہم امور کا ذکر ذیل میں کرتے ہیں:-

عمارت سنگ مرمر سے تیار ہوئی تھی۔ بنیاد بہت گہری کھدوائی گئی۔ ہیکل کا عرض ۲۰ ہاتھ طول ۶۰ ہاتھ بلندی۔ اس کے اوپر ایک مکان بطور بالاخانہ کے تھا۔ اس طرح ہیکل کی بلندی ۱۲۰ ہاتھ ہوئی۔ اس کا رخ مشرق کی جانب تھا۔ سامنے ایک برآمدہ تھا۔ ۲۰ ہاتھ چوڑا۔ ۱۲ ہاتھ لمبا اور ۱۲۰ ہاتھ اونچا۔ کمرے نیچے اوپر سہ منزلہ بنائے گئے تھے۔ ان کی بلندی نصف ہیکل تک پہنچتی تھی۔ تمام ہیکل کی چھت سرو کے مصفا شہتیروں اور تختوں سے پاٹی گئی۔ اور سونے کی چادروں سے چھت اور دیواروں کو مڑھ دیا جس سے تمام ہیکل روشن ہوگئی۔ ہیکل کی تعمیر ایسی حکمت اور درستی سے کی گئی تھی، کہ کہیں جوڑ معلوم نہ ہوتا تھا۔

دو ستون ۱۸ ہاتھ بلند تھے جن کا محیط ۱۲ ہاتھ تھا۔ ان پر پانچ ہاتھ اونچے سوسن کے درخت کی صورت ایک جالی کہ جس پر سوسن کے پھولوں کی شکل تھی بنائی تھی۔ ان پر ۲۰۰ انار بنائے اور ایک ستون برآمدہ کے داہنی طرف رکھا گیا۔ دوسرا بائیں طرف۔ داہنی طرف والے کا نام بوعز تھا۔ ایک کلاں حوض نصف کرہ کی مانند پیتل کا ڈھلا ہوا بنوایا تھا۔ قطر دس ہاتھ اور

دل چار انگشت نیچے پیتل کا ایک ستون تھا جس کا قطر دس فٹ تھا اور چاروں طرف ۱۲ بیل ڈھلے ہوئے تھے۔ ان کی پشت پر یہ حوض تھا۔ اس کو بحر کہتے تھے۔ بیل، شیر، ببر، عقاب اور چھوٹے چھوٹے جانور کافی تعداد میں بنے ہوئے تھے۔ پانچ حوض ہیکل کے دائیں طرف اور پانچ بائیں طرف تھے۔

ایک قربان گاہ پیتل کی بنائی جس کا عرض ۲۰ ہاتھ طول ۲۰ ہاتھ اور بلندی ۱۰ ہاتھ تھی۔ دیگ، چمچے اور دست پناہ سب پیتل کے تھے ۱۰۰۰ میزیں مختلف کاموں کے لئے بنائی گئی تھیں۔ جن پر شیشیاں اور پیالیاں رکھی جاتی تھیں ۱۰۰۰ شمعدان تھے جن میں سے ایک شمعدان رات دن روشن رہتا تھا۔ ایک سونے کی میز تھی جس پر خدا کے نام کی روٹیاں رکھی جاتی تھیں۔ اور ایک قربان گاہ صرف سونے کی بنی ہوئی تھی ہیکل کے چاروں طرف ۳ ہاتھ بلند دیوار تھی۔ تاکہ کوئی دوسرا نہ جا سکے اس لئے کہ وہاں صرف پاک شدہ لوگ ہی جا سکتے تھے۔

یہ ہیکل ۷ برس میں بن کر تیار ہوئی۔ اس کی تعمیر میں آسور کے بادشاہ حیرام نے لکڑیوں کی بہت مدد کی۔ خود حضرت سلیمانؑ نے اس کام کے لئے ۳۰۰۰۰ آدمی مقرر کئے تھے۔ جو کوہ لبنان پر لکڑیاں چیرتے اور تراشتے تھے اُن کے علاوہ وہ غیر لوگ بھی تھے جن کو حضرت داؤد نے مقرر کیا تھا۔ ۷۰۰۰۰ آدمی باربرداری کا کام کرتے تھے اور ۸۰۰۰۰ ہزار سنگ تراش اور ۳۰۰۰ ہزار ان سب کے محافظ تھے۔ جب ہیکل اور اُس کا

سب ساز و سامان تیار ہو چکا تو حضرت سلیمانؑ نے بنی اسرائیل کو دُور دراز سے جمع کیا اور اُن کی دعوت کی اور بڑے دھوم دھام سے صندوق شہادت اندر رکھا۔ جب کاہن لوگ سب چیزیں بہ ترتیب اندر رکھ کے باہر آئے تو ایک سیاہ اَبر کا ٹکڑا کہ جس سے اندھیرا ہو گیا۔ ہیکل کے اندر گیا جس سے لوگوں کو اُس کی مقبولیت کا یقین ہوا۔ تب سلیمان علیہ السّلام نے سر سجدہ میں رکھ کر یہ مناجات کی :۔

"اے خدائے بزرگ و برتر کہ تو آسمان اور زمین خشکی اور تری غرض کسی مکان میں نہیں سما سکتا۔ میں تیری منت کرتا ہوں کہ اس مکان میں جس وقت تیرے بندے تیری عبادت کرنے کے لئے آئیں اور تیری حضور عاجزی کا اعتراف کریں اور دعائیں مانگیں تو ان سب کی بندگی کو قبول فرما اور اُن کی دُعائیں سُن لے۔ اُن کی حاجتوں کو پُورا کر۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تو سب بندوں کی دیکھ بھال کرنے والا ہے مگر جو تجھ سے ڈرتے ہیں اُن کی زیادہ نگہبانی کر اور اُن پر زیادہ الطاف و عنایت کی بارشش کر"۔

اس کے بعد خدائے تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ لاتعداد جانوروں کی قربانی بارگاہ ایزدی میں پیش کی۔ آسمان سے ایک آگ اُتری اور سب کے رُوبرو تمام قربانیوں کو کھا گئی۔ اللہ کے نزدیک اُن کی قربانی قبول ہو گئی تھی۔ اس کے بعد چالیس برس حضرت سلیمان کی حکومت قائم رہی۔ انتقال کے بعد اُن کا

رحبعام تخت نشین ہوا۔ یہ بہت ہی اوباش اور بدعقل تھا۔ تمام سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی.....

بار اوّل

چنانچہ سیساق شاہ مصر نے حملہ کیا اور ہیکل میں سے سب سونے چاندی کا سامان لے گیا جس کے بعد رحبعام نے پیتل کا سامان بنوایا۔ یہ پہلی مصیبت تھی جو حضرت سلیمانؑ کے بعد ہیکل اور یروشلم پر آئی۔ اس کا سبب رحبعام کی بے دینی اور اعمال فاسقہ تھے۔ جن کی وجہ سے دس اسرائیلی فرقوں نے باغی ہو کر علیحدہ حکومت بنالی تھی۔ جن کا والی "یربعام" نامی ایک شخص تھا

بار دوم

رحبعام سے یوحیا کے بعد تک تخمیناً ۱۰۰ برس کا زمانہ ہے۔ اس طویل مدت میں بہت سے انقلابات آئے۔ کئی بار ہیکل خستہ وخراب ہوا مگر یوحیا نے اس کی مرمت اپنے عہد میں کرائی اور کثیر رقم صرف کی۔

بار سوم

کچھ سال بعد بخت نصر نے ملک یہودیہ پر چڑھائی کی اور یروشلم کو فتح کر کے وہاں کے بادشاہ یکونیاہ اس کی ماں اور دیگر بیگموں اور شہر کے امیروں ہر قسم کے کاریگروں، لوہاروں، سنگ تراشوں، شاہی خزانہ اور ہیکل کے سب سونے کے برتنوں اور دیگر سامان کو لوٹ کر لے گیا۔

بار چہارم

پہلے حملے کے بعد بخت نصر نے یہاں کی حکومت کو ایک شخص صدقیاہ کے

سپرد کر دیا تھا جس نے بخت نصر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ چنانچہ بخت نصر نے حملہ کیا۔ صدقیاہ نے بھاگنا چاہا۔ مگر گرفتار ہوا۔ اور بڑا ہی عبرتناک انجام ہوا۔ بخت نصر کے سپہ سالار نے یروشلم اور ہیکل کے سب مال و اسباب کو جمع کر کے باقی تمام شہر اور ہیکل میں آگ لگا دی اور سب کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور ہیکل اور شہر کی بنیادیں تک اکھاڑ کر میدان کر دیا اور ہزارہا مرد و زن کو اسیر کر کے بابل میں پہنچا دیا۔ ہیکل کے وہ برنجی ستون، وہ حوض اور وہ ڈھلے ہوئے جالی دار پیتل کے سامان جن کو زمانے کے منتخب کاریگروں نے کس محنت سے بنایا تھا سب کو بابل روانہ کیا۔ اور بیشتر کو توڑ پھوڑ دیا۔ توریت کو بھی (جو ایک نقلی نسخہ تھا) وہیں جلا دیا۔ آج یہود کے اقبال کا خاتمہ ہو گیا۔ آج وہ ہیکل سلیمانی جس کا دنیا میں نظیر نہ تھا۔ منہدم ہو گیا۔ شہر کے عمدہ مکانات اور بازار برباد ہو گئے یہ حادثہ عبرت خیز حضرت مسیح علیہ السلام سے ۵۸۶ برس پیشتر گذرا ہے گویا تعمیر ہیکل کے ۴۱۵ برس بعد یہ بربادی رونما ہوئی۔ صدقیاہ کے عہد میں حضرت یرمیاہ دعوت حق لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے صدقیاہ کو بھی بت پرستی اور بدکاری سے باز رہنے کی تلقین کی اور اس کو نتائج بد اور عذاب الٰہی سے ڈرایا جس کے نتیجہ میں صدقیاہ نے ان کو قید کر دیا۔ چنانچہ اس حملہ کے وقت شاہ بابل کے ملازموں نے آپ کو قید سے رہائی دلائی اور نیک سلوک کیا۔ اور اس ویرانے میں خاک اڑانے کی اجازت دے دی۔ اب حضرت یرمیاہ تھے تو وہ خاک پر سر رکھتے تھے اور شوکت پارینہ

کا ماتم کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کی بدبختی کا نوحہ کرتے جاتے اور خدا کی بزرگی و برتری کا اقرار۔ غرض کہ اس معاملہ پر اُن کی دیدۂ عبرت نگاہ سے حسرت آلود آنسو ٹپک رہے تھے۔ ہر آنسو خدا کی عظمت و جبروت اور قہر و جلال کا مظہر تھا۔

ہیکل کی دوبارہ تعمیر

بابل میں ستر برس تک یہودی رہے جب خسرو کے ہاتھوں شاہانِ بابل کا خاتمہ ہوا تو اُن کو رہائی نصیب ہوئی اور ۴۲۰۰۰ یہودی جن میں یشوع بھی شامل تھے۔ پھر اپنے ملک یہودیہ میں داخل ہوئے اور ہیکل اور شہر کی تعمیر کی۔ زوربابل بن سالتائیل اور یشوع بن صدق اس کے مہتمم تھے۔ یحییٰ اور ذکریا بن عبید و علیہما السّلام ہدایت دیتے جاتے تھے۔ شاہ ایران کی طرف سے تعمیر کا خرچ اور لکڑی اور پتھر کی امداد ملتی تھی اور کچھ عرصہ بعد حضرت عزیر علیہ السّلام بھی مع سازو سامان اور ایک جماعت سمیت تعمیر میں شریک ہوئے۔ دارا[1] کے عہد میں سات برس کے اندر ہیکل بن کر تیار ہوئی۔ جب بنی اسرائیل کے لوگ قربانی کرنے کو جمع ہوئے اور بہت سے لوگ خدا کی حمد و ستائش کے نغمے الاپنے لگے تو نوجوان خوشی سے نعرے مارتے جاتے تھے۔ اور سن رسیدہ قدیم ہیکل کی یاد میں غم انگیز نالے بلند کر رہے تھے۔

---

[1] یہ دارا وہ نہیں جس کو سکندر نے مغلوب کیا تھا۔

تیسری بار تباہی اور تعمیر

رینتوگوس چہارم نے ۱۷۰ ق۔م میں یروشلم پر حملہ کیا ۴۰۰۰۰ یہودیوں کو قتل کیا ۴۰۰۰۰ کو قید کرکے لے گیا۔ اور ہیکل کا اسباب ۴۵۹۶۰۰۰ کروڑ کی مالیت کا تھا، لوٹ لیا۔ ہیکل کی بے عزتی کی اور ایک ظالم کو حاکم بنادیا۔ ۱۶۹ ق م میں اُس نے پھر یروشلم پر حملہ کیا۔ شہر کو تاخت و تاراج کردیا۔ مگر ہیکل بچ رہی۔ پھر کچھ دنوں بعد سر میں بُت پرستی کو رائج کرنے کا سودا سمایا۔ چنانچہ اپنے نائب اسینیوس کو یہودیوں پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ انحراف کرنے والے کی سزا موت ہے۔ چند بے دین یہودیوں کی مدد سے بُت پرستی کی ترویج شروع کی۔ لوگوں کو بُت پرستی پر مجبور کیا تمام کتب یہود کو جلا ڈالا۔ اور ہیکل میں جوپیٹر (JUPITER) کی مورتی نصب کردی جس نے حکم نہ مانا اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

۱۶۷ ق۔م کے قریب ایک بوڑھے کاہن بیت تاخنیس نے اپنے پانچ بیٹوں یوحنا۔ شمعون۔ یہوداہ۔ رملفاذر، یونتان کو لے کر دین دار یہودیوں کو جمع کیا اور شہر مودان میں رینتوگونس کے آدمیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ فتحیاب ہوا۔ بتوں اور بُت پرستوں کو غارت کیا۔ اس کے بعد اُس کا بیٹا یہوداہ جس کا لقب مقابیس تھا۔ جس کی دو کتابیں عبرانی زبان میں مقابیس اوّل اور مقابیس دوم کے نام سے معروف ہیں۔ قائم مقام ہوا۔ اُس نے یروشلم کے کھنڈروں کی مرمت کی اور ہیکل کو نئے سرے

۱۔ یونانی اور اٹلی والوں کا قدیم دیوتا۔ مشتری (برہسپت۔ جمعرات)

صاف کیا۔ ایک بار پھر بت پرستی کی وبا دُور ہو کر خدائے واحد کی پرستش شروع ہوئی۔ اس کے بعد ہیرودیس نے یہود کے خوش کرنے کے لئے ہیکل کو رفتہ رفتہ از سرِ نو تعمیر کیا۔ تمام عمارت ۸ ق م میں بن کر مکمل ہوئی اور اسی عہد میں حضرت مسیحؑ مبعوث ہوئے۔ اسی ہیکل کے کسی کمرہ میں حضرت مریم نے ذکریا علیہ السّلام کے پاس پرورش پائی تھی اور اسی ہیکل میں حضرت مسیح اور اُن کے حواری عبادت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے لیکن اس کے بعد اُس کا بیٹا ہیرودیس تخت پر بیٹھا جس کے ظلم و ستم کے خوف سے حضرت عیسیٰؑ عہد طفولیت ہی میں اپنی والدہ حضرت مریمؑ کے ہمراہ مصر تشریف لے گئے۔ اس بدبخت کے عہد میں حضرت یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السّلام کا سرِ مبارک کاٹ کر اُس کے سامنے ایک طشت میں لایا گیا تھا۔

ہیکل پر چھٹا حادثہ

۶۹ء میں شہزادہ طیطس نے یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ یہودیوں کے خلاف جنگوں میں فتح حاصل کی۔ معبد کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ ہیکل کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور اُس مقام پر ہل چلوا دیئے۔ اُس کی بنیاد دل سے مدت تک آگ کے شعلے نکلتے رہے۔ یہ یہود کی بدسلوکی کی وجہ سے قہرِ الٰہی کا ظہور تھا۔ اس حادثہ میں ۱۱ لاکھ یہود کام آئے۔ تفسیر اسکاٹ صاحب رومن صفحہ ۱۸۷ میں درج ہے کہ اس حادثہ سے قبل چند آثار

عجیبہ بھی ظہور میں آئے تھے:۔

(۱) ایک ستارہ تلوار کی صورت کا شہر کے اوپر نمودار ہوا۔ (۲) ایک دم دار ستارہ تمام سال دکھائی دیتا رہا (۳) عید فصح کی شب میں قربان گاہ کے پاس آدھے گھنٹے تک ایک ایسی روشنی رہی کہ گویا دن ہے (۴) ہیکل کا شرقی دروازہ جو پیتل کا بنا ہوا تھا اور بیس آدمیوں سے بہ مشکل بند ہوتا تھا۔ ایک رات خود بخود کھل گیا۔ عید فصح کے چند دن بعد غروب آفتاب کے بعد بادلوں میں لڑائی کی گاڑیوں اور ہتھیار بند سپاہیوں کی شکلیں دیر تک نمودار ہوتی رہیں۔"

مگر پھر بھی یہود کی شرارت کم نہ ہوئی چنانچہ ۱۳۵ء میں معبد دوبارہ بن کر تیار ہوا۔ پھر گرایا گیا اور اس جگہ ہل چلایا گیا۔ پر ۳۶۳ء سے کچھ قبل جیولین قیصر نے جو عیسائی مذہب کے خلاف تھا حضرت مسیحؑ کی پیشین گوئی "کہ جب تک غیر قوموں کا وقت پورا نہ ہوگا۔ یروشلم غیر قوموں سے روندا جائے گا" کی تکذیب کی خاطر یروشلم میں ہیکل کی تعمیر کا ارادہ کیا چنانچہ کاریگر بھیجے۔ لیکن قدرت الٰہی پیغمبر کی پیشین گوئی اور قہر خدا کا مقابلہ نادان انسان کیا کر سکتا ہے۔ جب مزدور بنیاد کھودنے بڑھتے بنیاد سے اس قدر سخت آگ کے شعلے نکلتے کہ پسپا ہونا پڑا۔ اس کے بعد ۶۳۷ء میں حضرت عمرؓ نے اس جگہ مسجد تعمیر کی۔ الغرض طیطس کے عہد سے لے کر حضرت عمرؓ کے عہد تک اگرچہ یروشلم آباد رہا۔ مگر ہیکل اس تمام

عرصہ میں جس کی مدت تخمیناً ۶۰۰ سال کا ہے اُجاڑ پڑا رہا اور حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔

حضرت مسیحؑ کا قول تھا کہ "جب تک غیر قوموں کا وقت پورا نہ ہو یروشلم غیر قوموں سے روندا جائے گا"۔ اس قول کی تاویل تمام عیسائی دنیا بھی کرتی ہے کہ عیسائیوں کے علاوہ کوئی قوم بھی یروشلم کی تعمیر نہ کر سکے گی لیکن کیا جس وقت مسلمانوں کے لشکروں نے یروشلم کو فتح کیا اور ۶۳۷ء میں ہیکل کی جگہ مسجد عمر کی تعمیر وجود میں آئی۔ حضرت عیسیٰ کی یہ پیشین گوئی باطل ہو چکی تھی؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ ایک پیغمبر کا فرمان ۶۰۰ سے زائد سال "تک صحیح ثابت ہو اور پھر یک قلم منسوخ نہ ہو جائے۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا البتہ یہ ہمارے فہم ناقص کی کوتاہی ہے۔ کہ ہم ان اقوال کی تاویلات اپنی منشا کے مطابق کرتے ہیں اور جب وہ غلط ثابت ہوتی ہیں تو پھر یا تو پیغمبروں پر شک کی نگاہ ڈالتے ہیں۔ یا پھر دامنِ شرم کو تھام لیتے ہیں۔ اگر بہ نظرِ غور دیکھا جائے تو اس قول میں خود ایک ایسی اُمت کے آنے کی پیشین گوئی موجود ہے جو اُمم سالفہ سے کہیں زیادہ ممتاز و صالح ہو گی اور اسی کو اس مقام کی حکمرانی کا حق حاصل ہو گا۔ اسلام کے ظہور میں آنے کے معنی بھی اس قول کے مطابق یہ ہیں کہ غیر قوموں اور غیر مذاہب کا دنیا میں وقت ختم ہو چکا ہے۔ باطل کی تاریکیاں چھٹ گئی ہیں اور نور کی صبح نمودار ہو چکی ہے۔ اور اگر اس پیشین گوئی کے یہ معنی نہیں ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ساڑھے بارہ سو برس "تک مسلمانوں کا قبضہ بیت المقدس پر کیوں رہا اور

باوجود ہزار جدوجہد اور قتال و جدال کے عیسائی کیوں ناکام رہے۔ اور کیا خود اُن کی ناکامی اس بات پر دلالت نہیں کر رہی ہے کہ اُن کے پیغمبر کے قول کے مطابق اُن کا وقت ختم ہوچکا۔ اب اُنہیں حق نہیں کہ عیسائیت کا دعویٰ اسلام کے مقابلہ میں کریں۔ لیکن بقول شیخ سعدیؒ

آن را کہ گوش ارادت گران آفریدہ اند چوں کند کہ بشنود۔

ہیکل کی چوتھی بار تعمیر

فتح بیت المقدس کے وقت جب حضرت عمرؓ اس شہر میں داخل ہوئے اُس وقت اُن کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اس متبرک پہاڑ کا محلِ وقوع معلوم کریں جیسے الصخرہ کہا جاتا ہے اور جس پر مسجد اقصیٰ واقع تھی جہاں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوکر معراج کے لئے آسمان پر تشریف لے گئے تھے آپؓ نے وہاں کے راہب سے فرمایا کہ وہ اُن کی رہبری کرے اور وہ مقدس جگہ دکھائے۔ راہب سب سے پہلے آپؓ کو کلیسائے نشور میں لے گیا اور کہا کہ یہی حضرت داؤد کی مسجد ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ خدا کے رسول حضرت محمدؐ نے مجھے جو جگہ بتائی تھی یہ اُس کے مشابہ نہیں ہے۔ پھر وہ کلیسائے صیحون میں لے گیا۔ اور کہا کہ یہ حضرت داؤد کی مسجد ہے۔ آپؓ نے پھر فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اسی طرح راہب آپؓ کو ہر گرجا میں لے گیا۔ آپؓ نے ہر بار یہی فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ آخر کار راہب آپؓ کو اُس دروازے سے لے گیا جس کا نام اب

باب المحمد ہے۔ سیڑھیوں پر کوڑا کرکٹ صاف کرنے کے بعد وہ ایک تنگ راستے میں داخل ہوئے جہاں حضرت عمرؓ گھٹنوں کے بل چل کر وسطی بدرو کے پاس آئے یہاں پر کھڑے ہو کر آپؓ نے الصخرہ کی جانب نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ قسم ہے اُس خدائے بزرگ و برتر کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جو اللہ کے رسولؐ نے مجھے بتائی تھی اس کے بعد آپؓ نے اُس پر ایک مسجد تعمیر کئے جانے کا حکم دیا۔

عبدالملک بن مروان نے (بیت المقدس کی) یعنی مسجد اقصٰی کی جسے اب مسجد عمر کہا جاتا ہے۔ ۶۹ھ میں تعمیر شروع کی یہ مسجد تین سال میں تیار ہوئی اور مصر کی سات سالہ مالگذاری کی رقم صرف ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے کئی دن بیت المقدس میں قیام کیا۔ ایک مرتبہ آپؓ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کے لئے فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں عزم کر چکا ہوں کہ رسول اللہ کے بعد کسی کے کہنے لئے اذان نہ دوں گا۔ لیکن آج اور صرف آج آپؓ کا ارشاد بجا لاؤں گا۔ اذان دینی شروع کی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آگیا۔ سب پر رقت طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ ابو عبیدہؓ و معاذ بن جبلؓ روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کی بھی ہچکی بندھ گئی۔ اس کے بعد ۶۹۱ء میں عبدالملک نے مسجد عمر پر گنبد بنوایا جس کی تعمیر اُس کی حکومت کے ابتدائی سال ۶۸۴ء سے شروع ہوئی۔

مسجد اقصیٰ کی سیر

اس کو حرم شریف کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی ۱۴۹۹ فٹ اور چوڑائی ۵۹۵ فٹ ہے۔ اس کے دس دروازے ہیں۔ پانچ کھلے اور پانچ بند رہتے ہیں۔ اس احاطہ کے درمیان ایک پختہ سنگ مرمر کا تخت ہے۔ یا چبوترہ جو غالباً ۴۵۰ مربع فٹ ہے۔ اس کی بلندی احاطہ کی سطح سے بارہ چودہ فٹ ہوگی۔ اس پر چڑھنے کے لئے اچھی اور کشادہ سیڑھیاں ہیں۔ اس تخت کے ارد گرد بہت حجرے بنے ہوئے ہیں جن میں موذن و خدام رہتے ہیں۔ سامان مرمت رکھا جاتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ حسین و خوشنما وہ مسجد ہے جو اس تخت کے درمیان ہے جس کو مسجد الصخرہ کہتے ہیں۔ یہ مسجد ہشت پہلو ہے۔ ہر پہلو ساٹھ فٹ ہے اس کے پتھروں سے ثابت ہے کہ یہ ہیکل ہی کے پتھر ہیں ...... گنبد نوے فٹ بلند ہے اور اس کا قطر ۴۰ فٹ ہے۔ مسجد کے نیچے ایک تہہ خانہ بھی ہے جس میں مسجد سے ایک کھڑکی کے ذریعہ روشنی لے کر نیچے اُترتے ہیں۔ نیچے جا کر حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کی بنیاد کے نشانات معلوم ہوتے ہیں۔

آج سے ہزاروں برس پہلے کی بات ہے کہ میسوپوٹامیہ کے میدان سے گلہ بانوں کا ایک قافلہ چراگاہوں کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اس قبیلہ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام تھے۔ اُن کی بیوی کا نام سارہ تھا۔ آپ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ چلتے چلتے یہ قافلہ کنعان کی سرزمین میں داخل ہوا۔ ہوا

سازگار پائی اور یہیں بس گیا۔ شاہ مصر کی ایک لڑکی ہاجرہ تھی۔ بڑی پاکدامن تھی بادشاہ نے اُس کی شادی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام سے کر دی آپ کی پہلی بیوی کو رنج پہنچا۔ اور ایسا ہونا قدرتی بات تھی۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ کو مصر چھوڑ کر عرب کے بے آب و گیاہ ریگستان کی جانب سفر کرنا پڑا۔ یہاں آپ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ پیدا ہوئے۔ موجودہ عرب نسل آپ ہی کے سلسلہ خاندان سے ہے۔ اُدھر حضرت سارہؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عنایت کیا جس کا نام اسحٰق رکھا گیا جو اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کا جانشین ہوا۔ انہیں بھی اللہ نے ایک لڑکا دیا۔ یعقوب نام رکھا گیا۔ آپؑ نے خواب میں اللہ سے باتیں کیں۔ اور اللہ کے گھر کی بنیاد کوہ صیحون پر ڈالی۔ ایک مورخ کا قول ہے کہ آپ نے اللہ کے ایک فرشتہ سے جنگ کی تھی اس لئے آپؑ کا لقب "گرانے والا"، یا اسرائیل قرار پایا۔ چنانچہ آپ سے جو سلسلہ چلا وہ کنعان، شام، لبنان اور فلسطین کی سرزمین میں پھیلا اور پھلا پھولا۔ اور بنی اسرائیل کہلایا۔ اگر اُس مورخ کا قول صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو بنی اسرائیل کے معنی "خدا سے لڑنے والا خاندان" ہو سکتے ہیں۔ نام کا ضرور اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ کوئی پیغمبر بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے نہیں آیا جس کی نا قابل مضحکہ خیز اور ایذا رسانی میں اس قوم نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بہر حال یہ قوم اللہ سے لڑتی رہی ہے۔ لڑتی رہے گی۔ آج بھی ابراہیمؑ کے انہی دو بیٹوں کی اولاد میں جنگ ہے۔ ایک کے ذمہ اعلائے کلمۃ الحق کا

فرض ہے اور ماضی میں اُس نے اپنے باپ کو ابراہیمؑ کا صحیح جانشین ثابت کیا ہے۔ برخلاف اس کے دُوسری قوم کا کردار تاریخ کا ایک کھوٹا سکہ ہے۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ اس کا اندازہ اُس قوم کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ ربطِ مضمون کی خاطر اس جگہ ہم حضرت موسیٰؑ کے عہد کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ آپؑ کا ظہور حضرت یعقوب علیہ السّلام کے بعد ہوا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا عہد

حضرت موسیٰؑ ایک طویل مدت تک رشد و ہدایت کا فرض انجام دیتے رہے۔ آپ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔ اس کے بعد فلسطین پر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن جب ایک قوم عرصہ تک غلامی کی حالت میں رہتی ہے تو اس میں بلند مقاصد کے لئے جدوجہد کی استعداد باقی نہیں رہتی۔ وہ غلامی کا امن پسند کرنے لگتی ہے خواہ ذلت و نامرادی کے ساتھ ہو اور مقاصد کی جدوجہد سے جی چُرانے لگتی ہے خواہ اُس کا نتیجہ کامرانی و اقبال ہو۔ یہی حال بنی اسرائیل کا تھا حصول مقاصد کی خاطر ان میں عزم و استقلال نہ تھا۔ بزدلی و بے طاقتی نے قدم پکڑ لئے تھے۔ جب حضرت موسیٰ نے انہیں حکم دیا کہ سرزمین کنعان میں داخل ہو جاؤ! جو تمہاری موجودہ سرزمین ہے تو کہنے لگے " وہاں بڑے طاقتور لوگ رہتے ہیں۔ اُن کے مقابلہ کی ہم میں طاقت نہیں " چنانچہ انہوں نے

ارادہ کر لیا تھا کہ مصر واپس چلے جائیں اور حضرت موسیٰ کو چھوڑ دیں۔ اس پر حکم ہوا تھا کہ "۴۰ سال تک یہ لوگ وادیٔ سینا کے میدانوں ہی میں پڑے رہیں گے" جب چالیس سال گزر گئے اور ایک نئی نسل ظہور میں آ گئی تو وہ بڑھے اور سرزمین موعود پر قابض ہو گئے۔ (ترجمان القرآن ابوالکلام آزاد)

حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا

اس نسل کی سرداری حضرت یوشع بن نون فرما رہے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰ کے دوسرے شاگرد کالب بن یوفنا سردار اور حاکم ہوئے یہ حضرت موسیٰ کی بہن مریم بنت عمران کے شوہر تھے۔ مگر نبی نہیں تھے۔

حضرت خرقیل علیہ السلام

اب بنی اسرائیل کی روحانی و دنیوی قیادت کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک اور ہستی پیدا کی جنہیں توراۃ و قرآن میں خرقیل علیہ السلام کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ تبلیغ اور ہدایت کا فرض بھی انجام دیتے تھے۔ اور کاروبار حکومت بھی سرانجام دیتے تھے۔ آپ کے دور کا اہم اور عبرت انگیز واقع بنی اسرائیل کو دعوت جہاد اور اُن کا فرار ہے۔

حضرت خرقیل علیہ السلام نے اپنی قوم کو کسی دشمن کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔ یہ اسرائیلی جماعت "داوردن" کی رہنے والی تھی۔ جو

شہر "واسط" سے چند کوس پر اُس زمانہ کی مشہور آبادی تھی (ابن کثیر) مگر وہ اپنی جانوں کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور "اُنج" کی وادی میں چلے گئے۔ اب ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور وہ سب کے سب موت کے آغوش میں چلے گئے۔ ایک ہفتہ بعد اُدھر سے حزقیل علیہ السلام کا گذر ہوا۔ اس حالت کو دیکھ کر سخت ملال ہوا اور دعا مانگی کہ الٰہ العالمین اُن کو موت کے عذاب سے نجات دے تاکہ ان کی زندگی خود اُن کے لئے عبرت اور بصیرت کا باعث بن جائے۔ دُعا مقبول ہوئی اور یہ قوم زندہ ہو کر نمونۂ عبرت بنی۔ قرآن عزیز اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے :-

"(اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت سے ڈر کر اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکلے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ مر جاؤ، پھر اُن کو زندہ کر دیا بیشک اللہ تعالےٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔"

حضرت الیاسؑ

یہ حضرت حزقیل کے جانشین ہیں اور بنی اسرائیل میں ایلیا کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے زمانہ میں یہود کی ذہنیت اس درجہ مسخ ہو گئی تھی کہ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی جس کے کرنے پر یہ حریص نہ ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے مسلسل اور عذابِ الٰہی کی پیہم آگاہی کے باوجود بُت پرستی۔ عناصر پرستی کواکب پرستی غرض غیر اللہ کی پرستش کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس کے پرستار

نہ بنے ہوں۔ اُن کا سب سے اہم بُت "بعل" (یہی "بعل" مکہ میں "ہبل" کے نام سے پُوجا جاتا تھا) آپؑ نے خدائے واحد کی جانب بلایا اور "بعل" کی پرستش سے منع کیا۔ بعلبک کا مشہور شہر جو بعل کے نام پر ہے۔ آپ کی رسالت اور ہدایت کا مرکز تھا۔

حضرت الیسعؑ

حضرت الیاسؑ کے بعد حضرت الیسعؑ آپ کے نائب مقرر ہوئے آپؑ نے اپنے پیرو حضرت الیاسؑ کے طریقہ پر بھی رشد و ہدایت کا فرض انجام دیا۔

حضرت شموئیل علیہ السّلام

حضرت الیسعؑ کے بعد بنی اسرائیل پر سخت ابتلا و آزمائش کا زمانہ آیا چنانچہ اس دور میں رہنمائی کے لئے حضرت شموئیل علیہ السّلام کا ظہور ہوا آپؑ کا دور نہایت اہم ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام کے بعد سے ایک کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالیں تاکہ بنی اسرائیل کے نظامِ حکومت کے بارے میں ہمارا ذہن صاف ہو جائے۔

حضرت یوشع علیہ السّلام نے سرزمین فلسطین میں داخل ہو کر خدا کے حکم سے اس علاقہ کو مختلف گروہوں کے درمیان تقسیم کر دیا تاکہ وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں اور دینِ حق کے لئے سرگرم عمل رہیں۔ (تورات یشوع باب ۲۳ میں یہ واقع تفصیل کے ساتھ منقول ہے) اس کے

بعد ان کے باہمی معاملات اور مناقشات کے فیصلوں کے لئے قاضیوں کا تقرر کیا۔ یہی قاضی دین کے استحکام کا ذریعہ بھی تھے اور عدالت کا کام بھی کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد ۳۵۰ سال تک یہ نظام بدستور قائم رہا۔ خاندانوں اور قبیلوں میں سردار حکومت کرتے تھے۔ ان کے مناقشات و معاملات کے فیصلے قاضی کرتے تھے۔ یہی قاضی ان تمام امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ دین کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کا فرض بھی انجام دیتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ اُن ہی قاضیوں میں اللہ تعالےٰ کسی کو منصب نبوت پر فائز کر دیتا تھا۔

اس نظام سے ایک بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ تمام ملک کی ایک مرکزی طاقت نہ تھی۔ اُسے ہم نیم منظم معاشرہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر باقاعدہ حکومت کا نام نہیں دے سکتے۔ بیرونی حملوں سے دفاع کا کام ایک منظم اور مصلح معاشرہ یا حکومت ہی کر سکتی ہے۔ اگر اس دور کی نفسیاتِ قومی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم پر روحانی کشمکش کا عالم طاری تھا۔ پیغمبروں کا نزول ہو رہا تھا۔ اصلاح کی کوشش جاری تھی، مگر اُن کی سوئی ہوئی قسمت نہ جاگتی تھی۔ یہ مسلسل غفلت و انکار کی تمثیلیں تازہ کر رہے تھے۔ بدعملی کے نتیجہ میں شجاعت و بہادری کے اوصاف سے قطعاً عاری ہو چکے تھے۔ چنانچہ اکثر بیرونی حملہ آور یہاں آکر قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم کرتے رہتے تھے۔ حضرت الیسعؑ کی وفات کے بعد مصر و فلسطین کے درمیان بحرِ رُوم پر عمالقہ میں سے

جالوت نامی ایک جابر و ظالم حکمران نے بنی اسرائیل کو مغلوب کرکے اُن کی آبادیوں پر قبضہ کر لیا۔ سرداروں اور قبیلہ کے معزز لوگوں کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا۔ باقی پر خراج مقرر کر دیا۔ تورات کو بھی مسخ کر دیا۔ متبرک صندوق "طالوت سکینہ" بھی چھین کر لے گیا۔ اس صندوق میں تورات کا اصل نسخہ موسیٰ و ہارون علیہ السّلام کے عصا اور پیرہن اور مرتبان محفوظ تھے۔ یہ زمانہ انتہائی نکبت و ذلت کا تھا۔ بنی اسرائیل میں کوئی پیغمبر موجود نہ تھا۔ خاندانِ نبوت میں صرف ایک حاملہ عورت باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ اللہ نے رحم فرمایا۔ اور اُس عورت کی دُعا قبول کی۔ اس کے بطن سے ایک بچّہ پیدا ہوا۔ اُس کا نام شموئیل رکھا گیا۔ تربیت کا بار ایک بزرگ عالم نے اپنے ذمّہ لیا۔ بزرگ کے فیضانِ نظر سے ہونہار بچّہ نے تورات حفظ کی اور انہیں سے دینی تعلیم کے مدارج طے کیے۔ سن رشد کو پہنچے تو تمام بنی اسرائیل میں ممتاز نظر آنے لگے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا اور بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت پر مامور کیا۔

عمالقہ کی دست برد سے تنگ آکر بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل سے درخواست کی کہ ان پر ایک حاکم مقرر کریں۔ چنانچہ توریت میں آتا ہے...

"اور ایسا ہوا کہ جب شموئیل بوڑھا ہو گیا تو اُس نے اپنے بیٹوں کو مقرر کیا کہ اسرائیل کی عدالت کریں اور اس کے پہلوٹے کا نام یوئیل تھا۔ اور اس کے دُوسرے بیٹے کا نام ابیاہ وہ دونوں بیرسبع میں قاضی تھے۔ پھر اس کے بیٹے اُس کی

راہ پر نہ چلے بلکہ نفع کی پیروی کرتے اور رشوت لیتے اور عدالت میں طرفداری کرتے۔ تب سارے اسرائیلی بزرگ جمع ہو کر راستہ میں سموئیل کے پاس آئے اور اُسے کہا کہ دیکھ تو بوڑھا ہوا اور تیرے بیٹے تیری راہ پر نہیں چلتے۔ اب کسی اور کو ہمارا بادشاہ مقرر کر جو ہم پر حکومت کیا کرے جیسا کہ سب قوموں میں ہے۔"

چنانچہ قرآن عزیز کے مطابق بنی اسرائیل کے اس مطالبہ کا جو جواب حضرت شموئیل نے دیا وہ بنی اسرائیل کی عادت و خصائل کے عین مطابق ہے۔ حضرت شموئیل نے ارشاد فرمایا:۔

"مجھے یہ خوف ہے کہ ایسا نہ ہو جب تم پر کوئی بادشاہ مقرر کیا جائے اور وہ تم کو دشمن کے مقابلہ کے لئے جہاد کا حکم دے تو تم بزدلی کا اظہار کرو اور جہاد سے انکار کر جاؤ۔"

بنی اسرائیل نے بڑی قوت کے ساتھ جواب دیا۔

"ہم جہاد سے انکار کر دیں بھلا یہ کیسے ممکن ہے جب کہ ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ ہم کو دشمنوں نے خوب ذلیل کر دیا۔ انہوں نے ہم کو ہمارے گھروں سے نکالا اور ہماری اولاد کو قید کیا۔"

چنانچہ اتمام حجت کے بعد حضرت شموئیل نے حکم الہٰی سے آگاہی کے بعد طالوت کو جو علمی و جسمانی لحاظ سے سب میں نمایاں تھا حاکم مقرر کر دیا لیکن بنی اسرائیل نے اس کے حکم کو ماننے سے انکار کیا۔ ان کا خیال تھا کہ

حضرت شموئیل کی نگاہِ انتخاب ہم میں سے کسی پر پڑے گی۔ مایوسی ہوئی تو اپنے انداز وکردار کے مطابق انکار کر بیٹھے۔ سورۂ بقرہ میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے انکار کا ذکر کرتے ہوئے باری تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں

"پھر ایسا ہوا کہ ان کے نبی نے کہا۔ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو حکمران مقرر کر دیا ہے۔ جب انہوں نے یہ بات سُنی تو (اطاعت وفرماں برداری کی بجائے) کہنے لگے وہ ہم پر کیسے حکمران بن سکتا ہے جب کہ اس سے کہیں زیادہ ہم حکمران بننے کے حقدار ہیں۔ علاوہ بریں اس کو مال و دولت کی وسعت بھی حاصل نہیں ہے نبی نے فرمایا (" حکمران کا جو معیار تم نے مقرر کیا ہے وہ غلط ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حکمرانی کی قابلیت واستعداد میں تم پر اُس کو برگزیدہ اور فائق کیا ہے اور علم کی فراوانی اور جسم کی طاقت دونوں میں اس کو وسعت عطا فرمائی ہے اور (حکمرانی وقیادت تمہارے قبضہ کی بات نہیں ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اس کا سمجھ کر) اپنی زمین کی حکمرانی بخش دیتا ہے اور وہ (اپنے تصرف وقدرت میں) بڑی وسعت رکھنے والا ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔"

بہرحال اس ردوکد نے بہت طول کھینچا اور حضرت شموئیل سے طالوت کا تقرر منجانب اللہ ہونے کا آسمانی دلیل کا مطالبہ کیا :-

چنانچہ اُن کے نبی نے ان سے کہا" طالوت کی اہلیت حکومت کا

نشانی ہے کہ جو (مقدس) تابوت (تم کھو چکے ہو اور دشمنوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے) تمہارے پاس واپس آجائے گا اور فرشتے اس کو اٹھا لائیں گے اس تابوت میں تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے لئے (فتح و نصرت) کی طمانیت ہے اور موسیٰ و ہارون کے گھرانوں کی (مقدس یادگاروں) کا بقیہ ہے بلاشبہ اس واقعہ میں تمہارے لئے خدا کا بہت بڑا نشان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

چنانچہ حضرت شموئیل کی بشارت بروئے کار آئی۔ بنی اسرائیل کے سامنے ملائکتہ اللہ نے تابوت سکینہ لاکر واپس رکھ دیا (تورات میں اس کی تفصیلات عجیب و غریب ہیں۔ اگر طوالت کا خوف دامنگیر نہ ہوتا تو قرآن اور تاریخ کی روشنی میں ان پر بحث باعث دلچسپی ہوتی) اب جرأت انکار مفقود تھی۔ آخر طالوت کو حضرت شموئیل کے الہام کے مطابق بنی اسرائیل کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس مضمون میں حضرت موسیٰؑ کے عہد کے بعد عہد طالوت، حضرت داؤد۔ حضرت سلیمان۔ رحبعام بن سلمان کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ اس تفصیل کو جگہ کی کمی کی بنا پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

بخت نصر کی ہولناک غارتگری

بخت نصر کا پہلا حملہ

اس واقعہ کے چند سال بعد بابل کے بادشاہ بخت نصر نے یہود کے ملک پر

حملہ کیا۔ یروشلم فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو باج گذار بنایا۔ مال و اسباب اور قیمتی زر و جواہر لُوٹ کر لے گئے۔ خاندان شاہی میں سے ایک گروہ کو اپنے محل کا خواجہ سرا بنایا۔ انہی امیروں میں حضرت دانیال[۲] اور ان کے تین رفیق بھی تھے

بخت نصر کا دوسرا حملہ

یہو یقیم نے بد عہدی کی اور اطاعت سے انحراف کیا۔ بخت نصر خود تو اپنی والدہ کے ماتم اور دیگر علائق کی وجہ سے نہ آسکا۔ البتہ آس پاس سریانی۔ موآبی اور عمونی سرداران سے حملہ کرا دیا۔ اُن لوگوں نے ملک یہود پر چہار طرف سے تاخت و تاراج کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ صورت حال گیارہ سال تک جاری رہی آخر یہو یقیم قتل کر کے یروشلم کے پھاٹک کے باہر پھینک دیا گیا

بخت نصر کا تیسرا حملہ

یہو یقیم کے بعد اُس کا بیٹا یکونیاہ یروشلم کے تخت پر بیٹھا۔ ابھی تخت نشینی کو تین ہی ماہ کا عرصہ ہوا تھا کہ بخت نصر ایک عظیم الشان لشکر لے کر حملہ آور ہوا شہر کو فتح کر کے یکونیاہ اُس کی والدہ دیگر بیگمات، اُمرائے شہر ہر قسم کے کاریگر و لوہاروں، سنگ تراشوں۔ شاہی خزانہ اور ہیکل کے تمام سونے کے برتن اور دیگر قیمتی اشیاء کو اپنے ساتھ لے گیا۔ صدقیاہ نامی ایک شخص کو حکومت سونپ گیا۔ اور اُس سے فرمانبرداری کا عہد لیا۔ مگر آس پاس کے سرداروں کے بھڑکانے اور شاہ مصر کے شہ دینے سے یہ حکمران اپنی حکومت کے .... نویں سال

نیں مصر سے معاہدہ کر بیٹھا۔ اور بخت نصر کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔

بخت نصر کا چوتھا حملہ

دو سال بعد پھر بخت نصر ایک خونخوار فوج لے کر یروشلم پر چڑھ آیا۔ قیامت کا رن پڑا شہر فتح کر لیا۔ صدقیاہ گرفتار ہو کر دھلہ بھیج دیا گیا۔ اس کے سامنے اُس کے بیٹے قتل ہوئے اُس کی آنکھیں پھوڑی گئیں۔ اور پابہ زنجیر بابل بھیجا گیا۔ جہاں جا کر مر گیا۔

خوفناک تباہی و بربادی

فوج کے سپہ سالار نے شہر اور ہیکل کا تمام قیمتی سامان جمع کیا۔ بقیہ تمام شہر اور ہیکل میں آگ لگا دی اور جلا کر خاکستر کر دیا۔ پھر شہر اور ہیکل کی تمام بنیادیں تک اکھاڑ ڈالیں تاکہ کوئی نشان باقی نہ رہے۔ ہزاروں مزدوروں کو قید کر کے بابل روانہ کر دیا گیا۔ ہیکل کے برنجی ستون، حوض اور وہ ڈھلے ہوئے جالیدار پیتل کے سامان، بیل اور کروبی، جن کو زمانے کے منتخب کاریگروں اور جنات نے تعمیر کیا تھا، بابل لے گیا۔ توریت کا ایک قلمی نسخہ بھی وہیں جلا کر خاک کر دیا۔ یہ واقعہ ۵۸۶ ق۔م میں ہوا۔

یہود کی واپسی

بابل میں یہود ۷۰ برس تک رہے۔ اس دوران میں بہت سے تو اپنے

دینی دستور اور زبان سے بھی ناآشنا ہو گئے تھے۔ آخر زمانہ نے پلٹا کھایا۔ خسرو شاہ ایران نے بابل کی سلطنت کو نیست و نابود کر دیا۔ اور اپنے حکم سے ۴۲ ہزار یہودیوں کو دوبارہ وطن سے واپس روانہ کیا (آج بھی خسرو کی رسم تازہ کی جا رہی ہے۔ اور یہود کو پھر فلسطین میں لوٹایا جا رہا ہے) یہاں پہنچ کر سامریوں نے دوسری ہیکل بنائی۔ توریت میں تحریف کی اور آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ ہیکل کی تعمیر کا مفصل حال پہلے گذر چکا ہے اس لئے یہاں نظر انداز کرتے ہیں۔

سکندر رومی

ہیکل کی تعمیر اور واپسی کے احسان نے یہود کو شاہانِ ایران کا حلقہ بگوش کر دیا آخر سکندر رومی نے دارا کو شکست دی۔ لیکن اس وقت بھی طوق غلامی نہ ٹوٹا اور یروشلم کے کاہنوں نے اس کی حکومت قبول کر لی۔

یہود کا عروج

سکندر کی وفات کے بعد تمام ملک سرداروں میں بٹ گیا۔ اس کا سردار ٹولمی یروشلم کا حاکم ہوا۔ یہود کو اس کے زمانہ میں عمدہ عہدے ملے۔ اور اُس کی قدر دانی کے سبب دوسرے ملکوں میں بھی با عزت طور پر گئے۔ شاہ مصر نے عبرانی سے بہت سی کتابوں کا یونانی میں ترجمہ کرایا اور شریعت کا ترجمہ بھی عبرانی سے یونانی میں کیا گیا۔ ایشیا کے بادشاہوں نے بھی یہود کی بہت

عزّت کی۔ سلوکس نے قلعہ بنا کر یہود کو ان کا سردار مقرر کیا اور اپنے دارالسلطنت انطاکیہ میں داخل کر دیا۔

حضرت مسیحؑ

انسائیکلو پیڈیا میں یہود سے متعلق اُس کے تاریخی مواد سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کی بعثت سے پہلے یہود کے عقائد و اعمال کا یہ حال تھا کہ مشرکانہ رسوم و عقائد کو جزو مذہب بنا چکے تھے اور کذب و فریب بغض و حسد جیسی بداخلاقیوں کو تو عمداً اخلاقِ کریمانہ کی حیثیت دیتے تھے اور اس بنا پر بجائے شرمسار ہونے کے وہ اُن پر فخر کا اظہار کرتے تھے اور اُن کے علماء و احبار نے تو دنیا کی حرص و طمع میں کتاب اللہ (توراۃ) تک کو تحریف کئے بغیر نہ چھوڑا۔ اور درہم و دینار کے عوض خدا کی آیات کو فروخت کر ڈالا یعنی عوام سے نذر اور بھینٹ حاصل کرنے کی خاطر حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے سے بھی دریغ نہ کیا اور اس طرح قانون الٰہی کو مسخ کر ڈالا۔ ذیل میں یہود کی اعتقادی اور عملی زندگی کا مختصر اور مکمل نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

"خداوند فرماتا ہے یہ اُمّت (بنی اسرائیل) زبان سے تو میری عزّت کرتی ہے مگر ان کا دِل مجھ سے دُور ہے اور یہ بے فائدہ میری پرستش کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ میرے حکموں کو پیچھے ڈال کر آدمیوں کے حکموں کی تعلیم دیتے ہیں۔۔" (قصص القرآن)

انہی تاریک حالات میں حضرت یحییٰؑ کا قتل ہوا۔ اور یہود کی بھی مسخ

ذہنیت جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو برداشت نہ کرسکی۔ آخر ان کو پلاطیس کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ بہت اصرار اور شور وشغب مچایا کہ مسیحؑ کو ضرور قتل کیا جائے۔ آخر انتہائی بے کسی کے عالم میں اُن کو سُولی پر چڑھایا گیا۔ بنی اسرائیل کا خاص کردار ہے کہ ہر نبی کی توہین بھی کرتے رہے اور آمد کے منتظر بھی رہے۔ جب پیشین گوئی کے مطابق ظہور ہوا تو اُس کی توہین میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ کہتے ہیں کہ بیت المقدس میں بنی اسرائیل نے ۷۰ پیغمبروں کو شہید کیا۔ مسیحؑ کا قول تھا کہ :-

"جب تک غیر قوموں کا وقت پُورا نہ ہو یروشلم غیر قوموں سے روندا جائے گا۔"

چنانچہ حضرت مسیحؑ کے بعد کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا کہ یہاں لوگ امن وآرام سے بیٹھے ہوں۔ اس دوران میں متعدد بیرونی حملے ہوئے۔ دو مرتبہ مکمل تباہی ظہور میں آئی۔ گویا غیر قوموں کا وقت ابھی پُورا نہ ہوا تھا۔ آخر وہ ساعت سعید بھی آپہنچی اور بے گمان آبادہستی کی شب تاریک میں عرب کے اُمی نبیؐ نے یقین وایمان کی قندیل روشن کی۔ اس کے وصال کے بعد خدا کا وعدہ پورا کرنے کے لئے اس کی اُمت اُٹھی اور تمام دُنیا پر چھا گئی۔ بیت المقدس پر بھی تیرہ سو برس تک قبضہ رہا اس کی فتح کی داستان تاریخ کے صفحات کا ایک زریں ورق ہے اور تمام دُنیا کے لئے خدا کا ایک نشان۔

حضرت عمرؓ ۔ فتح بیت المقدس

ہوئے اترا ملت جادہ پیمائیں تحمل سے :- تماشائی شگاف در ہیں صدیوں کے زندانی

جنگِ یرموک کے بعد مسلمانوں کا لشکر فلسطین کی جانب بڑھا۔ اس سپہ سالاری حضرت عمرو بن العاصؓ فرما رہے تھے۔ آپ نے سنہ ۱۶ھ م ۶۳۷ء میں بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا۔ عیسائی قلعہ بند ہوگئے۔ جنگ طول کھینچا۔ ادھر سے حضرت ابوعبیدہؓ شام کو فتح کرکے اپنے لشکر سمیت آملے اور محاصرہ میں شریک ہوگئے۔ انہوں نے یروشلم کے بڑے بڑے سرداروں کو یہ خط لکھا :۔

"یہ صحت اور خوشی ان لوگوں کو ہے جو راہِ راست پر چلے ہیں اور اس کے رسُول پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم تم سے یہ چاہتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور جب تم ایمان لاؤ گے تو ہمیں حرام ہے کہ تمہیں ماریں یا تمہارے بال بچوں کو ہاتھ لگائیں اور اگر تم ایمان نہیں لاتے تو ہم کو خراج دو اور ہماری جماعت میں رہنا اختیار کرو اور جو یہ بھی نہ مانو گے تو میں تمہارے مقابلہ میں ایسے لوگ لاؤں گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کو عزیز رکھتے ہیں۔ اور ہم بغیر فتح کیے یہاں سے نہیں ٹلیں گے ......"

بہت صلاح و مشورہ کے بعد اُن کے پادری نے صلح منظور کی۔ ایک شرط لگا دی کہ "یہ پاک مقام بغیر خلیفۃ المسلمین کے کسی اور کو نہیں کیا جا سکتا۔" غرض حضرت عمرؓ نے خلافت کا کام حضرت علیؓ مشورہ سے حضرت عثمانؓ کے سپرد کیا اور مدینہ منورہ سے دمشق

ئے۔ یہاں بیت المقدس کا ایک گروہ معاہدہ کے لئے خدمت میں حاضر
ہوا۔ معاہدہ پر عمائدین کے دستخط ہو جانے کے بعد آپؓ شہر یروشلم میں
تشریف لائے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ صلح بیت المقدس ہی میں جاکر
ہوئی واللہ اعلم بالصواب۔ غرض صلح ہوئی۔ حضرت عمرؓ بیت المقدس میں
جس وقت تشریف لے گئے اُس وقت شہر میں ۱۲۰۰۰ ہزار یونانی اور
۵۰۰۰ ہزار اصلی باشندے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تمام یونانی
تین دن کے اندر شہر سے چلے جائیں اور شہر کے اصلی باشندے خراج ادا
کریں۔ چنانچہ پندرہ دینار اُمراء پر، چار دینار متوسط الحال طبقہ پر اور
ایک دینار ادنیٰ درجہ کے لوگوں پر فی کس سالانہ ٹیکس مقرر کیا گیا۔ بہت
بوڑھے، نابالغ اور عورتیں اس ٹیکس سے مستثنیٰ رکھے گئے۔ اور ممتاز باشندگان
شہر اور مسلمانوں کے مابین فتح بیت المقدس کے بعد جو صلح نامہ لکھا گیا وہ
حسب ذیل ہے۔۔۔۔۔۔۔

جب آپ ہم پر غالب آئے ہم نے آپ کی اطاعت منظور کی اور
ہم نے اپنے تئیں اپنے بچوں اپنے ہم مذہبوں اور اپنے مقبوضات
کو آپ کے حوالے کر دیا اور عہد کیا کہ چھوٹے بڑے گرجوں،
خانقاہوں اور راہبوں کے حجروں میں کسی قسم کی مداخلت نہ
ہوگی۔ نہ ان میں سکونت کی جائے گی۔ نہ ڈھائی جائیں گی۔
اُن میں کوئی ایسا شخص جو مسلمانوں کا مخالف ہو نہ رہ سکے گا
اُن میں ہر وقت مسلمانوں کو داخل ہونے سے نہیں روکا جائیگا

مسافروں اور سیاحوں کے لئے ان کے دروازے کھلے رہیں گے
اگر کوئی مسافر مسلمان اُن میں رہنا چاہے گا تو اُسے تین دِن
بطور مہمان کھانا اور جگہ دیں گے اور اپنے گرجاؤں میں کسی
راز کے معلوم کرنے سے نہیں روکیں گے اور اُس سے کوئی
بات پوشیدہ نہ رکھیں گے اُسے اپنی عبادت میں شریک نہیں
کریں گے کسی کو عیسائی مذہب کی دعوت نہ دیں گے نہ کسی
طرح کا جبر کریں گے۔ اپنے کسی ہم مذہب کو اسلام قبول کرنے
سے نہیں روکیں گے، مسلمانوں کی ہر جگہ تعظیم کریں گے۔ ان کو
اگر اپنی مجلسوں میں بٹھائیں گے تو بلند مقام پر بٹھائیں گے اور
خاطر داری کریں گے۔ اُن کی زبان میں کچھ نہیں لکھیں گے۔
نہ اپنے آپ کو اُن کے خطابوں سے پکاریں گے۔ سواری میں
گھوڑوں پر زین نہیں کسیں گے۔ اپنی تلواروں کو پیٹیوں میں
نہ لٹکائیں گے۔ تیر کمان ہاتھ لے کر نہیں نکلیں گے۔ اپنی
انگوٹھی پر عربی رسم الخط میں کچھ نہیں کھدوائیں گے۔ شراب
نہیں بیچیں گے۔ اپنی پیشانیاں منڈوائیں گے۔ اور اُن پر کپڑا
باندھیں گے۔ کمر میں زیادہ چوڑا پٹکا استعمال نہیں کریں گے
اپنی عبادت گاہوں کے باہر صلیب نہیں لٹکائیں گے۔
شارع عام میں یا مسلمانوں کے راستوں میں یا ان کے کاروباری
جگہوں میں اپنی صلیبوں کو نہیں دکھائیں گے۔ گھنٹے زور سے

نہیں بجائیں گے اپنے مردوں پر آواز بلند نہیں کریں گے۔ مسلمانوں کی گذرگاہوں یا شارع عام میں چراغاں یا اس قسم کی آراستگی وغیرہ نہیں کریں گے۔ اپنی میتوں کو مسلمانوں کے قریب نہیں لے جائیں گے غلام جو مسلمان ہوجائے گا اُسے پھر اپنے پاس نہیں رکھیں گے نہ اُس کے گھر کی طرف نگاہ کریں گے۔ اور ایلیا (بیت المقدس) میں ہمارے ساتھی یہودی رہنے نہیں پائیں گے۔"

حضرت عمرؓ نے اس معاہدہ کی تصدیق کرتے وقت حسب ذیل اضافہ فرمایا:—

ہم مسلمانوں میں سے کسی کو اذیت نہیں دیں گے۔ ہم آپ سے اپنی طرف سے اور ہم مذہبوں کی طرف سے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ ہم مذکورہ بالا شرائط کو تسلیم کرتے ہیں اور ہم ان میں سے کسی کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اگر کریں تو ہمارے ساتھ کوئی ہمدردی نہ کی جائے۔ اور ہم اختیار دیتے ہیں کہ جو سخت سزا دیں ہم اُس کے سزاوار ہوں گے۔"

اس تحریر پر خالد بن ولیدؓ۔ عمرو بن العاصؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ اور معاویہ بن ابوسفیانؓ نے بطور گواہوں کے دستخط کیے۔

صلیبی جنگیں

۶۳۷ء سے ۱۰۹۵ء تک کا زمانہ انتہائی امن وسکون سے گذرا صرف

دو معمولی بغاوتیں ہوئیں۔ جن کا قلع قمع کر دیا گیا۔ ۱۰۹۸ء میں صلیبی جنگوں
کا آغاز ہوا۔ یہ جنگیں عیسائیوں کی مذہبی جنگیں تھیں اور مسلمانوں کے
خلاف دو وجوہ سے لڑی جاری تھیں۔ ایک تو عیسائی حاجیوں کی معبد
مقدس کی زیارت میں جانیں محفوظ ہوں۔ دوسری فلسطین پر عیسائیوں کی
حکومت ہو۔ عیسائی مورخین ان جنگوں کے آغاز کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ
جب سلجوقیوں نے فلسطین پر قبضہ کیا تو عیسائیوں کے لئے حج مشکل اور
خطرناک ہو گیا۔ اس بناء پر پوپ اربن ثانی نے مسلمانوں کے خلاف جہاد
کا اعلان کر دیا۔ اُس کی پکار، امیر و غریب، شاہ و گدا سب نے سنی چنانچہ
والٹر، بینی لس اور پیٹر ۱۰۹۶ء میں ایک صلیب لے کر ایک غیر منتظم انبوہ
کے ساتھ فلسطین کی جانب روانہ ہوئے۔ اسی طرح دو سال تک یہ جنگیں جاری
رہیں۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں حصّہ انگلستان اور فرانس نے
لیا۔ عیسائی یورپین اقوام مخالف بن کر آئیں تھیں مگر مسلمانوں نے اُن کا
اُس دوست کی طرح استقبال کیا جو رنجیدہ خاطر ہو کر لڑائی پر آمادہ ہو جاتا ہو
اس دور کے بعد ۹۶۹ء میں ایک حادثہ کا ظہور ہوا جو عیسائی دُنیا
کے لئے یقیناً اندوہناک تھا۔ خلیفہ معزّ (فاطمی خاندان) نے جب بیت المقدس
پر قبضہ کیا تو مزار مقدس نذر آتش ہو کر خاکستر ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد بھی
حج کرنے میں دقتیں اور رکاوٹیں نہ تھیں۔

اسلامی اقتدار

۱۸۰۰ء میں ترکوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کو حرم شریف میں آنے

جانے کی اجازت دی۔ چنانچہ اُس وقت سے فلسطین میں عیسائیوں اور یہودیوں کی نو آبادیاں قائم ہونی شروع ہوئیں پھر ۱۸۹۶ء میں بیت المقدس میں امریکن مشن نے اندھوں کا اسکول جاری کیا۔ گویا اندرونی طور پر عیسائی اور یہود اپنے قدم جما رہے تھے۔ آخر ۱۹۱۴ء میں عیسائی دنیا نے زبردست جدوجہد کی اور ۸، ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کی درمیانی شب میں بغیر جنگ کے ترکوں کا آخری سپاہی بیت المقدس سے چلا آیا۔

۶۳۷ء سے ۱۹۱۷ء تک تقریباً ۱۳۰۰ برس مسلمانوں کی حکومت فلسطین اور بیت المقدس پر رہی آخر وہ نامسعود ساعت آہی گئی کہ ۱۳۰۰ سالہ حکومت کا نقش چھوڑ کر مسلمانوں کو وہاں سے رخصت ہونا پڑا۔ اور ۴۰۰ سالہ عثمانی اور ۱۲۸۰ سالہ اسلامی اقتدار رات کی تاریکی میں گم ہو گیا۔

برطانیہ کا آخری سپاہی

۲۸ اپریل ۱۹۱۹ء سے فلسطین برطانیہ کے زیر انتساب آیا۔ مسٹر راٹ شموئیل پہلا ہائی کمشنر مقرر ہوا۔ اور ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو برطانوی فوج کا آخری سپاہی فلسطین خالی کر گیا۔ یہاں انگریزوں کی ۴۸ ہزار فوج رہتی تھی جس پر ۱۰۰۰۰۰۰۰ کروڑ پونڈ صرف آیا۔ آج فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کی تعداد ۳۴ لاکھ اور ۶ لاکھ ہے۔ جب برطانیہ حکومت شروع ہوئی اُس وقت فلسطین کی آبادی ساڑھے سات لاکھ تھی۔ اس ترقی کا نمونہ یہودیوں کا شہر تل ابیب ہے جو ۱۹۱۹ء میں قائم ہوا تھا۔ اس کی آبادی اٹھارہ ہزار ہے۔

۱۹۲۲ء اور ۱۹۴۵ء کے درمیان فلسطین میں عرب آبادی بچوں کی موت کی شرح کم ہو جانے سے دوگنی ہوگی۔ ۱۹۲۰ء سے اب تک ۴ لاکھ یہودی فلسطین میں لبنے کے لئے آئے اور ۴ کروڑ پونڈ سے نئی صنعتیں قائم کیں۔

قرطاس ابیض

۱۹۱۷ء میں ترکوں کی سلطنت سے لارڈ الینی نے فلسطین کو نجات دلائی۔ اس موقع پر عربوں کی آزادی اور یہودیوں کو قومی حکومت کا دھوکا دیا گیا۔ ۱۹۲۳-۲۰ء میں برطانیہ کو فلسطین کا انتساب سونپا گیا۔ اور یہودیوں کے خلاف فسادات شروع ہو گئے۔ ۱۹۲۹ء میں یہودیوں کے خلاف پہلا زبردست فساد ہوا۔ جس میں ۸۶ عرب شہید ہوئے اور ۲۲ یہود مارے گئے۔ چنانچہ فلسطینی حکومت کے خلاف عربوں نے فسادات شروع کر دیئے۔ ۳۹-۱۹۳۲ء میں محوریوں کی مدد سے عربوں نے فلسطین میں پھر گڑبڑ مچائی۔ ۱۷ مئی کے قرطاس ابیض میں کہا گیا ہے کہ دو ہزار یہودیوں کے داخلہ کے بعد فلسطین میں مزید یہودیوں کو آنے نہیں دیا جائے گا۔ یہودیوں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور غیر منتقل ہجرت شروع کر دی۔ یہودیوں اور عربوں دونوں نے لندن کانفرنس میں تجاویز کو روک دیا۔

تقسیم فلسطین

۱۹۳۶ء میں موسم بہار میں عرب ہائی کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا۔ کمیٹی کے

اعلان سے چھ ماہ تک یادگار ہڑتال رہی۔ اس کمیٹی کے صدر یروشلم کے مفتی اعظم الحاج امین الحسنی آفندی ہیں۔ لڑائی کے خاتمے اور یورپ میں لاکھوں یہودیوں کے بے خانماں ہوجانے کی وجہ سے یہ مسئلہ اور پیچیدہ ہوگیا۔ صدر ٹرومین نے اپیل کی کہ فلسطین میں فوراً ایک لاکھ یہودیوں کو بسا دیا جائے۔ ۱۹۴۶ء میں امریکہ اور برطانیہ کی مشترکہ تحقیقاتی کمیٹی نے تقسیم فلسطین کے فیصلہ کو مسترد کردیا۔ لیکن اس بات کی سفارش کی کہ فلسطین میں ایک لاکھ یہودی بسائے جائیں۔

۱۹۴۷ء میں برطانیہ نے ۵ سال کے لئے فلسطین پر اپنی تولیت قائم رکھنے کی پیش کش کی اس شرط کے ساتھ کہ اس کے بعد فلسطین کو آزادی دیدی جائے گی۔ اس تجویز کو یہودیوں اور عربوں نے نامنظور کردیا۔ برطانیہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس مسئلہ کو اتحادی اقوام کے سامنے پیش کیا جائے چنانچہ اتحادی اقوام کی خصوصی کمیٹی نے تقسیم فلسطین اور بیت المقدس کی غیر جانبدارانہ علاقہ بنانے کی سفارش کی۔ عربوں نے یہ تجویز نامنظور کردی لیکن یہودیوں نے مان لی۔ اور اتحادی اقوام کی جنرل اسمبلی نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ تقسیم فلسطین کی جدید اسکیم جس میں کچھ تبدیلیاں کی گئی تھیں۔ پانچ ممبروں کے ایک کمیشن کے ذریعے بغیر فوج اور پولیس کی مدد کے نافذ کی جائے۔

میثاق سعد آباد

۱۹۲۸ء میں تحریک اتحاد ممالک عربیہ عمل میں آئی۔ جس کے بڑے رکن

سعودی عرب، عراق، شام، شرقِ اردن اور فلسطین ہیں۔ میثاق سعدآباد ۱۹۳۷ء کی رُو سے عراق سعودی عرب کو ایک ہی رشتۂ اتحاد میں منسلک کیا گیا۔ سعودی عرب آزاد حکومت اور شرقِ اردن، یمن۔ عمان، بحرین۔ لبنان برطانیہ کی حفاظتی حکومتیں ہیں۔

عراق

جنگِ عظیم کے بعد ۱۹۱۸ء میں عراق برطانیہ کی حفاظت میں آگیا۔ ۱۹۲۰ء میں یہاں بغاوت ہوگئی۔ ۱۹۲۱ء میں امیر فیصل کو عراق کا بادشاہ بنایا گیا۔ ۱۹۲۴ء میں عراق کو نیا آئین ملا جس کی خاص شرط یہ تھی کہ عراق کی حکومت برطانوی حکومت کے مشورے سے چلائی جائے ۱۹۳۰ء میں برطانیہ نے موصل تیل کے چشموں کو عراق کے حوالے کردیا۔ ۱۹۳۱ء میں عراق برطانیہ میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رُو سے انگریزی فوجیں جنگ کے دنوں میں ملک سے گذر سکتی ہیں۔ ۱۹۴۱ء میں سید رشید علی جیلانی نے خود مختار حکومت قائم کرلی۔

یہاں بھی قدیم تہذیب کے نشانات ملتے ہیں۔ ایک زمانہ تک اسلامی حکومتوں کا مرکز رہا ہے۔ اور کئی خلفاء کے خاندانوں نے یہاں سے حکومت کی ہے، خلافتِ عباسیہ کے زمانہ میں عراق نے بڑی ترقی کی۔ بڑا زرخیز خطہ مانا جاتا تھا۔ اسلامی تاریخ کے اس دور میں یہ ملک بڑا ممتاز رہا ہے۔ بغداد پایۂ تخت اور علم و حکمت کا مرکز تھا آج کل مٹی کے تیل کے چشموں کے نکل آنے کے

باعث کافی خوشحالی ہے لیکن اگر تیل نکالنے کا کام غیر ملکی فرموں کے ہاتھ میں نہ ہو تو اور زیادہ ترقی کر سکتا ہے۔ نظام حکومت دستوری بنالی ہے موجودہ حکومت بھی پہلی جنگ عظیم خلافت عثمانیہ کے خاتمہ پر وجود میں آئی ہے۔
بادشاہ فیصل دوم۔ وزیر اعظم توفیق سورہ۔ رقبہ ۱۴۱۲۵۰ مربع میل آبادی ۴۵ لاکھ ہے۔ فیصل دوم ابھی کمسن ہیں اور انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کی جگہ ایک ایجنٹ مقرر ہے۔ تمباکو۔ گیہوں، اون۔ روئی کھجوریں خاص پیداوار ہیں۔ یہاں کی برآمدی اشیاء کھجوریں، اون، چمڑا، کھالیں، روئی اور درآمدی اشیاء سوتی اونی، ریشمی کپڑا، لوہا، فولاد مشینیں، شکر اور چائے ہیں۔ بغداد پایہ تخت اور شہر موصل، بصرہ، کربلائے معلی، نجف اشرف، سلیمانیہ وغیرہ ہیں۔

لبنان

شام و لبنان فرانس کے تحت تھے۔ ۱۹۳۷ء میں دونوں کو علیحدہ علیحدہ ریاستوں کی صورت دے دی اور ۱۹۴۲ء میں آزاد کر دیا گیا۔ یہاں کی زرعی پیداوار بھی وہی ہیں جو شام کی ہیں۔ مسیحی عربوں کی ریاست ہے آبادی ۱۲ لاکھ، رقبہ ۲ ہزار ۴۰۰ مربع میل ہے۔

اردن

جنگ عظیم کے بعد حسب جزیرہ نما عرب سے برطانیہ کی سازش سے

عثمانی سلطنت ختم ہوگئی تو فرانس اور برطانیہ کی حکمت عملی سے اس سرزمین پر ملکی چھوٹی حکومتیں وجود میں آئیں۔ انہی میں ایک اردن بھی ہے۔ اگرچہ اردن کو ۱۹۴۶ء میں برطانیہ نے آزاد کر دیا ہے۔ مگر عملاً والی اردن انگریز کے اشاروں پر ناچتا ہے۔ بادشاہ شاہ عبداللہ ہے۔ رقبہ ۳۴ ہزار ۷ سو مربع میل اور آبادی ۳ لاکھ ۴۰ ہزار ہے یہاں پر تیس ہزار کے قریب عیسائی ہیں۔ ورنہ باقی سب ہی مسلمان ہیں۔ یہاں کے بڑے بڑے شہر کرک، طفیلہ، اربد جرش ہیں۔ اور دارالسلطنت عمان ہے۔ فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کی جنگ سے فائدہ اٹھا کر فلسطین کا بہت سا حصہ جس میں بیت المقدس بھی شامل ہے شاہ عبداللہ نے اپنی حکومت میں شامل کر لیا ہے اور اپنی حکومت کا نام سلطنت ہاشمیہ رکھ دیا ہے اور ابھی عظیم تر شام کا منصوبہ ہے۔ اس کے چاروں طرف کے ممالک اسرائیل، عراق، حجاز، نجد اور شام میں نظام حکومت بنالی ہے۔

شاہ عبداللہ شریف مکہ کے لڑکے ہیں ماہ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں استنبول گئے اور وہاں ترکی علم وادب کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں آپ کے والد شریف مکہ مقرر ہوئے، تو آپ واپس لوٹے۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ نے ترکی پارلیمنٹ میں اہل مکہ کی نمائندگی کی۔ جنگ عظیم کے بعد عمان چلے گئے وہاں اس وقت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں سے آپ بیت المقدس گئے اور جہاں ۲۱ء میں برطانیہ کے وزیر مسٹر چرچل سے ساز باز کر کے شرقی اردن

میں حکومت قائم کی۔ ۱۹۴۶ء میں برطانیہ نے شرق اردن کو آزاد کر دیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں فلسطین سے اثرات کے خاتمہ کے بعد برطانیہ اور یہودیوں نے سازش کر کے عرب فلسطین کے بہت بڑے حصّہ پر قبضہ کر لیا۔ اور آجکل عظیم تر شام کے قیام کی فکر میں ہر وقت سازشوں میں مصروف رہتے ہیں

سعودی عرب

پورا جزیرہ نما عرب جنگ عظیم سے قبل خلافت عثمانیہ کے تحت تھا مگر بعد کو اس کے کئی حصّے ہو گئے اور ہر حصّہ میں ایک علیحدہ حکومت قائم ہو گئی۔ حجاز، نجد اور الحاد سعودی عرب کے نام سے مشہور ہے۔ اگرچہ یہاں لاکھوں بدوؤں نے اب خانہ بدوشی کی زندگی ترک کر کے زراعت شروع کر دی ہے مگر یہ علاقہ تعلیمی اور تمدنی اعتبار سے پس ماندہ ہے گذشتہ بیس پچیس سال میں یہاں کافی ترقی ہوئی ہے۔ بادشاہ سلطان ابن سعود، وزیر اعظم، امیر فیصل، آبادی ۷۷ لاکھ ۵۶ ہزار رقبہ ۲۹ لاکھ ۲۰ ہزار مربع میل۔ دارالحکومت ریاض۔

یہاں پر شرعی قوانین کے ماتحت عدالتیں سزا دیتی ہیں اور اسلامی احکام کی بنا پر حکومت عمل درآمد کرتی ہے۔ سلطان کے بعد سب سے بڑی پوزیشن حکومت میں امیر فیصل کی ہے۔ وہی وزیر اعظم اور وزیر خارجہ بھی ہیں۔ یہاں کی درآمد کھجوریں اور کھالیں ہیں۔ تیل کے ذخائر کا ٹھیکہ ایک امریکن فرم کو دیا گیا ہے۔ اور اسی سے سب سے زیادہ آمدنی ہے۔ کپڑا

چائے، شکر، چاول اور موٹریں وغیرہ خاص درآمد ہیں۔ مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ جدہ، طائف اور ریاض بڑے شہر اور جدہ بندرگاہ ہے۔

ریاض وسط عرب میں نجد کا دارالسلطنت ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سعودیہ عربیہ کے موجودہ حکمران سلطان عبدالعزیز ابن سعود ۱۸۸۰ء میں نومبر کی ایک صبح کو اس وقت عالم وجود میں آئے۔ جب موذن فجر کی اذان دے رہے تھے۔ ان کے والد کا نام عبدالرحمٰن اور والدہ کا نام سائرہ تھا۔ سعودیہ خاندان کی بڑی طویل تاریخ ہے۔ اس خاندان کے افراد ہمیشہ عربوں کو ایک کڑی میں منسلک کرنے اور پورے عرب کو ترکوں کی غلامی سے نجات دلانے کی کوشش کرتے رہے اور اسی کوشش میں ابن سعود اعظم کے لڑکے محمد کو قسطنطنیہ میں پھانسی کے تختہ پر چڑھنا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود اس خاندان کی سرگرمیاں ختم نہیں ہوئیں اور روحانی تبلیغ کے ذریعہ جس کے بانی عبدالوہاب نجدی تھے نجد کا پورا علاقہ ان کے زیر اثر آگیا۔ مگر خاندانی اختلافات کی بناء پر شمر قبیلہ کے لیڈر محمد ابن رشید نے سعودیہ خاندان کو نہ صرف ریاض سے نکال دیا بلکہ انہیں نجد کے علاقہ سے بھی نکلنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اور اس طرح ابن سعود کے والد عبدالرحمٰن کو کویت میں پناہ لینی پڑی۔ اس وقت ابن سعود کی عمر پندرہ سال سے بھی کم تھی۔ کویت میں ابن سعود کو شیخ مبارک کی تربیت سے پھر نجد کی سلطنت کی خواہش ہوئی۔ وہ اپنے دوستوں سے کہا کرتا تھا "میں نجد پر حملہ کروں گا اور میں ایک دن ضرور اپنے محل میں واپس جاؤں گا۔ ابن سعود کی بڑی بہن نورہ نے اس کی ہمت افزائی

کی اور اس کے ارادوں کی تائید کی یالآخر ریاض فتح کرنے کی مہم کا آغاز ہو گیا۔ اس وقت جب کہ رشید کے خلاف پورا ریاض بغاوت کرنے پر آمادہ تھا تو ابن سعود صرف تیس آدمیوں کے ساتھ ریاض کی طرف چل پڑا اور وسط جنوری ۱۹۰۱ء میں بامراد ہوئے شیر (نامی گو الے) اور مطلبہ (گورنر جیلان کی بیوی) بیس سال کی عمر میں اپنے آباو اجداد کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد فتوحات کا وہ سلسلہ بندھا کہ زبردست دشواریوں اور دقتوں کے باوجود پورا عرب ابن سعود کی قیادت میں متحد ہو گیا اور آج وہ پورے عرب کا بادشاہ ہے۔

۱۹۱۸ء میں ترکوں کو مشرقی عرب سے نکالا۔ ۱۹۱۹ء میں شریف حسین کو شکست دی۔ ۱۹۲۵ء تک فتوحات کی تکمیل ہوئی۔ جنوری ۱۹۲۶ء میں شاہ حجاز کا لقب اختیار کیا۔ ۱۹۲۹ء میں والی نجد کا لقب بھی اختیار کر لیا۔ اسی سال برطانیہ سے صلح ہو گئی۔ ۳۲ء میں حجاز اور نجد کی یونین بنا کر اس کا نام سعودی عرب رکھ دیا۔ آج کل آپ کی حکومت میں کافی ترقی ہو رہی ہے۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان کی سڑک کی تعمیر ہو رہی ہے۔ جدہ میں جدید تعمیرات کا سلسلہ جاری ہے۔ تیل کے کافی ذخیرے نکل آئے ہیں۔ ریڈیو اسٹیشن قائم ہو چکا ہے۔ حال ہی میں مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ میں غیر مسلموں کا داخلہ بند کر دیا گیا ہے۔ فوجوں کو جدید آلاتِ حرب سے منظم کیا جا رہا ہے۔

شام

یہاں گذشتہ سال میں تین فوجی انقلاب ہوئے اور آخری فوجی انقلاب کمانڈر کرنل عابد جو تیسرے فوجی انقلاب کے ہیرو ہیں۔ بر سر حکومت اور خالد العزام بے وزیر اعظم ہیں رقبہ ۲۷ ہزار ۵۶۰ مربع میل آبادی، ۲۸۶۰۴۷۰ ہے۔ یہ بھی کبھی سلطنت عثمانیہ کا حصّہ تھا۔ گیہوں۔ روئی اُون خاص پیداوار ہیں۔ پٹرولیم کے ذخائر کا پتہ چلا ہے مگر ابھی نکلنا شروع نہیں ہوا ہے۔ چمڑے اور سیمنٹ کی صنعت قابل ذکر ہے نیا آئین بن رہا ہے۔

قومی اشتراکیت

جب جنگ عظیم میں جرمنی کو شکست ہو گئی تو جرمنی کو نتائج میں شدید اقتصادی معاملات کا سامنا پڑا۔ اُس وقت جرمنی کے بعض اہل فکر نے محنت کش طبقے کی اشتراکیت کے بجائے قومی اشتراکیت کا اصُول بنایا جس کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح سیاست والوں نے جرمن قوم اور جرمن نسل کو برتر و سر بلند کرنے کے لئے ایسا اصُول اختیار کیا۔ اس کا بانی ولسیلر تھا۔

۱۹۳۳ء میں جب ہٹلر جرمنی کا مختار کل بن گیا تو اُس نے جرمنی سے تمام ایسے عنصر کو جو سرمایہ دارانہ حیثیت رکھتا تھا بتدریج نکالنا شروع کیا،

جن میں یہودی اس طرز نظام کے بیک وقت شکار ہو گئے ۔ نازی آریہ نسل کی اور آریہ تہذیب و تمدن کی خصوصیات کو محفوظ رکھ کر دنیا پر یہ ثابت کرنے کی سعی کرتے تھے کہ موجودہ زمانہ میں جتنی بھی مصیبتیں اور پریشانیاں ہیں وہ صرف یہودیوں یا یہودی نواز اقوام کی وجہ سے ہیں، اسی اصول کے ماتحت ۱۹۳۵ء میں ہر جرمن نوجوان کو فوجی تربیت حاصل کرنا قانوناً جائز قرار دیا گیا۔

رہنمائے فلسطین

آج کل قاہرہ سے فلسطین کے عربوں کی رہنمائی الحاج امین آفندی الحسینی فرما رہے ہیں۔ مصر یہ چاہتا ہے کہ آپ کی قیادت میں عرب فلسطین میں ایک حکومت علی پاشا کے تعاون سے قائم کر دے مگر عبداللہ اس کے مخالف ہیں۔

الحاج امین آفندی الحسینی ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے ۱۹۲۱ء میں مفتی بنے۔ ۱۹۲۳ء میں صدر سپریم مسلم کونسل مقرر ہوئے۔ جنگ عظیم میں ترکوں کے خلاف برطانیہ کی امداد کی لیکن فلسطین میں یہودیوں کے داخلہ کی مخالفت کے باعث شہرت پائی۔ بیس سال کی سزا کا حکم ہوا مگر بعد کو رہا کر دیئے گئے۔ ۱۹۳۶ء میں عرب اعلیٰ کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے اور ملک میں داخلہ پر پابندی لگا دی گئی۔ بعد ازاں اطالیہ اور جرمنی میں پناہ لی۔ جرمنی کے ہتھیار ڈالنے پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ مگر وہاں سے

فرار ہو کر آپ کسی طرح قاہرہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ آج کل وہیں مقیم ہیں۔

یہ ہیں رسُولِ عربی کے جاں نثار اسلام کے علمبردار خدائے واحد کے کلمہ گو۔ اسلامی سلطنتوں کے فرمانروا اور رہنما جن کے دم سے آج کرۂ ارض کے ایک بہت بڑے حصّہ پر عدل و مساوات اور حق و صداقت کا دور دورہ ہے۔ یہ ہیں وہ ہستیاں جن کے ہاتھ میں ممالک اسلامیہ کے عنانِ قیادت اور زمامِ اقتدار ہے۔ جن کے قلمرو میں دینِ حق کا پرچم لہرا رہا ہے جن کا دنیائے اسلام کی تعمیر و ترقی میں زبردست حصّہ ہے جن کے فہم و تدبیر سے ممالک اسلامیہ کو رہنمائی ملتی ہے۔

آج یہودی نواز اور یہودی بیت المقدس کو یہود کی راجدھانی بنانے میں سرگرم اور کوشاں ہیں۔ مگر یہ اُسی وعدۂ الٰہی کا اثر ہے کہ ان زلزلوں کے بعد انہی ذی ہستیوں نے نیچا کر دکھایا۔ اور اُن کے دلوں سے حملوں کی ہوس نکال دی اور بیت المقدس لینے کی جرأت نہیں جو ان کا معبد اور قبلہ و کعبہ ہے۔ یہ سب فضل ایزدی ہے جو ہمیشہ اسلام پر رہے گا۔ اے الٰہ العالمین آپ ہمارے اعمالِ بد پر لحاظ نہ فرمائیے۔ اپنے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل سے ہم کو ہمارے مخالفوں پر سرسبز رکھیو۔ آمین

یہود اور فلسطین

آج کل فلسطین میں جو جنگ لڑی جا رہی ہے۔ حقیقتاً اس کی نقیب

یہود کا سیاسی کردار ہے جس کی بدولت دُنیا کے تمام ممالک اُن کو دوست رکھنے سے انکار کرتے ہیں۔ اور حُسن و خوبی کے ساتھ اپنے ملک سے رخصت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہود کو فلسطین خالی کرنے کا حکم دیا۔ جرمنی سے ہٹلر نے ظلم و زیادتی کے شکنجہ میں کس کر انہیں ملک سے باہر پھینک دیا۔ اور اب دُنیا کی چند سرمایہ دار طاقتیں اُن کے اس سیاسی کردار سے مجبور ہو کر انہیں اپنے ملک سے نکالنا چاہتی ہیں۔ اس لئے یہود کو ان کی پُرانی تاریخ یاد دلائی جا رہی ہے۔ اور اُن سے کہا جا رہا ہے، کہ "ارض موعود کی جانب لوٹ جاؤ تمہارا حق ہے کہ اس سرزمین میں آباد ہو کر حکومت کرو جس کا تم سے اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ اور ان تمام وعدوں کو بھول جاؤ جو تم نے اللہ سے کئے تھے۔"

زمانہ قدیم میں جب یہود فلسطین پر حکومت کرتے تھے ان کا پیشہ زراعت تھا۔ جب اُن کی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو دنیا کے مختلف حصوں میں ہر قوم میں پھیل گئے۔ ان اقوام نے ان کو شبہ کی نظر سے دیکھا اور زراعت اور مختلف صنعتوں سے منع کر دیا۔ اس لئے یہود نے سوداگری کا پیشہ اختیار کر لیا جس کو اوائل کار میں خواری و پستی کا باعث خیال کرتے تھے۔ چار و ناچار اسی میں منہمک ہو گئے۔ چنانچہ سُود خواری اور روپیہ قرض دے کر فائدہ اٹھانے میں بہت اُستاد ہو گئے۔ یہی راہ ہے جس سے معاملات پر مکمل قبضہ کرتے ہیں۔ بہت سی اقوام یہودیوں کو اس لئے دوست نہیں رکھتیں کہ ہر مملکت میں وہیں کے روپیہ سے صاحب ثروت ہو گئے ہیں

اور پھر جمع کرنے میں ہرگز اس کا خیال نہیں کرتے کہ دوسروں کو نقصان یا ضرر پہنچ رہا ہے۔ فرانس میں یہودیوں کی تعداد تین ہزار سے زائد نہیں ہے لیکن پھر بھی فرانس کی ۳/۴ دولت پر ان کا قبضہ ہے۔

متعدد نبی اور پیغمبر آتے رہے۔ مگر یہود کی سرکشی میں کوئی کمی نہ ہوئی یہاں تک کہ ضلالت و گمراہی کی مہر ان کی قسمتوں پر لگا دی گئی۔ اور ذلت و رسوائی ہمیشہ کے لئے ان کا حصہ ہو کر رہ گئی۔ ایک رات اللہ تعالےٰ نے اپنے سب سے برگزیدہ بندے محمد الرسول اللہ صلعم کو راتوں رات اس سرزمین (بیت المقدس) میں لے گیا۔ اور اس کو مشاہدہ کرایا کہ یہ سرزمین جو عظمت و تقدس کی مالک ہے۔ کل تیری اُمت کے لئے مخصوص ہونے والی ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں واقعہ اسریٰ کے فوراً بعد ہی یہود کی مفسدانہ سرگرمیوں اور اُن کے نتائج کا ذکر انتہائی بلاغت و جامعیت کے ساتھ فرمایا گیا۔

اب تک آپ کی نظر سے قوم بنی اسرائیل کی مکمل تاریخ گذر چکی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہود کو عروج بھی ہوا اور زوال بھی۔ خوش حالی کے دن بھی آئے اور بدحالی کے بھی۔ احسانِ الٰہی بھی نمودار ہوا اور عذابِ الٰہی بھی یہاں تک کہ عرب کے ریگستان سے ایک قوم اُٹھی اور تمام دُنیا پر چھا گئی۔ ہزار برس سے زائد اس کے پاس سلطنت و حکومت رہی لیکن آج دُنیا میں یہودیوں کی تعداد دس ملین ہے۔ یہ بہت عرصہ سے اپنی سلطنت کے قیام کے لئے کوشاں ہیں۔ اس سلسلہ میں جدوجہد کرنے کے لئے صیہونی (ZIONISTS) تحریک

بھی شروع کی گئی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے بے شمار روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج یورپ کے یہودی بیت المقدس پر حملہ آور ہیں اور یورپ کے عیسائی (انگریز اور امریکن) اُن کی پشت پناہ ہیں۔ نام نہاد اور نو ایجاد سلطنت ۔ اسرائیل کے سیاہ یوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ بیت المقدس کو یہودی راجدھانی بنا کر دم لیں گے۔ اس کا جواب بیتا عربوں کا کام ہے بیت المقدس خدا کے جلال و جمال کا مرکز ہے۔ خدا کا جلال اپنے جمال کی ضرور حفاظت کرے گا۔ آمین ثم آمین

تیسرا باب

فخرِ دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آبائے الکرام

عبدِ مناف کے تین بیٹے تھے۔ عبد الشمس۔ ہاشم اور نوفل۔ ہاشم فخرِ دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا تھے۔ اس واسطے رسولِ خدا کو ہاشمی کہتے ہیں، عبد الشمس ابوجہل کے باپ کا نام تھا۔ ابو نوفل لاولد تھے بعد وفات عبدِ مناف ہاشم کو مکہ کی حکومت اور کنجی خانہ کعبہ ملی۔ ان کے بعد عبد المطلب کو ملی۔ عبد المطلب نے خواب میں دیکھا کہ فلاں مقام پر چاہ زمزم نکلے گا۔ چنانچہ انہوں نے نذر کی کہ اگر میرا خواب سچا ہوا اور مجھ کو اس میں خزانہ ملا تو ایک بیٹے کو قربان کروں گا۔ جب اس مقام کو کھود اگیا

چاہ زمزم مانند چشمۂ آبحیات برآمد ہوا۔ اور خزانہ پایا۔ اُس خزانہ سے دروازے خانہ کعبہ کے لوہے اور فولاد سے بنوائے اور چاہ زمزم کی بھی درستی کرا دی۔

زمانۂ عبدالمطلب سے قبل چاہ زمزم بند ہو کر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا تھا وجہ یہ تھی کہ عمرو بن الحارث سردارِ مکہ دشمنوں کے خوف سے بدحواس ہو کر اور عذابِ الٰہی سے ڈر کر کچھ مال و اسباب ساتھ لے کر یمن چلا گیا اور چلتے وقت چاہ زمزم بند کرتا گیا۔ چار سو سال سے زیادہ زمانہ تک زمزم کا کنواں بند رہا۔ اور کچھ ایسا نسیاً منسیاً ہو گیا کہ اس کی جگہ تک لوگوں کو یاد نہ رہ سکی۔ (تاریخ الخمیس، تاریخ الکامل، شمس التواریخ)

حضرت عبدالمطلب نے واسطے ایفائے نذر کے قرعہ ڈالا اُس میں نام عبداللہ پدر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نکلا۔ یہ بات عبدالمطلب اور تمام قبائل عرب کو بہت شاق گذری۔ چنانچہ حضرت عبداللہ کے بجائے ۱۰۰ اونٹوں کی قربانی کر کے ایفائے نذر کی۔

جس طرح خلیل اللہ کو خواب میں ذبیح اللہؑ کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اور عین معرکہ ذبح میں حق تعالےٰ نے ذبیح اللہ کے بدلے جنت سے دنبہ بھیج کر آپ کو ذبح نہ ہونے دیا تھا۔ اسی طرح قرعہ میں حضرت عبداللہ کا نام نکلوا کر انہیں ذبح ہونے کا مستحق بنا کر سَو اونٹ آپ کے بدلے میں قبول فرمائے اور مخزنِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا جان حضرت عبداللہ بھی اُسی دن سے ذبیح مشہور ہو گئے۔ خود آنحضرت نامدار فرماتے ہیں انا ابن الذبیحین (میں دو ذبیح شخصوں کی اولاد سے ہوں۔ (تاریخ خلفائے عرب و اسلام)

خواجہ عبدالمطلب کا نام عامر اور لقب شیبہ تھا۔ شیبہ ضعیف العمر کو کہتے ہیں اور لقب کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حضرت خواجہ عبدالمطلب پیدا ہوئے تو آپ کے سر میں چند سفید بال تھے۔ آپ کو آپ کے چچا مطلب نے پرورش کیا تھا۔ آپ اپنے چچا کے اس قدر زیر بار احسان تھے کہ آپ اپنے کو عبدالمطلب کہنے لگے۔ اور یہ لقب ایسا مشہور ہوا کہ آپ تمام قریش میں اسی نام سے پکارے جانے لگے۔ اہل عرب آپ کو شیبہ، الحمد، فیاض مطعم طیر السماء۔ سید اور شریف قریش بھی کہتے تھے۔

۵۷۱ء میں ابرہہ گورنر یمن خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کو چڑھ آیا۔ عبدالمطلب تو اس کے مقابلہ کی قوت نہ رکھتے تھے مگر خدا نے اپنے گھر کی خود حفاظت کی اور ابرہہ اپنے لشکر سمیت تباہ ہو گیا۔

عبدالمطلب نے آخری عمر میں خواب دیکھا کہ فاطمہ بنت عمر کو نکاح میں لاؤ۔ چنانچہ ۶۰ اونٹ اور چند دینار زر سرخ ان کے مہر میں دے کر نکاح میں لائے۔ ان کے بطن سے ابوطالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد پیدا ہوئے۔ غرض کہ سب منکوحات سے عبدالمطلب کے تیرہ بیٹے ہوئے :-

حارث۔ ابوطالب، ابولہب۔ غیداق۔ امیر حمزہؓ۔ عباس، حجل زبیر، عبداللہ۔ مقوم۔ قسثم۔ عبدالکعبہ، مجل۔

صاحبزادیاں حسب ذیل تھیں :- ام حلیمہ، صفیہ، برہ۔ عاتکہ، اروی اور امیمہ۔

حارث کے پانچ بیٹے تھے۔ مغیرہ، ابوسفیان، نوفل۔ عبداللہ اور ربیعہ

ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔ عقیل، طالب، جعفر طیار اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ دو بیٹیاں اُمِّ ہانی اور جمانہ تھیں۔ یہ سب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے تھے۔ ابولہب کے دو بیٹے تھے۔ عتبہ اور عتیبہ۔ اس کی بیوی امیر معاویہ رضؓ کی پھوپھی تھی۔ غیداق۔ امیر حمزہ، ضرار اور زبیر یہ چاروں لاولد تھے۔ عبداللہ سب بھائیوں سے صورت اور بزرگی میں زیادہ تھے اور انہیں کے صلب سے سید کونین پیدا ہوئے۔ عباس رضؓ کے چھ بیٹے، عبداللہ، فضل۔ عبید اللہ، قثم، سعید اور عبدالرحمٰن اور ایک بیٹی صفیہ نامی تھیں۔

عبدالمطلب کے جن صاحبزادوں نے اسلام یا کفر کے باعث بہت زیادہ شہرت پائی وہ امیر حمزہ رضؓ، عباس رضؓ، ابوطالب، ابولہب اور خواجہ عبداللہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب نوشیروان عادل کی تاجپوشی کے چوبیسویں سال ماں کی آغوش کی زینت باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور کنبہ بھر کے لئے باعث مسرت ہوئے۔ آپ کے تولد ہونے کی خبر شام کے یہودیوں سے بھی پوشیدہ نہ رہی۔ بقیہ صاحبزادوں نے شہرت نہیں پائی۔ اور اکثر کتب تاریخ ان کے اذکار سے خالی ہیں۔

(تاریخ الخمیس جامع التواریخ شمس التواریخ)

لہ حضرت عباس رضؓ نے ۸۰ برس کے سن میں بزمانۂ خلافت حضرت عثمان رضؓ انتقال فرمایا۔

بیاہ حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہ بنت وہب

اُن بیٹوں میں اپنے باپ کے سب سے چہیتے اور پیارے عمر میں سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ تھے۔ یہ سترہ برس کے ہوئے تو اُن کی شادی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کے ساتھ عبدالمطلب نے کر دی۔ حضرت عبداللہ کے حسن و جمال کا آوازہ تمام قبیلہ حجاز میں پہنچا۔ اور اکثر امرائے عرب اپنی بیٹی دینے کا پیغام عبدالمطلب کو بھیجتے تھے۔ اور قوم کی عورتیں بکمالِ اشتیاقِ دیدار سے برسرِ راہ بیٹھتی تھیں۔

قبیلۂ بنی زہرہ

وہب قبیلہ بنی زہرہ کے سردار تھے۔ ان کا سلسلہ نسب ذرالمتاب بہ قریش کے ساتھ ملتا ہے۔ اس صورت سے فخرِ عالم کی دودھیال و ننھیال عرب کے بہترین قبیلہ سے ہیں جو زیب و زینت، پارسائی و پرہیزگاری حضرت آمنہ کو بھی وہ قریش کی کسی عورت کو حاصل نہ تھی۔

مشرف ہونا حضرت آمنہ کا نورِ محمدی

ایک روز عبداللہ کہیں کسی کام کو جاتے تھے۔ راہ میں خواہر رقیہ بنت نوفل سے ملاقات ہوئی۔ یہ عورت کتب سماوی سے بہت واقف تھی اس کے علاوہ خوبصورت، صاحبِ عصمت، ناکتخدا، مالدار اور مکہ میں

معروف و مشہور تھی۔ جب نظر عبداللہ پر پڑی تو سمجھ گئی کہ خواجہ عبداللہ سے کسی مقدس اور ممتاز ہستی کا ظہور ہونے والا ہے۔ اُس نے خواجہ عبداللہ کے سامنے بصد اشتیاق یہ تمنا پیش کی کہ آپ مجھے اپنی لونڈی بنالیں میں آپ کے حسنِ جہاں تاب پر اپنا دِل قربان کر چکی ہوں۔ اگر آپ نے مجھ سے نکاح کر لیا تو میں شکریہ میں نوسو اونٹ جو مال و خزانہ سے لدے پھندے ہوں گے پیش کروں گی۔ حضرت عبداللہ نے والد سے اجازت لینے کا عذر پیش کیا اور اپنے دولت کدے کی طرف مراجعت فرما ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بی بی آمنہ کے پاس آئے اور نور محمدی عبداللہ سے منتقل ہو کر آمنہ کے رحم میں ۱۲ رجمادی الآخر شب جمعہ۔ اسی سال میں جس میں قصہ اصحاب فیل واقع ہوا تھا آیا۔ بی بی آمنہ اُس نور کی جو خواجہ عبداللہ کی پیشانی سے سُورج کی شعاعوں کی طرح چمکتا تھا، حامل ہوئیں۔

ایک دن حضرت عبداللہ بنت نوفل کے پاس گئے اور فرمایا کہ اب میں آیا ہوں کہ تمہاری تمنا پوری کر دوں یعنی تمہاری درخواست کے مطابق تم سے نکاح کر لوں۔ بنت نوفل نے حبیب عبداللہ کے چہرہ کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ نور متبرک نہ پایا۔ کہا کہ جو نشانی میں نے کل تمہاری پیشانی پر دیکھی تھی وہ آج تم میں نہیں پاتی ہوں۔ پس اب جاؤ مجھ کو نکاح کی حاجت نہیں کیونکہ جس چیز کو میں چاہتی تھی وہ چیز اب تم میں نہیں ہے۔

وفاتِ حضرت عبداللہؑ

ابھی حمل کے دو ماہ بھی نہیں گذرے تھے کہ عبداللہ تجارت کی غرض سے ملک شام روانہ ہو گئے۔ لوٹتے وقت بیمار ہو کر مدینے میں اپنے ماموں کے یہاں قیام کیا اور وہیں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ نے ترکہ میں کچھ اونٹ تھوڑی بکریاں اور ایک لونڈی ام ایمن نامی یہ چیزیں چھوڑیں۔ جو آقائے نامدار کو ورثہ میں ملیں۔

اُم ایمن کا اصلی نام برکتہ تھا۔

ولادت باسعادت

۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل، اسی سال میں جس میں واقعہ اصحاب فیل واقع ہوا تھا۔ بروز دوشنبہ موسم بہار میں بوقتِ صبح صادق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ سنہ بکرمی کو جناب رحمتہ للعالمین سرکار دو عالم خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ آفتاب برج حمل میں تھا، پیدا ہوئے۔ سارا عالم آپ کے نور سے روشن ہوا۔ اور بہت سے عجائب و خوارق عادات اُس رات ظہور میں آئے۔ ستارے آسمانوں سے ٹنک آئے تھے۔ اور زمین حرم سے ایسے قریب ہو گئے تھے کہ گمان ہوتا تھا زمین پر گر پڑیں گے۔ نیز سارے بُت روئے زمین اس وقت سرنگوں ہو گئے اور ازاں جملہ یہ کہ آگ فارس کی جس کو گبران آتش پرست نے

ـه مشہور سنوں کے حساب سے تاریخ ولادت حسب ذیل ہے ۱- ۱۹ اپریل ۵۷۱ء جولین پیر (۲) [illegible]

باہتمام تمام ہزار برس سے روشن کر رکھی تھی بجھ گئی۔ آپؐ کی پیدائش کے وقت ایک نور ظاہر ہوا جس سے جہان کے ملک روشن ہو گئے۔ اور آسمان و زمین کانپے۔ دریائے ساوہ جو جاری تھا خشک ہو گیا۔ ہر گاہ دجلہ اس قدر اُمڈا کہ کنارے سے اُبل گیا۔ اور کسریٰ نوشیرواں بادشاہ فارس کا ایوان لرز اٹھا، چودہ کنگرے اُس کے گر گئے۔

آپ ختنہ کیے پیدا ہوئے۔ دونوں شانوں کے بیچ میں ایک چمکتی ہوئی مہر تھی جس پر نورانی خط سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ یہی مہر نبوت تھی۔

نسب نامہ

کنیت آپؐ کی ابوالقاسم ہے۔ لقب آپؐ کا رسول اللہ۔ خطاب حبیب اللہ محبوب کبریا اور اسم مبارک محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ

---

۲۲ مطابق ۱۰ ر ایاز سنہ ۲۳۳۱ بخرانی مطابق ۱۱ ر بینتنس سنہ ۳۶۷۵ طوفانی مطابق یکم جیٹھ سنہ ۳۶۷۲ کلجگ مطابق ۲۰ ر ماہ دے ر سنہ ۲۷۵۹ ابراہیمی مطابق ۱۸ ر توت سنہ ۱۳۱۹ بخت نصر مطابق ۲۰ نیسان سنہ ۸۸۲ سکندری مطابق ۲۵ ر برموده سنہ ۲۸۷ قبطی مطابق ۱۸ ر ماہ دے ر سنہ ۴۰ نوشیروانی مطابق سنہ ۱۹۱۰ اسمٰعیل قبل مسیح مطابق سنہ ۴۰ جلوس کسرائے نوشیروان یکم جیٹھ سمت سنہ ۶۲۸ بکرمی مطابق ۲۲ ر اپریل سنہ ۵۷۱ء مطابق ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل ۔

(م ۔ عطاء اللہ)

بن کعب۔ بن لوی بن غالب بن فہر (المعروف قریش) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ، بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان واضح ہو کہ اہل حدیث اور اہل تواریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ عدنان نسل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد میں افضل ہیں۔ ان کے آگے کسی قدر اختلاف ہے، مگر صرف دو جگہ پر جہاں ایک نام کی جگہ دوسرا نام ہے جس کو ہم نے (قوس) (براکٹ) میں محض شناخت کے لئے لکھ دیا ہے۔ یعنی عدنان بن اُدہ بن الیسع بن ہمیسع (زیاد) بن سلمان بن بنت (زبرا) بن حمل بن قیدار، بن اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بموجب مذہب مورخین متقدمین نسب نامہ حضرت ابراہیم کا یوں ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بن آذر بن تارخ بن ناخور بن شاروغ بن بیرعوا (ارغو) بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام اور بمقتضائے ترتیب نسب نامہ حضرت نوح علیہ السلام یہ ہے۔ نوحؑ بن لارخ (لامک) بن متوشلخ بن خنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدمؑ۔۔۔۔

مجملی شجرہ نسب نبویؐ

آدمؑ	مہلائیلؑ	نوحؑ	عابرؑ	ناحور	
شیثؑ	یارد	سام	فالغ	آذر یا تارخ	ہاران
انوشؑ	ادریسؑ	ارفخشد	ارغو / نامکلوخا	ابراہیمؑ	سیدہ سارہؓ
قینانؑ	لامک	شالخ	شاروغ	اسمٰعیلؑ	اسحٰقؑ یعقوبؑ

۲ اسمٰعیل
- قیدار
- حمل
- نابت
- سلمان
- ہمیسع
- اود
- آد
- عدنان
- معد
- نزار
- ۳

۲ یعقوب
- ستی
- بنیامین
- یونس

۳ مضر
- الیاس
- مدرکہ
- خزیمہ
- کنانہ
- مالک
- فہر
- غالب
- لوی
- کعب ۴

۴ مرہ
- کلاب
- قصی
  - ہاشم
    - عبدالمطلب
      - عبداللہ
  - وہب
    - آمنہ
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
  - قاسمؓ طاہرؓ ابراہیمؓ فاطمہؓ کلثومؓ رقیہؓ زینبؓ

(مرتبہ ح ۔ م ۔ عطاؔ)

صحیح مسلم بن والثلہ الحالی سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک خدا تعالیٰ نے کنانہ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی دوسری اولاد میں سے شرافت میں منتخب کر لیا۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طبقۂ اشرف المخلوقات میں افضل البشر ہیں۔ کنانہ حضورؐ کی پندرھویں پشت میں ہیں۔ ان سے عرب کے بہتیرے گروہ پیدا ہوئے۔ اُن کی اولاد میں فہرؓ شرافت میں مشہور ہے۔ اُن کا لقب قریش تھا۔ اور نضر بن کنانہ سرور کائنات کی چودھویں پشت میں ہیں۔ اور ہاشم سرور دو عالمؐ کے پردادا ہیں۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنانہ کی اولاد حضرت اسمٰعیلؑ کی دوسری اولاد میں سے شرافت میں افضل ہے پھر اُن میں قریش افضل ہیں اور قریشوں میں بنی ہاشم افضل تر ہیں اور بنی ہاشم میں فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین ہیں۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سارے عرب کا عطر ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سادات حسنی اور حسینی شرافت میں سارے عالم سے افضل ہیں اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے اور سید کہلائے اور کسی کے بطن سے باقی نہیں رہے۔ نسب نامہ آپؐ کی والدہ شریفہ کا ہے۔ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ۔ مرہ سے آدمؑ تک حضرت کی والدہ کا نسب نامہ بھی پہنچتا ہے جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں پر زیادہ تکرار کی ضرورت نہیں۔

رضاعت

ولادت باسعادت کی خوشخبری ثوبیہ لونڈی نے ابولہب کو پہنچائی تو اُس نے فرطِ مسرت سے اُسے آزاد کر دیا تو وہ مقدسہ آمنہ کے پاس آئیں اور نور جمال فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیدہ و دل منور کرنے لگیں۔ آپؐ کو تین روز تک حضرت آمنہ نے اور بعد ازاں جنابہ ثوبیہ نے اُس وقت تک دودھ پلایا جب تک حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے نہ آ گئیں۔

حضرت عبدالمطلب نے بھی وہب کی صاحبزادی ہالہ سے عقد کیا جن کے بطن سے حضرت حمزہؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ چونکہ حضرت ہالہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دودھ پلایا ہے اس لئے حضرت حمزہ حضور کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔

افسوس! ابولہب کو ولادت نبوی کی ایسی خوشی ہوئی لیکن جب آپؐ کو حق تبارک تعالیٰ نے پروان چڑھایا۔ یعنی خلعتِ نبوت سے مخلع فرماکر سارے نبیوں کا سردار بنایا تو اس وقت ابولہب اور اس کے مردود ساتھی حضور کے بدترین دشمن بن گئے۔ وائے حسرت! افسوس اُن بدبختوں پر جن کے اندھے دل خورشید رسالت کے انعکاس سے روشن نہ ہو سکے بلکہ کوئی بدترین تکلیف باقی نہ رہی تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی گئی ہو

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب کے مرجانے کے بعد اُسے حضور اکرم نے خواب میں دیکھا اور فرمایا کہو کیسی گذرتی ہے؟ عرض کیا ناقابل بیان عذاب میں گرفتار ہوں۔ تاہم پیر کی رات مجھ پر عذاب نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کردیا تھا۔ اللہ اللہ! اس چھوٹی سی بات کے بدلے میں حق تعالےٰ نے ابولہب پر اتنا عظیم احسان فرمایا کہ اس رات اُس بدبخت پر سے عذاب موقوف فرمادیا۔ اے کاش ابولہب! اگر تو مسلمان ہوجاتا تو خدا ہی جانے کیسے کیسے گراں بہا انعامات سے نوازا جاتا۔

اُس زمانہ میں عرب کا یہ دستور تھا کہ تمام شرفاء امراء اپنے اپنے

بچوں کو دُودھ پلانے کے لئے اطراف وجوانب کے قصبات میں بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک تو اس لئے کہ دیہات کی فضا شہر کی فضا سے زیادہ صاف ہوتی ہے۔ بچے کھلی فضا میں پرورش پاکر بہت اچھی نشو ونما اور زیادہ سے زیادہ قوت وطاقت پاتے تھے۔

بہرکیف سال میں دو مرتبہ دیہات کی عورتیں آتیں اور بچوں کو لیجاتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے کچھ دنوں بعد حسب دستور ھوازن کی چند عورتیں بچوں کی جستجو میں آئیں جن میں ایک حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ ان کے والد کا ابی ذویب اور خاوند کا نام حارث تھا۔

قبیلہ سعدیہ

یہ قبیلہ عرب کے خاندان سے ہے اور اس کی سکونت مکہ سے مشرق کی جانب اُن پہاڑوں کے دروں میں ہے جن کا سلسلہ طائف سے جنوب کی طرف چلا گیا ہے۔ اور یہ خاندان فصاحت وبلاغت میں ضرب المثال ہے کچھ دن بعد آپؐ عرب کے دستور کے مطابق آغوش حلیمہ میں آگئے جنہوں نے آپ کو نہایت محنت وشفقت کے ساتھ پرورش کیا۔ اور آپؐ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے حلیمہ کے گھر میں فارغ البالی کی روشنی پھیل گئی۔

خاتم النبیین اشرف الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں افصح العرب ہوں اس لئے کہ قریش میں پیدا ہوا۔ اور بنی سعد میں

نشوونما پائی۔

حلیمہ سے نقل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنی چھاتی سے دودھ پیا اور دوسری چھاتی سے انہوں نے کبھی دودھ نہ پیا۔ بالہام الٰہی رضاعی بھائی کا حق سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔

درس گلہ بانیٔ امت

جب دودھ پلانے کے دن پورے ہوئے اور دودھ چھڑایا گیا تو حلیمہ آپؐ کو مکہ معظمہ آپؐ کی والدہ کے پاس لے آئیں لیکن حضرت حلیمہ کو آپؐ سے ایسی محبت ہوگئی تھی کہ کہہ سن کر پھر اپنے ہمراہ لے گئیں اور چھ سال تک آپؐ حضرت حلیمہ کے پاس رہے۔ ایک دن آپؐ نے حلیمہ سے دریافت کیا کہ میں اپنے خویش واقربا کو نہیں دیکھتا ہوں۔ حلیمہ نے کہا کہ وہ بکریاں لے کر میدان میں چرانے جاتے ہیں۔ اور رات کو واپس آتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ کل سے ہم بھی بکریاں چرانے جایا کریں گے۔ چنانچہ دو مہینے تک حضرتؐ بھی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے کو جنگل میں تشریف لے جاتے تھے۔

شق صدر شریف

شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ العزیز نے تفسیر سورۂ الم نشرح میں لکھا ہے کہ :۔

شق صدر مبارک چار بار واقع ہوا۔ اوّل جب آپ حلیمہ کے گھر
تھے۔ دُوسری بار قریب زمانۂ جوانی۔ جب آپ دس برس کے
ہوئے۔ تیسری بار قبل نزول وحی۔ چوتھی بار شب معراج۔
نکتہ اس میں یہ رکھا ہے کہ پہلی بار شق کرنا اس لئے تھا، کہ
آپؐ کے دِل سے حُبِ لہو ولعب جو لڑکوں کے دِل میں
ہوتی ہے۔ نکال ڈالیں۔ دُوسری بار اس لئے کہ جوانی میں
آپؐ کے دِل میں رغبت ایسے کاموں کی جو بمقتضائے جوانی خلاف
مرضی الٰہی سرزد ہوتی ہے، نہ رہے۔ تیسری بار اس لئے کہ
آپؐ کے دِل کو قوت تحمل وحی کی ہو اور چوتھی دفعہ اس لئے
کہ آپؐ کے دل کو طاقت مشاہدہ عالم ملکوت اور لاہوت کی ہو
ایک دن آپؐ اپنے رضاعی بھائی مسرود کے ساتھ میدان میں تھے۔
دو فرشتے آئے اور انہوں نے آپ کو چت لٹا کے سینۂ مبارک کو ناف تک چاک
کیا اور دِل مبارک کو نکال کے دھویا اور سکینہ (ایک چیز عالم قدس کی لطیف
لپٹی ہوئی دوا تھی) سے پُر کیا اور پھر اپنی جگہ پر رکھ کر شگاف سینہ کو سی
دیا۔ مطلق تکلیف آپؐ کو نہ ہوئی۔ اس کے بعد وہ فرشتے چلے گئے۔ ادہر
حلیمہ کے بیٹے نے جب یہ ماجرا دیکھا تو دوڑا ہوا ماں کے پاس گیا۔ اور اُن سے
سارا قصہ کہہ سُنایا۔ حلیمہ بیچاری سُن کر گھبرائیں اور پاؤں تلے کی زمین نکل
گئی میرا بچہ کہیں اور لینے کے دینے نہ پڑجائیں بھاگی ہوئی آئیں دیکھا
تو آپ مسکراتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ حلیمہ نے آپ سے پوچھا "کہ

سچ مچ" دو آدمیوں نے تمہارا سینہ چاک کیا تھا۔ تو آپؐ نے سب احوال بتائے احوال شق صدر کا سن کر ڈریں اور چھ سال کے بعد مکہ معظمہ آکر آپؐ کو آمنہ کے سپرد کر گئیں۔

چوتھا باب

وفات حضرت آمنہ

آپؐ کی پردادی یثرب کی رہنے والی اور نجار خاندان سے تھیں۔ بی بی آمنہ آپ کو لے کر کسی سبب سے مدینہ آئیں اور نجار کے خاندان میں ایک مہینہ تک رہیں ایک مہینہ کے بعد جب یہاں سے واپس ہوئیں تو کچھ منزل چل کر بیمار ہوئیں۔ اور "ابواء" (جو مکہ اور مدینہ کے وسط میں واقع ہے) کے مقام پر پہنچ کر وفات پا گئیں اور یہیں دفن ہوئیں۔

کیا افسوس ناک موقع تھا۔ سفر کی حالت تھی ساتھ نہ کوئی یار نہ مددگار مونس نہ غم گسار۔ ایک ماں وہ اس دنیا سے سدھاریں۔ بی بی آمنہ کے ساتھ انکی وفادار لونڈی اُم ایمن تھیں وہ حضرت کو اپنے ساتھ لے کر مکہ آئیں، یہ حبشہ کی رہنے والی تھیں ان کو رسول کریمؐ کے ساتھ نہایت ہی شفقت اور محبت تھی۔

فخرِ عالمؐ عبدالمطلب کی آغوشِ محبت میں

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ تشریف لائے۔ اور جناب عبدالمطلب کو معلوم ہوا کہ آج بیٹے کے بعد پوتے نے بھی میرا گھر خالی کر دیا، تو جناب عبدالمطلب نے فخرِ عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی محبت کی گود میں لیا اور بن ماں باپ کے یتیم پوتے کو سینہ سے لگایا اور بڑے شوق و ذوق سے آپ کی پرورش و پرداخت میں مشغول ہو گئے محبت کے مارے ہمیشہ وہ آپؐ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اور ہر طرح سے آپ کی خاطر کرتے تھے۔ کفالت کرتے ہوئے ابھی دو ہی سال گذرنے تھے کہ آپ کا پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا اور حضورؐ کے پروان چڑھنے کی حسرت لے کر بیاسی سال کی عمر میں راہیِ ملکِ عدم ہوئے اور مکہ کے قبرستان میں جس کا نام حجون ہے دفن ہوئے لیکن قریبِ انتقال سب بھائیوں کو جمع کر کے وصیت کی اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اپنے سب سے ہونہار بیٹے ابوطالب کے سپرد کی۔

سرکارِ دوعالمؐ ابوطالبؓ کے دامنِ کفالت میں

جس خوبی سے ابوطالب نے باپ کی نصیحت پر عمل کیا اُسے دنیا آج تک نہیں بھولی اور کبھی نہیں بھولے گی۔ چچا نے اپنے بھتیجے کو بڑے لاڈ اور پیار سے پالا۔ حضور سے کچھ ایسا اُنس ہو گیا تھا کہ اگر تھوڑی دیر بھی نہ دیکھتے تو شوقِ دید میں بے چین ہو جاتے تھے اور اپنے بچوں سے بڑھ کر ان کے آرام کا

خیال کرتے، اور اُن کا ناز اُٹھاتے۔ ابوطالب سوداگر تھے۔ جب حضرت بارہ برس کے ہوئے تو ابوطالب نے شام کا ارادہ کیا۔ مال تجارت اونٹوں پر لادا اور چلنے کی تیاری کرنے لگے۔ ابوطالب آپؐ کو دم بھر کے لیے بھی جُدا نہ کرتے تھے۔ اس لیئے اس سفر میں بھی آپؐ کو ساتھ لیا۔ قافلہ بصرے کے قریب بحیرہ نامی راہب کے صومعہ میں ٹھہرا۔

تاریخ بصرہ پر ایک نظر

یہاں قوم مناسح آباد تھی۔ جو مذھباً نصرانی تھی۔ یہ تجارت کا بڑا مرکز تھا۔ یہاں ایک پرانا عبادت خانہ تھا، جسے بیان کیا جاتا ہے کہ مسیح علیہ السّلام کی وصیت کے مطابق بنایا گیا تھا۔ اس پیشین گوئی کے ماتحت کہ "اس راہ سے ایک دِن سید المرسلین خاتم النبیین کا گزر ہوگا۔ یہاں کے رہنے والوں کو چاہیئے کہ وہ آپؐ کو میرا سلام پہنچا دیں۔" اس وقت اُس عبادت خانہ کا متولی بحیرہ نامی راھب تھا جو پچھلی کتب سماوی کا عالم تھا اور جسے یہ معلوم تھا کہ ایک دِن اس راہ سے ضرور سید المرسلین کا گذر ہوگا۔ چنانچہ راھب مذکور نے آپؐ کو علامات نبوّت سے پہچانا۔ قافلہ کی دعوت کی۔ ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار سب عالموں کے ہیں۔ اہلِ کتاب، یہود اور نصاریٰ ان کے دشمن ہیں۔ ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ۔ مبادا اُن کے ہاتھ سے اُنہیں گزند پہنچے۔ راھب کے مشورے سے تمام اسباب نفع کے ساتھ ابوطالب نے بیچ ڈالا اور مکّہ واپس چلے آئے۔

فجار کی لڑائی میں شرکت

عرب کے لوگ بڑے لڑاکے تھے۔ بات بات میں آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ اگر کہیں کسی طرف سے کوئی آدمی مارا گیا تو جب تک اس کا بدلہ نہیں لیتے تھے چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ "بکر" اور "تغلب" عرب کے دو قبیلوں میں ایک گھوڑ دوڑ کے موقع پر لڑائی ہوئی تو وہ لڑائی پورے چالیس برس تک ہوتی رہی۔ اس قسم کی ایک لڑائی کا نام فجار ہے۔ یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلوں میں ہوئی تھی۔ قریش کے سب خاندانوں نے اس قومی لڑائی میں شرکت کی تھی۔ ہر خاندان کا دستہ الگ الگ تھا۔ ہاشم کے خاندان کا جھنڈا عبدالمطلب کے ایک بیٹے زبیر کے ہاتھ میں تھا۔ اسی صف میں ہمارے پیغمبر بھی تھے۔ آپ بڑے رحم دل تھے لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لئے آپ نے کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

ان لڑائیوں کے سبب سے ملک میں بڑی بے چینی تھی۔ کسی کو چین سے بیٹھنا نصیب ہوتا تھا نہ کسی کو اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانوں کی خیر نظر آتی تھی۔ ان لڑائیوں میں لوگ بہت مارے جاتے تھے۔ اس لئے خاندانوں میں بن باپ کے یتیم بچے بہت تھے ان کا کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ ظالم لوگ ان کو ستاتے تھے اور زبردستی ان کا مال کھا جاتے تھے۔ خاندان میں جو کمزور ہوتا اس کا کہیں ٹھکانہ نہ تھا۔ غریبوں پر ہر طرح کا ظلم ہوتا تھا۔ یہ حالت دیکھ دیکھ کر آپ کا دل دکھتا تھا۔ اور سوچتے تھے کہ اس زور و ظلم کو کیسے روکیں، کہ

سب لوگ خوش خوش امن وامان سے رہیں۔ عرب کے چند نیک مزاج لوگوں کو پہلے بھی یہ خیال ہوا تھا کہ اس کے لئے چند قبیلے مل کر آپس میں یہ عہد کریں کہ وہ سب مل کر مظلوموں کی مدد کریں گے۔ اس تجویز کے جو پہلے بانی تھے ان کے ناموں میں اتفاق سے فضل کا لفظ تھا جس کے معنی بھی مہربانی کے ہیں۔ اس لئے ان کے آپس کے اس عہد کا نام فضل والوں کا قول وقرار رکھا گیا۔ اور اس کو عربی میں حلف الفضول کہتے ہیں۔

فجار کی لڑائی جب ہو چکی تو آپؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے یہ تجویز پیش کی کہ اس قول وقرار کو جو پہلے کیا جا چکا تھا۔ اور جس کو لوگوں نے بھلا دیا تھا۔ پھر سے زندہ کیا جائے۔ اس کے لئے ہاشم۔ زہرہ اور تیم کے خاندان مکّہ کے ایک نیک مزاج امیر آدمی کے گھر میں جس کا نام عبداللہ بن جدعان تھا، جمع ہوئے اور سب نے مل کر عہد کیا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا۔ اور اب مکّہ میں کوئی ظالم رہنے نہیں پائے گا۔ اس معاہدہ میں ہمارے رسولؐ نبی بھی شریک تھے اور بعد کو فرمایا کرتے تھے کہ "میں آج بھی اس معاہدہ پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔"

تعمیر خانہ کعبہ

اہل قریش نے خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ اس لئے کہ عمارت بھی قدیم وکہنہ نشیب میں واقع تھی۔ سیلاب کی وجہ سے اس کی تمام دیواریں پھٹ گئی تھیں۔ اس کے علاوہ ایک دن ایک عورت نے چاہا کہ کعبہ کے اندر

عود جلائے لیکن بحکم خدا اس میں آگ غیب سے آ گری اور بعض بعض جگہ جو کعبہ کے اندر بھی جل گئی۔ اس عمارت کو سب نے مل کر بنایا۔ مگر سنگِ اسود لگانے کے وقت آپس میں چار روز تک خوب جھگڑا ہوتا رہا۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ یہ کام میرے ہاتھوں سے ہو۔ آخر کار "ابوامیہ" ابن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑی عمر والے تھے یہ فیصلہ کیا کہ کل جو کوئی سب سے پہلے حرم شریف میں داخل ہووے اُس کے حکم کے موافق عمل کرنا چاہیئے۔

قدرتِ خدا، سب سے پہلے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف میں داخل ہوئے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب خوشی سے پکار اُٹھے۔ "ھذا الامین" یعنی امین آ گیا۔ ہم سب اُس کے فیصلے پر راضی ہیں۔ حضور نے اپنی دانائی اور عقلمندی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر نکالی کہ سب خوش ہو گئے۔ آپ نے سب سے پہلے ایک چادر بچھائی اور پھر اپنے دستِ مبارک سے سنگِ اسود کو بیچ میں رکھ دیا۔ اور چاروں قبیلوں کے سرداروں سے فرمایا کہ اس چادر کا ایک ایک کونا پکڑ کر اُٹھاؤ۔ اور خانہ کعبہ تک لے چلو۔ جب وہاں پہنچ گئے تو آپ نے دستِ مبارک سے اُسے اٹھا کر خانہ کعبہ کے کونے پر نصب کر دیا اور آپس کی خونخوار جنگ کا خاتمہ اپنے حسنِ تدبیر سے کر دیا کہ جو برسوں تک نہ ختم ہونے والی تھی۔

تاریخ کعبہ

جب اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کو کعبۃ اللہ کی تعمیر کا

حکم فرمایا تو انہوں نے ارشاد باری کی تعمیل میں بیت اللہ تعمیر فرمایا جس کی تفصیل آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیل ہی اپنی مبارک حیات میں کعبہ کے وارث رہے۔ آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کا فرزند بنت دالی ہوا۔ اس نے بھی اپنی حیات میں خانہ کعبہ کی بخوبی حفاظت کی لیکن جب اس کا بھی انتقال ہو گیا تو کچھ ایسے اسباب جمع ہو گئے کہ بنو جرہم نے خانہ کعبہ پر اپنا قبضہ جما لیا اور اپنے قبیلہ میں سے خانہ کعبہ کی سرداری کے لئے مضاض کو منتخب کیا۔ پھر اس کے بعد اُس کی اولاد در اولاد میں یہ وراثت آتی رہی۔ یہاں تک کہ بنو جرہم کی سفاکیاں، غداریاں، زنا، بت پرستی وغیرہ یہ چیزیں اتنی بڑھ گئیں جن سے خانہ کعبہ کے احترام کو سخت صدمہ پہنچا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بنو جرہم کے دلوں سے خانہ کعبہ کی عظمت بالکل اُٹھ چکی تھی۔ قساوتِ قلبی کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ دور دراز کا سفر طے کر کے جو زائرین مکہ میں آتے تھے یہ بے رحم نہ صرف اُن کا مال و اسباب ہی چھین لیتے تھے۔ بلکہ نہایت بے دردی سے اُن مظلوموں کو قتل کر ڈالتے تھے۔ ان کی زناکاری کا ایک نمونہ اساف اور نائلہ تھے۔ جنہوں نے خاص حرم محترم میں زنا کیا۔ جس کی پاداش میں فوراً ہی اُن پر عذاب الٰہی نازل ہوا، اور یہ دونوں برہنگی کی حالت میں پتھر کے بنا دیئے گئے۔

پہلے تو مکے والوں نے عبرت کے لئے اُن دونوں کو حرم کے دروازے پر چپ و راست کھڑا کر دیا تھا۔ اور اُن پر لعنتوں کی بوچھاڑ ہوا کرتی تھیں، لیکن جب عرصہ گذر گیا تو لوگوں کے دلوں میں اُن کی طرف سے نفرت و

حقارت کی بجائے محبت اور عظمت پیدا ہونے لگی ۔ مثل مشہور ہے کہ نجاست کا کیڑا نجاست ہی میں خوش رہتا ہے ۔ اُن شیطان سیرت انسانوں نے رفتہ رفتہ اِن دونوں بدکاروں کو خدا بنالیا ۔ اب یہ دونوں پتھر کے بُت جو کبھی انسان تھے خاص حرم پاک میں لاکر رکھ دیئے گئے اور دھڑلے سے ان کی پُوجا ہونے لگی ۔ زور شور سے منتیں ، مرادیں مانی اور مانگی جانے لگیں ۔ اللہ کے خاص گھر میں ان شیطانوں کی خدائی کا راج ہو گیا ۔ معاذ اللہ ۔

جب ان لوگوں کے ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالٰی نے اس قوم پر نکسیر کا عذاب بھیجا اور رفتہ رفتہ یہ قوم ہلاک کر دی گئی ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس کی نکسیر جاری ہو جاتی تھی ۔ اُس کے خون بند کرنے میں کوئی دوا کارگر اور تدبیر کارآمد نہ ہوتی تھی ۔ یہاں تک کہ خون بہتے بہتے اس کی رُوح تحلیل ہونے لگتی تھی اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ بے دَم ہو کر رہ جاتا تھا ۔

خزاعہ اُس وقت تہامہ میں جا بسے تھے ۔ جب سے عمرو بن حارث کی اولاد یمن سے جاکر اطراف کے شہروں قصبوں میں پھیل گئی تھی ۔ جب خزاعہ کو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے بنو جرہم کو ہلاک کر ڈالا تو وہ خوش خوش اپنے مقام سے بڑھے اور مکہ معظمہ پہنچ کر جرہم کے اُن باقی ماندہ لوگوں کو جو پہلے ہی موت سے ہمکنار ہونے والے تھے قتل کر ڈالا ۔ اگرچہ جرہم کے بہت سے لوگ نکسیر کی نذر ہو چکے تھے ۔ اور خدا نے ان میں سے اکثر کو ہلاک کر ڈالا تھا ۔ لیکن پھر بھی جو لوگ باقی تھے ۔ اُن کے پاس پورا سامان حرب موجود تھا ۔ عمرو بن حارث اس وقت اُن کا سردار تھا ۔ جب اُس نے

خزاعہ کو مکّہ پر چڑھائی کرتے سُنا تو اپنی قوم کے باقی ماندہ لوگوں کو جمع کر کے اُن کے سامنے ایک پُرجوش اور موثر تقریر کی جس سے ان کی ہمتیں بندھ گئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت اللہ نے اُن پر سے نکسیر کی بیماری بھی دفع کر دی تھی ۔ تاکہ یہ لوگ دِل کھول کر دشمن سے مقابلہ کر سکیں اور اُنہیں اپنی ناتوانی کا عذر نہ ہو۔ جب دونوں حریف صف آرا ہوئے تو خزاعہ کے سردار عمر بن ربیعہ بن حارث نے اپنی فوج کے سامنے کھڑے ہو کر ایک مختصر مگر جذبات برانگیختہ کرنے والی تقریر کی جس کے ختم ہوتے ہی دونوں طرف سے حملہ ہو گیا بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی ۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں جرہم کے بہت سے سپاہی موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ یہاں تک کہ عمر بن حارث جرہمی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اُسے یقین ہو گیا کہ عنقریب دُشمن کی تلوار میرا فیصلہ کیا چاہتی ہے تو وہ حرم کی طرف جھپٹا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے کعبہ کی دونوں غزالیں اور حجر اسود نکالا۔ اب اُسے اپنے تمام گناہ یاد آنے لگے۔ اُس نے صدق دِل سے اِن الفاظ میں توبہ کی :۔

"اے اللہ! جرہم تیرے بندے ہیں، جو تیری بہت پُرانی ملک ہیں اور یہ لوگ تو تیرے نئے نئے فرمانبردار ہوئے ہیں۔ ہم قدیم سے تیرے بلاد میں رہتے سہتے چلے آئے ہیں"

مگر چوں کہ عمر بن حارث کی توبہ قبول نہیں ہوئی کیونکہ اُس نے کوئی بشارت نہیں سُنی۔ تو مایوسی کے عالم میں اُس نے وہ سونے کی غزالیں چاہ زمزم میں ڈال دیں اور اُس متبرک کوئیں کو بھی پاٹ دیا۔ اس کا یہ فعل

دو پہلوؤں پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اُس نے سوچا کہیں زمزم کی بے حرمتی نہ ہو اور غزالیں دشمن اپنے صرف میں نہ لے آئے۔ اُس لئے اُس نے غزالیں زمزم میں ڈال کر ساتھ ہی اس کنویں کو بھی بند کر دیا جس کے متعلق ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہو سکتا ہے کہ عمر بن حارث نے بخل کے مارے یہ حرکت کی تاکہ دشمن یہ چیزیں پاکر مسرور اور مستفیض نہ ہو سکیں۔ بہرکیف اس کام سے فارغ ہو کر عمرو بن حارث معہ اپنے چند زخمی ہمراہیوں کے سرزمین جہینہ کی طرف بھاگ گیا بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں ایک روز سیلاب آیا اور اُن سب کو بہالے گیا۔

جراہم کے بعد بیت اللہ کا وارث عمر بن ربیعہ ہوا۔ اُس کے بعد خزاعہ نے اُس کی جگہ پر قبضہ کر لیا۔ خزاعہ کا دور ختم ہونے کے بعد بیت اللہ کے والی قریش ہوئے اور رفتہ رفتہ ہاشم اور پھر عبد المطلب بیت اللہ کے والی ہوئے۔ آپ ہی کے مبارک دورِ زندگی میں خود انہیں کی کوشش سے چاہ زمزم برآمد ہوا اور وہ غزالیں بھی نکلیں جن کی تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔ یہاں یہ بات بھی معلوم ہو جانی چاہیئے کہ جس نے غزالیں چرائی تھیں اُس کا نام دویک تھا جو سلیح بن خزاعہ کا مولیٰ تھا۔ قریش نے اُسے پالیا اور فوراً اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ لیکن اس سے پہلے جن پر چوری کا شبہ کیا جاتا تھا وہ عامر بن حارث بن نوفل۔ ابو ہارب بن عزیز اور ابو لہب بن عبد المطلب تھے۔ تاہم جب اصلی مجرم کا پتہ لگ گیا، تو مذکورہ لوگوں پر سے شبہ بالکل جاتا رہا۔ الغرض سب سے بڑی بات

یہی تھی کہ قریش کو یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ دوبارہ کوئی بیت اللہ کا مال نہ چرالے جائے۔ اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ چونکہ بنیادوں میں پانی بیٹھ جانے کی وجہ سے دیواریں بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ اس لئے انہیں منہدم کر کے پھر سے نہایت پائدار اور مستحکم بنا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور جیسا ہم عرض کر چکے ہیں کعبۃ اللہ کی عمارت نہایت پائدار بنا دی گئی یہ تھی مختصر تاریخ کعبہ جو قارئین کرام کی معلومات کے خیال سے پیش کر دی گئی۔

دوسری مرتبہ چاک ہونا سینہ مبارک کا

جب سن شریف آنحضرت تیرہ برس کا ہوا۔ ایک دن بطور گلگشت میدان کی طرف تشریف لے گئے۔ اس وقت دو فرشتے حضرتؐ کے سامنے آئے۔ ان دونوں نے آپؐ کے مونڈھے پکڑ کر زمین پر لٹایا اور شکم مبارک چیر ڈالا۔ ایک فرشتہ طشت میں پانی لایا۔ دوسرے نے پیٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر سب دھو ڈالا۔ دل میں جو خون سیاہ حسد، بغض اور بشریت کا تھا نکال کر بجائے اس کے رحم اور شفقت رکھا۔ پھاڑنے اور چیرنے سے آپؐ کو کچھ درد و الم نہ ہوا اور ایک چیز مثل چاندی کے دل کے اندر رکھی اور دوائی خشک مانند سفوف کے اس پر چھڑکی۔ اور انگلیاں دست مبارک کی پکڑ کر کہا اب جاؤ سلامت رہو۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اسی دن سے میرے دل میں مہر اور شفقت خلق پر زیادہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس مرتبہ قریب بلوغت کے حضرت کا سن تھا۔

امین کا خطاب

جب آپ کی عمر ۲۵ سال کی ہوئی تو بچپنے کا بھولا پن رخصت ہوا۔ ہر شخص آپؐ کا ادب کرتا تھا۔ سارے مکہ میں مشہور تھا کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ امانت میں خیانت نہیں کی کسی عورت کی طرف بُری نظر سے نہیں دیکھا۔ نہ کسی کی پیٹھ پیچھے بُرائی کی اور نہ کسی سے بگڑ کر بات کی۔ ان باتوں سے مکہ کا بچہ بچہ آپؐ کی تعریف کرتے نہیں تھکتا تھا۔ اور قوم نے مِل کر آپؐ کو امین کا خطاب دیا۔

بی بی خدیجہ

ان دِنوں قریش میں خدیجہؓ نام کی ایک دولت مند بی بی تھیں۔ ان کے پہلے دو شوہر مر گئے آخری شوہر نے کہ بڑا مالدار تھا، انتقال کیا تو خدیجہ کو خانگی امورات کی انجام دہی کے لئے کارندہ درکار ہوا۔ خدیجہؓ کا بھتیجہ قسطیمہ آنحضرت صلعم کا بڑا دوست تھا۔ اور آپؐ کی لیاقت ذاتی اور خوبی سے واقف تھا۔ خدیجہ سے آپؐ کی سفارش کی انہوں نے آپؐ کو اپنا مال دے کر شام کی طرف بھیجا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ اور اُن کا ایک عزیز خزیمہ بن حکیم آپؐ کے ساتھ تھے۔ راستے میں آپؐ نے ایک سوکھے درخت کے نیچے آرام فرمایا، جو خدا کی قدرت سے ہرا بھرا ہو گیا۔ جب قافلہ بصرہ پہنچا تو نسطورا (ایک عیسائی درویش) آپؐ کو دیکھ کر اپنے عبادت خانہ سے نکل آیا اور آپ کو غور سے دیکھنے لگا۔ وہ کبھی آپؐ کو اور کبھی اپنی آسمانی کتاب کو دیکھتا

اُس کی اس حرکت سے حزیمہ کے دل میں شک پیدا ہوا۔ اُس نے پکار کر کہا۔ "یا ال غالب" یہ آواز سُن کر تمام قریش دوڑ پڑے۔ نسطورا بھاگ کر اپنے کوٹھے پر چڑھ گیا۔ اور پکار کر کہا "لوگو! مجھ پر کسی قسم کا شک نہ کرو۔ میں اس شخص میں آخری نبی کی تمام علامتیں پاکر آسمانی کتب سے مقابلہ کر رہا تھا۔ چنانچہ میں نے دیکھ لیا کہ یہی شخص آخری نبی ہوگا۔" اور کہا کہ شام کے یہود آپؐ کے سخت دشمن ہیں اس لئے آپ وہاں نہ لیجائیں قافلہ نے تمام مال نفع سے اسی جگہ بیچ ڈالا اور واپس چلے آئے۔ میسرہ کا بیان ہے کہ ہم نے آنکھوں سے دیکھا کہ دوپہر کو جب دھوپ تیز ہو جاتی تھی، تو آپؐ پر ابر کے ایک ٹکڑے کی وجہ سے سایہ ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے آپؐ گرمی کی تکلیف سے بچے رہے۔

حضرت خدیجہؓ نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ آسمان سے سورج اُتر کر اُن کے گھر میں آگیا ہے جس سے نہ صرف اُن کا مکان بلکہ سارا جہان جگمگ جگمگ کرنے لگا۔ انہوں نے یہ خواب اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کیا۔ ورقہ نے اس کی یہ تعبیر بتائی کہ ایک بہت بڑا آخری نبی تم سے نکاح کرے گا۔ اور اُس کے آنے کا وقت نزدیک ہے۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد حزیمہ و میسرہ کے زبانی آنحضرت کے معجزات اور نسطورا کی پیشین گوئی سُن کر یقین کر چکی تھیں کہ وہ سورج یہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے خود پیغام بھیجا۔ آنحضرت نے ابوطالب کے مشورہ سے منظوری دے دی اور پانچ سو طلائی درہم مہر (تقریباً ایک ہزار روپیہ) بعوض نکاح ہو گیا۔ نکاح کے وقت

آپؐ کے چچا ابوطالب، امیر حمزہؓ اور حضرت خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل موجود تھے۔ اُس وقت آنحضرتؐ کی عمر ۲۵ سال اور خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔

حضرت خدیجہؓ قریشی النسب ہیں۔ ان کی ماں فاطمہ بنت زایدہ بن اصم اور باپ خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہیں (نضر بن کنانہ بارھویں پشت میں حضرت خدیجہؓ کے اور تیرھویں پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں اس لئے حضرت خدیجہؓ آپ کی ایک جدی ہیں)۔ اسی طرح ازواج مطہرات کو بھی سمجھنا چاہیئے جن کی نسبت قریشی یا قریش کا لفظ دکھائی دے) قریش میں نہایت عقلمند معزز جلیل القدر کثیر المال بڑی تجار اور بڑی جاہ و مراتب کی عورت تھیں۔ حتیٰ کہ سیدۃ النساء قریش ان کا نام پڑ گیا تھا۔ ہر ایک بات میں ان کی غایت درجہ کی عفت اور عصمت نے جاہلیت کے زمانہ میں بھی ان کو طاھرہ کا لقب عطا کیا تھا۔

ان کے بیٹے ہند (پہلے خاوند سے تھے) جو نہایت فصیح اور بلیغ بدری صحابی تھے۔ فخریہ کہتے ہیں۔ باپ، ماں، بھائی اور بہن کے اعتبار سے میں بزرگ ترین خلائق ہوں۔ باپ میرا (یعنی سوتیلے) رسول اللہ۔ ماں میری خدیجہؓ۔ بھائی میرے قاسم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ہیں) اور بہن میری فاطمہ ہیں۔ ہائے افسوس تو یہ ہے کہ جب ہماری قوم سن لیگی کہ حضرت خدیجہؓ نے دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا نکاح کر لیا۔ اور ان کے بیٹے ہند کا یہ افتخار تیسرے نکاح کی بدولت تھا تو ان کا یہ سارا افتخار

لغو اور بیجا ہی نہ ٹھہرے گا۔ بلکہ ننگ و عار کے ساتھ بدل جائے گا۔ و نیز حضرت خدیجہ رضؓ کی گذشتہ خوبیوں اور آئندہ کل فضائل پر دفعتہً پانی پڑ جائیگا۔

اسلامی دروازہ میں سب سے پہلے پاؤں رکھنے کی فضیلت انہیں نے حاصل کی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ افضل ترین اُمت کا بنیادی پتھر رکھنے کا شرف انہیں کو ملا۔ انہوں نے اپنی جان و مال سے اس وقت میں اسلام کی قابلِ قدر اعانت کی جب کہ اسلام نے نہایت کمزوری سے دُنیا میں قدم جمایا تھا۔ پھر خدا نے یہ بھی اعزاز بخشا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد دنیا میں انہیں سے قائم رہی۔ ان کو یہ بھی فضیلت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس برس کی عمر میں اپنی پہلی شادی اُنہیں چہل سالہ بیوی سے کی پھر لطف یہ کہ پچیس برس آنحضرت صلی اللہ کی شرف زوجیت میں رہ کر ۶۵ برس کی عمر میں قضا کی۔ اور جب تک وہ زندہ ... رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُوسری شادی نہیں کی۔

آپؐ ان کو اُن کی وفات کے بعد اس کثرت سے یاد فرمایا کرتے کہ حضرت عائشہ رضؓ تعجب میں رہ جاتیں۔ آپ بکری ذبح کرتے تو اُس کا گوشت اُن کی محبت میں ان کی ہمجولیوں کے پاس ہدیہ بھیجتے۔ اُن کی فضیلت میں ابوہریرہ رضؓ سے صحیحین میں روایت ہے کہ حضورؐ کے پاس جبرئیل نے آکے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ ایک برتن میں کھانا لئے ہوئے آتی ہیں۔ جب آپؐ کے پاس پہنچیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اور میری جانب سے سلام کہہ دینا۔ اور اُن کو جنت میں موتی کا ایک مکان مل جائے گی

خوشخبری سنا دینا جس میں آرام ہی آرام ہوگا۔ تکلیف کا نام نہ ہوگا۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے سوا اور سب بیبیوں سے بالاتفاق اور حضرت صدیقہ سے بقول راجح افضل ہیں۔ ایسے مجمع صفات واجب التعظیم مقدس صاحب دل، اور عالی خاندان بی بی کے تین نکاح ہوئے۔ پہلا ابو ہالہ بناش بن زراہ تمیمی سے اور دُوسرا بناش کے مرنے کے بعد عتیق بن عابد مخزومی قریشی سے پہلے خاوند سے دو بیٹے تھے ایک کا نام ہندہ تھا اور دوسرے کا ہالہ، دونوں ایمان لائے اور صحابی ہوئے اور دُوسرے خاوند سے ایک بیٹی تھیں، وہ بھی ہندہ کے نام سے پکاری گئیں۔ یہ بھی ایمان لائیں اور صحابیہ ہو(ئی) کی لڑی میں منسلک ہوئیں اور اپنے چچا زاد بھائی صیفی مخزومی سے بیاہی گئیں جن سے محمد بن صیفی پیدا ہوئے۔ اور اُن کی اولاد ابن سعد کے نزدیک ان کی نانی خدیجہ کے لقب سے مشہور ہو کے بنی طاہرہ کہلائیں۔ بجز عتیق کے انتقال کے بعد انہوں نے خود اپنی طرف سے خواہش کر کے اپنا تیسرا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ جو حدیث اور سیر کے رو پہلے ورقوں میں سُنہرے حرفوں سے لکھا گیا ہے۔

پانچواں باب

شق صدر شریف تیسری مرتبہ

جب نبوت اور وحی نازل ہونے کا زمانہ قریب آیا۔ تو تنقیہ اور تقویت

کے واسطے سینۂ مبارک تیسری مرتبہ چاک کیا گیا۔ آنحضرتؐ شروع ہی سے کوہ "حرا" میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ خاص طور سے رمضان شریف میں تو بیحد خدا کی یاد فرماتے۔ ایک دفعہ غار سے باہر نکل کر دیکھا کہ جبریل تخت پر مانند آفتاب بیٹھے ہیں۔ اور ان کا ایک پر مشرق میں دوسرا مغرب میں ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر آپؐ غار کی طرف واپس لوٹے مگر جبریل علیہ السلام نے آپؐ کو فرصت نہ دی اور آپؐ کو زمین پر لٹایا۔ حضور خود فرماتے تھے کہ سینہ میرا چاک کیا اور دل کو آب زمزم سے دھو کر طشت زریں میں رکھا اور اس میں سے کوئی چیز نکالی اور پھر دل کو درست کر کے واپس سینہ میں رکھ دیا۔ مجھ کو مطلق درد محسوس نہ ہوا۔ اس کے بعد جبریل سینہ سی کر چلے گئے یہ ضرور ہے کہ آنزضرب کا مجھ پر پہنچا۔

نبوّت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۴۰ برس کی عمر کو پہنچ گئے تھے یہ وہ زمانہ ہے جب آدمی کی سمجھ بوجھ پوری اور عقل پختہ ہو جاتی ہے۔ شروع جوانی کی خواہش مر چکی ہوتی ہے۔ دنیا کا اچھا برا تجربہ ہو چکا ہوتا ہے۔ یہی عمر اس کے لئے مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہوں کو اپنا رسول اور رہنما مقرر بنائے اور جاہلوں کے سکھانے اور نادانوں کے بتانے کے لئے اس کو اس کا استاد مقرر فرمائے۔ چنانچہ جب ہمارے رسول کو اللہ نے رسولؐ بنانا چاہا تو آپؐ کو اس سے پہلے اکیلے رہنا بہت پسند تھا۔ کئی کئی روز کا کھانا لے لیتے۔ اور مکہ کے قریب

ایک پہاڑ کے غار میں جس کا نام "حرا" تھا چلے جاتے۔ اور اللہ کی باتوں پر غور کرتے۔ دُنیا کی گمراہی اور عرب کے لوگوں کی یہ بُری حالت دیکھ کر آپؐ کا دل دُکھتا تھا۔ آپؐ اس غار میں دن رات خدا کی عبادت اور سوچ میں پڑے رہتے تھے۔ اسی حالت میں آپؐ کبھی کبھی کچھ آوازیں بھی سُنا کرتے مگر کہنے والا نظر نہ آتا تھا۔ اکثر یہ بھی ہوتا تھا کہ جو کچھ آپؐ رات کو خواب میں دیکھتے صبح کو ویسا ہی ہوتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اللہ کے حکم سے اللہ کا وہ فرشتہ جو اللہ کا کلام اور پیام لے کر رسُولوں کے پاس آتا ہے اور جس کا نام جبرئیل ہے آیا اور کہنے لگا کہ "محمدؐ" آپؐ نے فرمایا "لبیک" فرشتہ نے کہا تم کو خدا نے نبی کیا جب جبرئیلؑ امین نے خدا کے حکم سے آپ کو خاتم النبیین کا شاندار خلعت پہنا دیا تو وہ غائب ہو گئے۔

غارِ حرا کی خوش قسمتی

زہے نصیب اُس غار کے جس میں ایک عرصہ تک خورشید رسالت پنہاں رہا۔ اور جبرئیل امین نے پہلے پہل اُسی غار میں تشریف لا کر آپؐ کے سر پر "خاتم النبیین" کا بے مثال تاج رکھ دیا۔ سبحان اللہ۔ بارگاہ الٰہی سے اس غار کو کیسی بڑی عزت اور سعادت نصیب ہوئی، نورِ جمال محمدی سے غار کا ذرہ ذرہ چمک رہا تھا کہ یکایک تجلی مولا نے اُسے آفتاب کی طرح روشن کر دیا۔

وحی

۸؍ ربیع الاول سنہ ۴۱ میلادی مطابق ۱۲؍ فروری سنہ ۶۱۲ء بروز پیر غار حرا میں عبادت کر رہے تھے۔ اُس فرشتہ نے خدا کا بھیجا ہوا سب سے پہلا پیغام جس کو وحی کہتے ہیں۔ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور ایک ریشمی کپڑا جس پر کچھ حروف لکھے تھے۔ دکھلایا اور کہا پڑھ آپؐ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر فرشتہ نے آپؐ کو سینہ سے لگا کر اتنا دبایا کہ آپ کو تکلیف ہونے لگی۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھ۔ آپؐ نے فرمایا "میں پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتہ نے پھر اسی طرح کیا اور کہا :۔

"اپنے اس خدا کا نام لے کر پڑھ جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے انسانوں کو جمے ہوئے خون سے بنایا۔ پڑھ تیرا خدا بڑا ہی کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ علم کو سکھایا۔ انسان کو وہ بتایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

بہرکیف، جبریل امین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں خاتم الانبیاء سرورِ دوسرا ہونے کی قابلیت معائنہ کرنی تھی۔ اس لئے اُنھوں نے سرکار کونین کو دو دفعہ سینہ سے لگا لگا کر زور زور سے بھینچا۔ جب تیسری دفعہ ہم آغوش کرنے اور بھینچنے کے بعد بھی آپؐ کو اسی طرح کھڑے ہوئے دیکھا تو جبریل امین نے آپؐ کو اللہ تبارک تعالےٰ شانہ، کے کلام کو پڑھ کر سُنایا اور آپؐ بلا کسی دِقت یا جھجک کے وہ ساری آیتیں پڑھ گئے۔

یہ ہمارے رسولؐ پر پہلی وحی آئی۔ اس وحی کا آنا تھا کہ آپؐ پر اپنی اُمت کی تعلیم کا بڑا بوجھ ڈال دیا گیا۔ نادانوں کو بتانا، انجانوں کو سکھانا۔ اندھیرے میں چلنے والوں کو روشنی دکھانا، اور بتوں کے پجاریوں کو خدائے پاک کے نام سے آشنا کرنا آپؐ کا کام ٹھیرایا گیا۔ آپؐ کا دل اس بوجھ کے ڈر سے کانپ گیا اسی حالت میں آپ گھر واپس آئے۔ خدیجہؓ سے فرمایا مجھے کمبل اڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے کمبل اڑھا کر خیریت پوچھی تو آپؐ نے سارا واقعہ بیان فرمایا۔ وہ آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے کہا یہ واقعی "خاتم النبیین اشرف الانبیا ہیں۔ اور یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا۔

چند دنوں بعد ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہؓ نے ورقہ کا حال پوچھا اور کہا کہ اُس نے تصدیق آپؐ کی کی تھی مگر زمانہ نبوت اور اتباع احکام کو نہیں پایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اُسے سفید کپڑے پہنے خواب میں دیکھا۔ اگر نجات اُس کی نہ ہوتی اور مسلمانوں میں محسوب نہ ہوتا تو سپید کپڑے پہنے نظر نہ آتا۔

یہ اَمر بالضرور قابلِ تسلیم ہے کہ آپؐ کو معمولی حرف آموزی میں تحصیل علم بالکل نہ تھی۔ دراصل جس کو ہم کتابی علم کہتے ہیں۔ اُس سے آپ یہاں تک ناواقف تھے کہ نہ تو آپؐ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے۔ اس بات کا قرآن حکیم کے اکیسویں پارہ میں حوالہ دیا گیا ہے

تبلیغ

جس دن سے حضرت جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کا پیام لے کر آئے اُسی دن سے اللہ کا فرمان اُترنے لگا۔ کچھ دن کے بعد حکم آیا کہ دُوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں سنائی جائیں۔ جو لوگ آپ کے زیادہ قریب تھے پہلے آپؐ نے ان کو سُنایا۔ حضرت خدیجہؓ آپ کی بیوی تھیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ عمر بھر کے دوست تھے حضرت علیؓ بچپن سے ساتھ رہے تھے۔ حضرت زیدؓ آپؐ کے غلام تھے۔ آپؐ کی پوری زندگی اُن لوگوں کے سامنے تھی، یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپؐ کس قدر نیک، سچے، پاک اور ایمان دار ہیں۔ آپؐ نے جیسے ہی اُن سے فرمایا انہوں نے مان لیا اور آپؐ پر ایمان لائے۔ اس کے بعد حضرت بلالؓ، حضرت عثمانؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایمان لائے۔ روز بروز لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ شروع میں کچھ دن آپ چُپ چاپ خاموشی سے کام کرتے رہے۔ الگ الگ لوگوں سے ملتے اور اُنہیں خدا کا پیغام پہنچاتے کچھ لوگ اسی طرح اسلام لے آئے۔

ابھی آپؐ نے اپنا کام شروع ہی کیا تھا کہ چند مدت وحی آنے میں دیر ہوئی اور بحالتِ اضطراب میں نہایت غمگین رہتے۔ یہاں تک کہ ایک روز اسی غم میں پہاڑ پر چڑھے اور گذشتہ ماجرے پر غور کرنے لگے۔ آپؐ اسی سوچ میں پڑے ہوئے تھے کہ حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور اللہ کا یہ حکم لائے:

اے چادر میں لپٹے ہوئے کھڑا ہو جا، پھر ڈر سُنا اور اپنے رب کی

...... بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی کو چھوڑ دے۔

اب آپؐ پورے طور سے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے۔ اور رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا۔ قریش کو یہ بھی ناگوار تھا۔ وہ کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ لوگ اسلام قبول کریں۔ اس لئے کہ اس سے ایک طرف اُن کا مذہب مٹا جاتا تھا چنانچہ آپؐ کو طرح طرح سے ستانے لگے۔ راستے میں کانٹے ڈال دیتے آپؐ نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو چھیڑتے۔ کعبہ کا طواف کرتے وقت آوازیں کستے۔ آپؐ اُن کی تمام سختیاں جھیلتے تھے۔ اور اپنا کام کئے جاتے تھے۔

اتفاق کی بات دیکھو کہ اُس وقت جس نے سب سے زیادہ آپ کا ساتھ دیا، اور آپؐ کی حمایت کا بیڑا اٹھایا۔ وہ بھی آپؐ کے ایک چچا تھے۔ جن کا نام ابوطالب تھا۔ وہ آپؐ کو کتنا پیار کرتے تھے۔ اسی طرح جس نے سب سے زیادہ آپؐ کی مخالفت کی اور آپؐ کی دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، وہ بھی آپؐ ہی کے ایک چچا تھے۔ جن کا نام ابولہب تھا۔ جب ولادت باسعادت کی خوشخبری ثوبیہ لونڈی نے پہنچائی، تو فرطِ مسرت سے اُسے آزاد کر دیا۔ افسوس ولادت نبوی کی تو ایسی خوشی ہوئی لیکن جب آپؐ کو حق تبارک تعالےٰ نے پروان چڑھایا یعنی خلعت نبوت سے مخلع فرما کر سارے نبیوں کا سردار بنایا تو اُس وقت ابولہب اور اُس کے مردود ساتھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن بن گئے۔ وائے حسرت افسوس اُن بدبختوں پر جن کے اندھے دل خورشید رسالت کے انعکاس سے روشن نہ ہو سکے بلکہ کوئی بدترین تکلیف باقی نہ رہی تھی جو فخر عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی گئی ہو۔ دُوسرے یہ کہ ابولہب کے علاوہ آپؐ کے دین کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل نکلا جو قریش کا ایک سردار اور بڑا دولتمند تھا۔

قریش نے دیکھا کہ یہ کسی طرح باز نہیں آتا۔ تو سب نے مشورہ کر کے عتبہ نامی قریش کے ایک سردار کو سمجھا بجھا کر آپؐ کے پاس بھیجا۔ اُس نے آپؐ کے پاس پہنچ کر یہ کہا "اے محمد قوم میں پھوٹ ڈالنے سے کیا فائدہ اگر تم مکہ کی سرداری چاہتے ہو تو حاضر ہے۔ اگر کسی بڑے گھرانے میں شادی چاہتے ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے اگر دولت چاہتے ہو تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ مگر تم اس کام سے باز آ جاؤ۔ لیکن آپؐ نے اُس کی بات نہ مانی، اور دعوتِ اسلام برابر دیتے رہے۔ اسی حالت میں جو لوگ آپؐ پر ایمان لائے اور مسلمان ہوئے اُن کے نام یہ ہیں۔ حضرت زبیرؓ غلامان میں حضرت عمار بن یاسر۔ حضرت خباب بن ارت اور حضرت صہیبؓ۔ قریش کے چند نیک مزاج نوجوان جیسے ارقم، سعید بن زید، عبداللہ بن مسعود، عثمان ابن مظعون عبیدہ رضی اللہ عنہم۔

پانچویں برس نبوت کے عمر فاروق بن خطاب ایمان لائے۔ ان کے سبب سے اسلام میں تقویت اور عزت زیادہ ہوئی۔ عرب میں حضرت عمرؓ قوت میں جواں مرد اور شجاعت میں سب سے زیادہ مشہور تھے اور تمام عرب اُن سے ڈرتا تھا۔ جب حضرت امیر حمزہؓ ایمان لائے۔ تو ابوجہل نے ولید بن مغیرہ ابوسفیان، ابولہب اور سرداران قریش کو بلا کر کہا کہ امیر حمزہؓ محمد پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس پر ابولہب نے کہا کہ محمدؐ کا سر کاٹ لو۔ لیکن اُن کے یاروں کا

تدارک ہوگا۔ ابوجہل لعین نے کہا کہ جو کوئی محمدؐ کا سر کاٹ لائے میں اس کو سنو
اونٹ اور چالیس ہزار درم دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں
اور عمرؓ بایں قصد روانہ ہوئے۔ راہ میں ایک شخص سے جس کا نعیم بن عبد السلام نام
تھا۔ ملاقات ہوئی وہ مشرف باسلام ہوچکا تھا۔ اُس نے پوچھا! کدھر کا قصد
ہے۔ انہوں نے کہا جاتا ہوں کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کردوں
اُس نے کہا پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو۔ اس طعن سے وہ بیتاب ہوگئے
پلٹ کر اپنی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعد بن زیدؓ کے گھر کا راستہ لیا پہنچے تو قرآن
پڑھنے کی آواز سنی۔ غصہ سے بے قابو ہوکر بہن اور بہنوئی کو جی کھول کر مارا
مگر دیکھا تو ان کو توحید کا نشہ اسی طرح تھا۔ ان کے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا
کہا اچھا جو سورۃ تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے دکھاؤ۔ انہوں نے وہ ورق لا کر
ہاتھ پر رکھ دیا جس پر یہ آیت طٰہٰ لکھی ہوئی تھی جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

"اے پیغمبر ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم اس کی
وجہ سے اس قدر تکلیف اُٹھاؤ۔ ہاں یہ کہ ان کو صرف ایک نصیحت
ہے اور وہ بھی ان کے لئے جو خدا سے ڈرتا ہے۔ یہ کلام پاک اُس کا
اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان کو پیدا کیا اُس
خدا کا نام ہے رحمٰن جو عرشِ بریں پر براج رہا ہے۔ اور اُس کا
ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ
آسمان اور زمین کے بیچ میں ہے اور جو کچھ کرۂ خاک کے تلے ہے
اور اے شخص اگر تو پکار کر بات کرے تو وہ تیرے پکارنے کا محتاج

نہیں کیونکہ وہ آہستہ سے آہستہ بات کو بھی سن لیتا ہے۔ وہی اللہ ہے کہ اُس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اچھے نام اسی کے ہیں"

عمرؓ جیسے جیسے اس کو پڑھتے جاتے تھے۔ اُن کا دِل کانپتا جاتا تھا اور بے اختیار اُن کی زبان سے نکلا سُبحان اللہ کیا خوب کلام ہے اور کیسا پُر تاثیر۔ اس کے کلام الٰہی ہونے میں کیسے شک ہو سکتا ہے آخر چلّا اُٹھے لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ مُحمّد رسُول اللّٰہ اور پھر باہر نکل آئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب آپ ارقمؓ کے گھر میں تھے۔ کعبہ کے پاس ایک گلی تھی جس میں اُس پیچ اور جاں نثار مسلمان ارقمؓ کا گھر اسلام کا پہلا مدرسہ تھا۔ یہاں حضور مسلمانوں سے ملتے اور اُن کو خدا کی یاد اور نصیحت کی اچھی اچھی باتیں سُناتے اور اُن کے ایمان کو مضبوط بناتے۔ جو لوگ اس دین کا شوق رکھتے وہ یہیں آکر خدا کے رسُول سے ملتے اور مسلمان ہوتے۔ حضرت عمر سیدھے وہاں پہنچے کواڑ بند تھے، آواز دی، جو مُسلمان وہاں تھے حضرت عمرؓ کو تلوار لیے دیکھ کر گھبرائے۔ حضرت حمزہؓ نے کہا آنے دو۔ اگر وہ خلوص کے ساتھ آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اُس کی تلوار سے اُسی کا سر قلم کر دیا جائیگا دروازہ کھلا اور حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو اوّل رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور اُن کا دامن پکڑ کر فرمایا! کیوں عمر کس ارادے سے آئے ہو۔ عرض کیا ایمان لانے کو۔ یہ سُن کر مسلمانوں نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکّہ کی پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔ اُس وقت تک چالیس آدمی مُسلمان ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ مسلمان ہوتے تو مسلمانوں کی ہمت

بڑھ گئی۔ اب تک مسلمان کافروں کے ڈر سے کعبہ میں جا کر نماز نہیں پڑھتے تھے

دبدبۂ اسلام

حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ مشرکین عبادت لات و عزیٰ کی علانیہ کرتے ہیں۔ ہم لوگ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیوں پوشیدہ کریں اور اُسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کے سب مسلمانوں کو ہمراہ لے کر مسجد حرم میں آئے اور باجماعت نماز ادا کی اور اُسی دن سے مسلمانوں کی بہت قوت و عزت ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے ابوجہل کو کہا اے معشر قریش میں اسلام میں داخل ہوا، اور حلقۂ محمدی میں پہنچا۔ اگر اب کوئی محمدؐ کو ایذا دے گا تو میں اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ دین تم سب کا باطل اور بت پرستی جھوٹ ہے۔ خطاب نے کہا اے بیٹا تو دیوانہ ہوا ہے۔ محمدؐ کے جادو نے تجھ پر اثر کیا ہے اور ہمارے معبودوں کی تکذیب کرتا ہے۔ اب میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ عمرؓ نے کہا اے باپ کفر کا کلام چھوڑ اور رسول پر ایمان لا۔ خطاب نے ان باتوں سے طیش میں آکر کہا اے عمرؓ تو بے ہودہ باتیں کرتا ہے آج تیری شامت آئی ہے اور تیری موت قریب ہے۔ جب عمرؓ نے شمشیر میان سے نکالی۔ ابوجہل فرار ہوا۔ خطاب بھی چاہتا تھا کہ بھاگے حضرت عمرؓ نے وہیں اُس کا کام تمام کیا۔ جب یہ خبر لوگوں میں پہنچی تو حضرت عمرؓ کے رعب سے مکہ کے گرد و نواح اور دور دراز ملکوں اور جا بجا کفار میں زلزلہ پڑ گیا۔

اور اذان جا بجا آشکارا ہوئی، اور جماعت ہونے لگی۔

حبش کی ہجرت

عرب کا ملک سمندر کا کنارہ ہے اور حجاز جس سمندر کے کنارے ہے اُس کا نام بحرِ احمر ہے۔ بحرِ احمر کے اُس کنارے افریقہ میں حبش (ایتھوپیا) کا ملک ہے جس کے شمال میں مصر اور صحرائے اعظم مغرب میں بحرِ احمر، مشرق میں وادیٔ نیل، جنوب میں اَپر گنی اور کانگو۔ حبش کا موجودہ دارالخلافہ ادیس ابابا ہے۔ پہاڑی ملک ہے۔ بدانتظامی کے سبب عمدہ پیداوار نہیں ہوتی۔ حالانکہ بارش بہت ہوتی ہے۔ باشندے جاہل اور وحشی ہیں۔ شائستہ نہیں۔ وہاں کا عیسائی بادشاہ بہت نیک تھا۔ مسلمانوں کی تکلیفیں جب بڑھ گئیں تو نبوت کے پانچویں سال ۶۱۶ء میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے گیارہ مرد اور چار عورتیں کشتی میں بیٹھ کر حبش کو روانہ ہو گئے۔ قریش اسے کیسے پسند کر سکتے تھے کہ مسلمان کہیں آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔ فوراً حبشہ چند آدمی جا پہنچے اور وہاں کے بادشاہ نجاشی سے ملے اور کہا کہ ہمارے چند نالائق غلام یہاں بھاگ آئے ہیں آپ اُنہیں واپس کر دیجئے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر حالات پوچھے۔ حضرت جعفر نے سارا قصہ سنایا۔ نجاشی کو اطمینان ہو گیا اور اُس نے مسلمانوں سے کہا کہ آپ لوگ آرام سے رہیں۔ اس کے بعد قریش کے لوگوں کو واپس کر دیا مسلمانوں نے جب نجاشی کی یہ مہربانی دیکھی تو بعد کو اور بھی بہت سے مسلمان

چھپ چھپ کر حبش (ایتھوپیا) روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ اُن کی تعداد وہاں کم و بیش ۸۳ ہو گئی۔

نظر بندی

اب مکہ میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے۔ اُن کے ساتھ اور زیادہ سختی ہونے لگی۔ لیکن ایک آدمی بھی دین سے نہ پھرا۔ اس لئے قریش کے سب خاندانوں نے مل کر نبوت کے ساتویں سال یہ معاہدہ کیا کہ کوئی شخص پیغمبر خدا کے خاندان سے کوئی تعلق نہ رکھے گا۔ چنانچہ دو برس سے زیادہ اُن کا بہت ہی سخت بائیکاٹ رہا۔ ابو طالب خاندان کے سب لوگوں کو لے کر ایک درہ میں جا چلے گئے جو شعیب ابی طالب کہلاتا ہے۔ یہیں دوسرے مسلمانوں نے بھی آ کر پناہ لی اور بہت تکلیف کے ساتھ یہاں رہنے لگے تین سال اسی طرح گذرے آخر خود ان ظالموں میں سے کچھ کو رحم آیا اور انہوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑ ڈالا۔

وفات ابو طالب اور خدیجہؓ

اب وہ درہ سے نکل کر اپنے گھروں میں آئے کچھ ہی دن گذرے تھے کہ آپؐ کے پیارے چچا ابو طالبؓ نے وفات پائی۔ ابھی اس غم کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ حضرت کی غمگسار بیوی حضرت خدیجہؓ نے بھی انتقال کیا۔ یہ زمانہ آپؐ پر بہت سخت گذرا۔ آپؐ کے یہی دو مونس اور غمگسار تھے۔ دونوں

---

(۱) ابولہب، ابو طالب کی جگہ حاکم مکہ ہوا۔ اور ابولہب کے مرنے پر ابوسفیان سردار قبیلہ اور رئیس مکہ ہوا

ایک ہی سال آگے پیچھے چل بسے اس لئے اُس سال کا نام عام الحزن رکھا
صحیح بخاری میں شارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابو طالب کو
کچھ آپؐ کے سبب نفع ہوا۔ وہ آپؐ کے بہت ہمدرد اور حمایت کرتے تھے
فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے ہوتا۔

طائف کا سفر

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضؓ کی وجہ سے فخر عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کو بڑا سہارا تھا۔ اب قریش کو کھیل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اور اُنہوں
نے پہلے سے بہت زیادہ ستانا اور تنگ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ مکہ سے
۴۰ میل کے فاصلہ پر طائف کا سرسبز اور شاداب شہر تھا۔ آپ نے مکہ کے
لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر یہ طے کیا کہ طائف جائیں اور وہاں کے رئیسوں کو
اسلام کا پیام سنائیں۔ آپؐ زید بن حارثہ رضؓ کو ساتھ لے کر طائف گئے کہ
شاید وہاں کے لوگ اللہ کا پیغام سنیں۔ لیکن طائف کے لوگ مکہ والوں
سے بھی بڑھ کر نکلے۔ پتھر پھینک پھینک کر اتنا مارا کہ آپ لہولہان ہو گئے۔
جب تھک کر بیٹھ جاتے تو یہ بدمعاش آکر زبردستی اٹھا دیتے اور پھر پتھر
برسانے شروع کر دیتے۔ آخر آپؐ نے ایک باغ میں پناہ لی اُس وقت خدا
کا ایک فرشتہ آپؐ کو نظر آیا۔ جس نے آپؐ کو خدا کا پیغام سنایا کہ یا رسول اللہ
اگر آپ کہیں تو طائف والوں پر اُن پہاڑوں کو دے مارا جائے کہ وہ کچل کر
رہ جائیں۔ آپؐ نے اپنی اُمت پر مہربان ہو کر عرض کی کہ "خدایا ایسا نہ کر شاید

کہ اُن کی نسل سے کوئی نیترا ماننے والا پیدا ہو۔ بڑی مشکلوں سے بچ کر کسی طرح آپؐ مکہ واپس آئے۔ یہاں مخالفت کا وہی رنگ تھا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی۔

چھٹا باب

معراج ۶۲۲ء

شق صدر شریف (چوتھی بار)

بارھویں سالِ نبوت ۲۷ رجب المرجب کی رات کو فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف رکھتے تھے کہ جبرئیلؑ امین ایک طشت زریں ایمان و حکمت سے بھرا ہوا لائے۔ اور سینۂ مقدس چاک کر کے دِل مبارک نکالا اور ایمان و حکمت سے پُر کر کے اُس کی جگہ پر رکھ دیا۔ رکھتے ہی زخم پُر ہو گیا اور کچھ درد و الم محسوس نہ ہوا۔ سینۂ مبارک کے چاک کرنے میں یہ بھید تھا کہ آپؐ کا حوصلہ بقید اُن ترقیات و کمالات کے جو اُس رات عنایت ہوئیں فراغ اور کامل ہو جائے۔ اور دِل مبارک میں ایمان و حکمت بھرنے میں یہ حکمت تھی کہ انوار و تجلیات و علوم معارف کی استعداد اور قابلیت اور عجائب و غرائب ملک و ملکوت کے دیکھنے سے حکیم مطلق کی کمال قدرت پر اطمینان کلی حاصل ہو۔ یہ واقعہ بیہقی، ابونعیم، ابو داؤد، حارث بن ابو حسام نے

اپنی اپنی کتابوں میں حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

معراج شریف

"پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک کہ اُس کے اطراف کو ہم نے بڑی ہی برکت دی ہے سیر کرائی۔ اپنی نشانیاں اُسے دکھائیں (یعنی دلائل حقیقت کا غیبی مشاہدہ کرادیں) یہ ہی ذات ہے جو سننے والی اور دیکھنے والی ہے۔"

احادیث صحیح میں آیا ہے کہ "میں خانہ کعبہ کے پاس حجر کے اندر کچھ کچھ سوتا تھا کہ جبرئیل میرے پاس بُراق لائے۔ اور بعض روایات میں کہ ام ہانی کے گھر میں تھے اس کی تطبیق علماء نے یُوں کی ہے کہ ام ہانی کا حرم میں واقع تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ فخر دو عالمؐ کو رُوحانی طور پر کئی بار معراج ہوئی۔ اُم ہانی کے گھر سے شاید رُوحانی معراج ہوئی ہو۔ نہ یہ جس کا یہاں ذکر ہے۔ اور اسی طرح وہ جو بعض اہل علم اس معراج کو کی طور پر کہتے ہیں۔ غالباً اُن کی مُراد بھی اور خواب کی معراج ہوگی یہ جو حالت بیداری میں رُوح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور مسجد اقصیٰ ایک رات کے کچھ حصہ میں جانا۔ تو اس آیت سے ثابت ہے اور پھر آسمانوں تک احادیث صحیحہ سے جو حالت مجموعی حد تواتر کو پہنچ گئے ہیں

اور اسی پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ سلف سے خلف تک مسجد اقصیٰ
سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کو اقصیٰ یعنی بعید اس لئے کہتے ہیں
کہ خانہ کعبہ سے یہ اس دور فاصلہ پر ہے کہ پھر اس سے پرے اور کوئی مسجد نہ تھی
غرض کوئی وجہ ہو مگر عرب خصوصاً اہل مکہ اس کو مسجد اقصیٰ کہتے تھے اس کے
گرد برکت دینے سے مراد یہ ہے کہ پھل پھول کی جگہ میں مسجد اقصیٰ ہے
ایسے سرسبز ملک اور محل میں یہ سرسبزی خدا کی عطا کردہ برکت ہے اور اس
کے گرد برکت انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ہے۔ وہ جگہ صدہا انبیاء و
اولیاء کا مسکن رہی ہے۔ وہاں ملائکہ رحمت کی فرود گاہ ہے اور یہ سیر
کس لئے تھی کہ خدائے تعالیٰ "فخر عالم" کو اپنی نشانِ قدرت اور عالم غیب
کی چیزیں دکھائے۔ منجملہ ان کے جنت و دوزخ کی چشم دید حالت اور
ملائکہ اور عالم قدس کے لوگوں کی کیفیت تاکہ نبی عالمین کے قلب پر
ان سب چیزوں کا پورا پورا انکشاف ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ
"یہی وہ ذات ہے جو سننے والی اور دیکھنے والی ہے"۔ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ
اس مقام پر عجیب لطف دے رہا ہے۔ بصیر اس عجیب سیر میں حضرت
کی نگہبانی کے لئے آیا ہے۔ مسافر کو کہتے ہیں اللہ نگہبان اور سمیع منکروں
کے بیہودہ سوالات پر تہدید کے لئے آیا۔ آسمان اور بہشت و دوزخ
کی سیر اور وہاں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی کیفیت اور نماز
پنجگانہ وہاں فرض ہونا۔ احادیث صحیحہ میں مفصلاً مذکور ہے۔

آیت مذکورہ بالا کی تفصیل و حدیث صحیحہ میں مرقوم ہے کہ حطیم کا در

مشترک حدِ تواتر تک پہنچ گیا ہے۔ اگرچہ ایک ایک روایت خبر احاد ہے اس واسطے اس کے منکر کے لئے کفر کا خوف ہے اب اُن شکوک و شبہات کو رفع کیا جاتا ہے جو کہ منکرین وملحدین نے ظاہر کئے ہیں۔ یعنی ملحد منش معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں۔ اور جسم سے بیت المقدس تک آنحضرتؐ کا جانا مانتے ہیں۔ اور آگے آسمان پر روح کا جانا ثابت کرتے ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ معاویہؓ معراج کی نسبت یوں فرماتے ہیں:۔۔۔

"یعنی خواب سچا تھا"

اور حضرت عائشہؓ سے بھی منقول ہے:۔

"معراج کی رات جسم مبارک آنحضرت کا گم نہ ہوا"

اور قرآن مجید میں بھی اللہ تبارک یوں فرماتا ہے:۔

"یعنی جو خواب اے نبی ہم نے تجھ کو دکھایا تھا اُس کو لوگوں کے حق میں فتنہ بنادیا۔"

اول تو یہ روایتیں کہ حضرت عائشہؓ اور معاویہؓ سے منقول ہیں۔ اُن کو احادیث صحاح کے مقابلہ میں کہ جن میں صاف جسم کے ساتھ آسمان پر جانا مذکور ہے صلاحیت نہیں رکھتی۔ پس شاذ و نادر قرار دی جائیں گی دوم اگر ان کو بہمہ وجوہ تسلیم بھی کیا جائے۔ تب بھی مخالفت کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے معراج جسمانی کے خواب میں کئی مرتبہ معراج ہوئی۔ پس اُن روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ حضرت صلعم کو خواب میں معراج ہوئی اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ

کبھی بیداری میں جسم کے ساتھ معراج ہوئی۔

معاویہؓ فتح مکہ کے ایک مدت بعد ایمان لائے اور حضرت کو کئی برس پہلے معراج ہوئی، سو اُن کی روایت اس معاملہ میں اُن صحابہ کے مقابلہ میں کہ جو اُس وقت موجود تھے۔ معتبر نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حضرت عائشہؓ بھی ایک مدت بعد حضرت کے نکاح میں آئیں۔ یہ بھی اُس وقت موجود نہیں تھیں۔ پس حضرت عائشہؓ کے قول سے مخالف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ جسم رُوح سے جُدا نہیں ہوا۔ مع جسم کے رُوح اوپر گئی۔

قرآن پاک کی آیت مدعا کے لئے دلیل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس معراج کی نسبت فتنہ فرمایا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ حضرتؐ کا خواب میں آسمانوں پر تشریف لے جانا فتنہ نہیں ہوسکتا۔ کسی کے خواب کی باتوں کو ایسا عجیب نہیں سمجھتے کہ اُن کی تکذیب کر کے کافر اور مرتد ہو جانے اور شور وغل مچانے۔ ہاں کوئی جسم کے ساتھ بیداری میں افلاک پر جانا بیان کرے تو اُس کو البتہ عوام بعید اور عجیب جانا کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت نے جسم کے ساتھ حالتِ بیداری میں افلاک پر جانا بیان فرمایا تھا۔ سو وہ ان لوگوں کے حق میں کہ جو ضعیف الایمان تھے فتنہ ہو گیا۔ پس رُویا کے معنی اس آیت میں خواب کے نہ لئے جائیں۔ بلکہ روایت بصری مُراد لی جائے کہ لفظ رویا کچھ خواب کے لئے مخصوص نہیں۔ روایت سے مشتق ہے جس کے معنی دیکھنا ہے اور ملحد لوگ دلیل سے آسمان پر جانا محال سمجھتے ہیں کہ آسمان میں نہ دروازے اور نہ آسمان ٹوٹ پھوٹ سکتے ہیں

کہ جو آپ چھوڑ کر اوپر تشریف لے گئے۔

"قادرِ مطلق نے ایک کُن کے ساتھ دونوں عالم کو ظاہر کر دیا۔ اور اُس کو ہر طرح کی قوت حاصل ہے تو پھر کیا مشکل ہے۔ جس صورت سے چاہا بلا لیا۔ اور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم معہ جسدِ اطہر کے تشریف لے گئے کیونکہ از خود رفتن نہیں ہے بلکہ ربودن ہے ایک یہ کہ انسان میں تزکیہ اور تصفیہ کرتے کرتے یہاں تک لطافت آجاتی ہے کہ جسم بمنزلہ اور لوگوں کی رُوح کے ہو جاتا ہے۔ پس آنحضرتؐ کہ تمام نفوس سے کامل تر ہیں۔ آپؐ کا جسم مبارک رُوح کا اثر رکھتا ہے اور لطیف چیزوں کا بے پھٹے ٹوٹے آسمانوں سے پار نکل جانا ایسا ہے جیسے نظر کا آئینہ سے پار ہو جانا

اب اس میں کیا اعتراض ہے کہ ہماری آنکھوں سے عالم تصور میں حجاب اُٹھ جاتا ہے وہ شئے جس کا ہم تصور جماتے ہیں رُوبرو آکھڑی ہوتی ہے۔ پھر آپ تو مؤید با لہام و نبوت تھے شاید اس کے معنی یہ سمجھ لئے گئے ہیں کہ جبریلؑ نے شام سے بیت المقدس کو سچ مچ اٹھا کر حضرت کے سامنے رکھ دیا تھا۔ یہ غلط فہمی ہے۔ جسم عنصری کا تھوڑی سی دیر میں مسجد اقصٰی پہنچنا۔ اور اُس سے بڑھ کر یہ کہ آسمانوں پر جانا اور آسمانوں سے گذر کر عرش تک جانا اور وہاں باوجود اس جسم عنصری کے روحانیات محضہ سے ملنا جنت دوزخ دیکھنا عقلاً ممنوع ہے۔ حکماء نے اس کے محال ہونے پر اور آسمان کے خرق والتیام محال ہونے پر دلائل قائم کئے ہیں۔ اور نیز کوئی اہل ادیان حقہ ایسی باتوں کا قائل نہیں۔ اس لئے آج کل کے فلسفی

مسلمان بلکہ کچھ اگلے زمانہ کے بھی جن کو معتزلہ کہتے تھے اس معراج کو خواب پر محمول کرتے ہیں۔ عائشہ رضؓ اور معاویہ رضؓ کے قول سے اُن اعتراضات سے بچنے کے لئے۔

جسم عنصری کا ایسی حرکت سریع کرنا خصوصاً جیب کہ اس کی عنصریت روحانیت سے بھی لطافت میں بڑھ جائے کچھ محال نہیں۔ آج کل ریل گاڑی، تار برقی، ٹیلیفون، ریڈیو، موٹرکار، ہوائی جہاز اور ایٹم بم وغیرہ وغیرہ کی حرکت کو ملاحظہ کرلیجئے اور اسی طرح آسمان کا خرق والتیام، جن خیالات فاسدہ سے سوال کیا تھا اُن کی پوری پوری حکماء اسلام نے علم کلام میں قلعی کھول دی۔ اور ثابت کردیا ہے کہ وہ حکماء یونانی اپنے عقلی ڈھکوسلوں سے زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتے تھے۔ جن کے مسائل طبعیات و ہیئت کی آج کل حکماء یورپ کیسی خاک اڑا رہے ہیں اور جو کوئی ملحد ایسی باتوں کا قائل نہ ہو تو کیا ہوا پھر اناجیل و بائبل کو مانتے ہیں۔ اُن پر ان باتوں کا تسلیم کرنا ضرور ہے۔ دیکھئے انجیل مرقس کے سولھویں باب انیسویں درس میں یہ ہے :-

"خداوند لوگوں سے کلام کرنے کے بعد آسمان کی طرف چڑھ گیا اور خداوند تعالےٰ کے داہنے ہاتھ جا بیٹھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے۔"

اسی طرح دوسری کتاب السلاطین کے دوسرے باب میں مذکور ہے :-

"ایلیا (یعنی حضرت الیاس علیہ السّلام) اور الیسع باتیں

کرتے جاتے تھے" ایک آگ کی گاڑی اور آگ کے گھوڑے
نمودار ہوئے اُس میں چڑھ کر ایلیا آسمان پر چلا گیا"۔

اسی طرح قیس ولیم اسمٹ اپنی کتاب طریق الاولیاء میں حضرت خنوخ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا بیان کرتا ہے۔ اور اہل اسلام قاطبۃً اس پر متفق ہیں۔ دس بیس ملحدوں کا کیا ذکر اور عائشہؓ اور معاویہؓ کی حدیث دُوسری معراج کے بارہ میں ہے جو حضرت کو اس سے پیشتر خواب میں ہوئی تھی جیسا کہ "معالم" میں ہے۔ یہ معراج روحانیت کا غلبہ تمام ہے جس سے رُوح کے تابع جسم ہو گیا اور جسم کو لے کر عالم بالا اپنے غیر طبعی کی طرف رُوح اڑ گئی اور اس حالت کے تمام ہونے کے بعد جسم اطہر اپنے اصلی مکان یعنی زمین پر آ گیا۔ یہ شرف خاص تمام انبیاء علیہم السلام میں آنحضرت صلعم کو حاصل ہوا۔

ارباب خبر نے وقوع واقعہ معراج میں عجیب عجیب نکات لکھے ہیں یہ اللہ پاک کو اپنے محبوب کی عظمت کا فرشتوں اور انسانوں اور جمیع مخلوق کو جتانا اور اپنی قرابت کا خلعت خاص عطا فرمانا اور تمام پر شرف امتیاز بخشنا منظور تھا۔ چنانچہ عالم بالا کی سیر کے بارہ میں آیت سُبحان الذی اسریٰ۔ اور قرابت الٰہی کی دلیل میں نکتہ قاب قوسین او ادنیٰ اور دیدار جمال ذوالجلال کے ثبوت میں کنایہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی اور الٰہی اسرار (الٰہی کی گواہی میں) وفترنا وسماء الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ اور ادراک انوار لامتناہی کی شہادت میں اشارہ ولقد رأیٰ من آیات ربہ الکبریٰ دلیل ناطق و برہان صادق ہے۔

ایک یہ کہ جب اللہ پاک نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تو دونوں میں بحث ہوئی۔ ہر ایک اپنی اپنی بڑائی اور فضیلت کی دلیل لایا۔ آسمان نے کہا کہ میں رفعت میں زیادہ ہوں۔ . . . . زمین نے کہا کہ میں بسط رکھتی ہوں۔ . . . . یہ سُن کر آسمان نے کہا کہ میں ہوں قلعہ فلک جائے محل عرش۔ رفیع مکان کرسی وسیع۔ یا جبرئیل و میکائیل مسکن۔ اسرافیل و عزرائیل، صومعہ پسر مریمؑ۔ مقام لوح و قلم مدرسہ ادریس، بیت المعمور تقدیس، پر تو خاک تمنا نہایت ہی شرمندہ ہوئی اور کئی ہزار سال یا یہ حال رہی لیکن جس وقت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو زمین ہزار ناز و افتخار سے بولی کہ اے فلک دیکھ اب اس سلطان دوجہاں نبی آخر الزماں کے قدم پاک مجھ پر آئے ہیں۔ بتا تو شرافت مجھ میں ہے یا تجھ میں۔ آسمان لاجواب ہوا اور جناب الٰہی میں دُعا کرنے لگا، کہ یا رب العالمین اُس خاتم المرسلین کو یہاں بھی جلوہ گر فرما اور میری بلندی کو جو تو نے بخشی ہے۔ خاک میں نہ ملا۔ اب میں شرافت سے خالی ہوں اگرچہ لاکھ طرح ظاہر ہیں۔ زمین سے عالی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی دُعا قبول فرمائی اور آنحضرت کو معراج میں طلب کر کے آسمان کو بھی شرف بخشا۔ واللہ الحمد۔

الغرض ایام اقامت مکے میں بارھویں سال نبوت کے معراج ہوئی اور ۲۷ رجب شب دوشنبہ آپؐ اُمہانی خواہر حضرت علی ابن ابی طالب ابوتراب کرم اللہ وجہہ یعسوب المسلمین حیدر کرار اسد اللہ غالب کے گھر

آرام فرما رہے تھے۔ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور آپؐ سے کہا اے حبیبِ مقبول اُٹھو آج کی شب آپؐ کی طلبی ہے۔ آپؐ کو زمزم کے کوئیں کے پاس لے جاکر آبِ زمزم سے وضو کرایا۔ مسجد الحرام[1] (کعبہ) میں دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد فراغت نماز جبرئیلؑ نے براق حاضر کیا۔

براق

براق برق سے ماخوذ ہے۔ اس لئے کہ اُس کا رنگ بہت چمکتا تھا۔ برق سے کہ بجلی کی طرح کوندتا۔ برقاء سے بعض علماء کا قول رنگ اس کا ابلق تھا اور برقا ایک لکڑی ہے جس میں سیاہی اور سپیدی ہوتی ہے۔

براق ایسا براق کہ اس کے دو بازو تھے جن کے زور سے آسمان و زمین کے درمیان اڑے گا۔ چہرہ اُس کا مانند آدمی کے پیشانی کشادہ سُرخ یاقوت کی۔ کان پتلے پتلے سبز زبرجد کے آنکھیں مانند تارے کے چمکتی ہوئیں۔ دُم مثل گائے سُرخ۔ سونے کی ہڈی۔ بدن برق سا۔ گویا طاؤس چھوٹا اُچھلنے پھاندنے والا۔ اور وہ براق برق رفتار جو

---

[1] اس کو مسجد الحرام اس لئے کہتے ہیں کہ عظمت اور بڑائی اس کی سب مسجدوں سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ جو شخص اس میں دو رکعت پڑھتا ہے۔ دو لاکھ رکعت کا ثواب پاتا ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اس میں اور اس کے آس پاس شکار کھیلنا اور قتال کرنا حرام ہے۔

سر کو جنبش دیتا مشک جھڑتا۔ اور پھر یری لینے سے بالوں میں نور لہراتا۔ بال بال پر موتی پروئے ہوئے۔ سم جہاں رکھتا زمین روشن ہو جاتی۔ پیٹھ اُس کی سونے کی اور شکم چاندی کا۔ ہاتھ پاؤں زمرد کے اور دم شاخ مرجان کی۔

معارج النبوۃ میں درج ہے کہ براق برق رفتار آتش کردار۔ زہرہ جبیں، زریں زین۔ سیاہ مُو مُبارک خو، جاہ وحشم۔ عطارد منظر ثریا پیکر، دراز مژگاں، گوہر دندان۔ تنگ دہن۔ سیمیں تن۔ سبک عنان، تیز جولان، خورشید طلعت۔ قمر ہیئت۔ آسمان گردون، یاقوتنا گردن۔ مصفا بدن۔ زمرد گوش۔ سرپا ہوش، تندرو۔ گرم درخجستہ پے معطر، مرصعا شکم۔ منور قد، مرجان دم۔ لُولُو سم، حق تعالےٰ نے اُس کو نور سبز سے بنایا اور جو حُسن و خوبیاں اور حیوانات کو جدا جدا عنایت کیں اُس کو تنہا دیں اور اس کے راکب کو سب خوبیاں اور پیغمبروں کی عطا ہوئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ براق البیا تھا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا اور مُنہ اُس کا مانند آدمی کے تھا۔ پشت مثل گھوڑے کے۔ شتر جیسے پاؤں۔ سینہ شیر کا سا دونوں پر پرندوں کی طرح زین اور لگام یاقوت اور مروارید سے مرصع جڑاؤ تھی اور البیا تیز رفتار تھا کہ جہاں نگاہ پہنچتی تھی ایک قدم اُس کا ہوتا تھا۔

سواری شاہِ زمن

جب آپؐ نے سواری کا ارادہ کیا براق شوخی کرنے لگا۔ جبرئیل نے

سے اے براق تجھے کیا ہو گیا خبردار ہو تجھ پر کوئی شخص ان سے بڑھ کر سوار نہ ہوا ہوگا۔ یہ سن کر براق شوخی سے باز رہا۔ آپؐ اس پر سوار ہوئے۔ میکائیلؑ نے لگام پکڑی اور جبرئیلؑ رکاب تھامنے پر مقرر ہوئے مکۂ معظمہ۔ آب زمزم اور مقام ابراہیم کے پاس جاکر ایک لحظہ میں طور سینا پہنچے۔ جبرئیلؑ نے کہا اس جگہ دو رکعت نماز پڑھئے۔ کیونکہ یہاں پر حق تعالےٰ نے موسیٰؑ سے باتیں کی تھیں۔ آپؐ نے دوگانہ نماز پڑھی اور وہاں سے بیت اللحم (جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السّلام) پہنچے۔ یہاں بھی دو رکعت نماز ادا کرکے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تشریف لے گئے۔ ایک فوج فرشتوں کی استقبال کو آئی۔ اور مسجد میں جماعت انبیاء سے ملاقات ہوئی۔ سب نے آپؐ کو امام کیا اور تحیتہ المسجد ادا کی۔ بعد نماز آپؐ صخرۂ بیت المقدس کے پاس پہنچے وہاں ایک زینہ صاف اور روشن صخرے سے آسمان تک ظاہر ہوا۔ براق پر سوار ہوکر اُس زینے پر گذرے (جس کو کہکشاں کہتے ہیں) اور عجائب و غرائب دیکھتے ہوئے اوّل آسمان پر پہنچے۔

سیرِ اوّل آسمان

جب آپؐ آسمان اوّل میں داخل ہوتے۔ اسمٰعیلؑ وہاں کے سب فرشتوں کا سردار معہ ملائکہ اور آدمؑ باغِ رضوان سے آپؐ کے استقبال کو آئے بہشت و دوزخ اور وہاں کے ملائکہ کو ملاحظہ فرمایا۔

سیرِ دوسرے آسمان کی

جب دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ مہتر مائیل وہاں کے سب فرشتوں کا سردار، یحییٰؑ اور عیسیٰ روح اللہ نے آکر تعظیم دی۔ اور مہتر قاسمؑ سے ملاقات کی۔

تیسرا آسمان

تیسرے آسمان پر مہتر مائیل سب فرشتوں کے سردار ملے اور یوسف علیہ السلام نے بھی آپؐ سے ملاقات کی۔

چوتھا آسمان

چوتھے آسمان پر مہتر معطائیل نے آپؐ سے معانقہ کیا اور ادریسؑ سے ملاقات ہوئی۔ جب وہاں سے آگے بڑھے۔ عزرائیلؑ نے تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھایا۔ عزرائیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے بہت کام خلق اللہ کے میرے سپرد کئے ہیں ایک لحظہ کی فرصت نہیں کہ بات کروں۔ آج اللہ کا حکم ہوا کہ آپؐ سے بات کر رہا ہوں اور حالات روحوں کے قبض اور موت کے معلوم کر کے آپؐ وہاں سے روانہ ہوئے۔

پانچواں آسمان

بعد ازیں آپ پانچویں آسمان میں داخل ہوئے اور بعد گفتگو ئے معمولی

ل اس فرشتہ کے ہاتھ میں تمام مخلوقات کی روزی ہے۔

مہتر اسمٰعیل و ہارون علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی۔ ان سے سلام و جواب و مرحبا بدستور جاری ہوا۔

چھٹا آسمان

جب آپ چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں مہتر ہائیل سب فرشتوں کے سردار سے معانقہ کیا اور آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کی اُمت پر جو فرض کیا جائے وہ آپ سمجھ کر قبول کریں۔ اس لئے کہ آپؐ کی امت کی عمر تھوڑی ہے، اور بہت ضعیف و ناتواں ہے۔ پھر آپؐ نے دوزخ کے داروغہ (مالک) سے ملاقات فرمائی۔ اُس سے دوزخ کی ماہیت دریافت کی۔ اُس نے دوزخ کی کیفیت ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یا رسُول اللہ ہر سال دو مرتبہ دوزخ سانس چھوڑتی ہے جس سے چھ ماہ سردی اور چھ ماہ گرمی دُنیا میں ہوتی ہے۔

ساتواں آسمان

آپؐ ساتویں آسمان پر پہنچے وہاں بہت فرشتے عبادت میں مشغول دیکھے۔ اُن کے علاوہ ایک فرشتہ نیک صُورت خوش خلق عظیم الشان کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ جس کے ہر چار طرف نور چمکتا ہے اور چپ و راست

اُس کے بہت فرشتے نیک صورت جمع ہیں اُس فرشتہ کا نام رضوان اور دارونہ بہشت ہے۔ پھر حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے وہاں ایک چشمہ بھی دیکھا جسے سلسبیل کہتے ہیں اس سے دو نہریں جاری ہیں۔ ایک کوثر دُوسری نہر الرحمتہ۔

سدرۃ المنتہیٰ

پھر سدرۃ المنتہیٰ کے متصل پہنچے وہاں کے عجائب و غرائب ملاحظہ فرمائیے۔ سدرۃ المنتہیٰ، یہ ایک درخت ہے۔ جس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور شاخیں ساتویں آسمان پر ہیں۔ پتے اس کے ہاتھی کے کان کی مانند ہیں۔ ہر پتہ پر ایک فرشتہ بیٹھا خدا کی تسبیح کرتا ہے اور اس کے پھل ہجر کے مٹکوں کے برابر ہیں۔ اس کو سدرۃ المنتہیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر فرشتے علوم اولیا کے اسی تک پہنچتے ہیں۔ آگے نہیں جا سکتے۔ اور یہ جبرئیلؑ کے رہنے کی جگہ ہے۔ جب آپؐ وہاں سے چلے جبرئیلؑ جو ساتھ تھے پیچھے ہو گئے آپؐ نے عذر کیا اُنہوں نے کہا کہ آپؐ کا رتبہ خدا کے نزدیک مجھ سے بہت زیادہ ہے آپؐ آگے چلئے پھر حجاب وزلیت کے پاس پہنچے۔

حجاب وزلیت

جبرئیلؑ نے یہاں پردہ کو ہلایا۔ اس کے فرشتے نے کہا کون ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا۔ میں ہوں جبرئیلؑ اور ساتھ میرے فخر عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ فرشتے نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، غیب سے ندا ہوئی صدق عبدی انا اکبر انا اکبر پھر فرشتے نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ ارشاد ہوا میرے بندہ نے سچ کہا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں فرشتہ نے کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللہ ارشاد ہوا صدق عَبْدِی اَنَا رسلت محمّد فرشتے نے کہا حَیّ عَلَی الصَّلٰوۃ حی الفلاح ندا ہوئی صَدَقَ عبدی ودعنا الی عبادتی اور پروردگار نے ہر کلمہ پر موذن کی تصدیق کی (اسی رات نماز فرض ہونے والی تھی اس لئے اذان کی اعلام نماز ہے۔ آپؐ کو فرضیت کے پہلے سنائی گئی۔ تاکہ آپؐ یاد کرلیں) اس کے بعد اُس فرشتے نے پردے سے ہاتھ نکال کر آپؐ کو اٹھایا۔ جبرئیل نے توقف کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم اسی جگہ مجھ سے جُدا ہوتے ہو۔ جبرئیل نے کہا کہ ہم سب کی جگہ مقرر ہے۔ اگر آگے بڑھوں جل جاؤں اور رخصت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسی جگہ کوئی دوست، دوست کو چھوڑتا ہے کہا کہ یہاں تک میں آپ کے سبب پہنچا ورنہ میرا مقام سدرۃ المنتہیٰ تک تھا آپؐ نے فرمایا تمہیں خدا کی کچھ حاجت ہے۔ عرض کیا کہ یہ بازو صراط پر بچھاؤں تاکہ آپؐ کی اُمت کو سلامت اُتاروں الغرض آپ جبرئیلؑ امین سے رخصت ہو کر مقام مستوی میں پہنچے۔

مقام مستوی

مستوی موضع بلند کو کہتے ہیں اور یہ مقام سب مقامات سے بلند ہے

اُس وقت براق برق رفتار چلنے سے عاری ہوا اور رفرف عرش تک سواری ہوا۔

رفرف

رفرف بچھونے کو کہتے ہیں اور وہ مسند سبز زریں نورانی مثل تخت رواں کے تھا۔ آپؐ اُس پر سوار ہوئے اور ستر ہزار پردے طے کئے۔ ایک پردہ سے دُوسرے پردہ تک پانسو برس کی راہ ہے جس پردہ کے قریب آواز آتی کون ہے۔ فرشتہ کہتا میں فلاں پردہ کا حاجب ہوں اور میرے ساتھ رسولِ مکرم ہیں۔ پھر اُس پردہ کا فرشتہ اللہ اکبر کہہ کر آپؐ کے ساتھ ہو لیتا۔ آخر وہ راہ طے کر کے مقام اسرائیل میں پہنچے اور عرش نے جلدی وہاں سے اٹھا لیا۔

عرش بریں

عرش کے تین سو بارہ منبر ہیں۔ آپؐ نے بائیں طرف ایک منبر عظیم الشان جڑاؤ قسم بہ قسم جواہرات کا دیکھا۔ داہنی طرف کے سب منبر اور پیغمبروں کے واسطے ہیں اور بائیں طرف کا منبر حضور کا ہے۔ عرش کے داہنی طرف بہشت ہے اور بائیں طرف دوزخ۔ آپؐ نے عرش پر چاہا کہ نعلین مبارک اتاریں۔ عرش ہلنے لگا۔ حکم ہوا کہ "حبیب میرے نالین نہ اتارو۔ پہنے چلے آؤ، تاکہ عرش کو قرار ہو۔" آپؐ نے عرض کیا کہ "خداوندا موسیٰؑ کو حکم ہوا تھا کہ پہلے چالیس روزے رکھو اور نعلین اُتار کر "طورِ سینا" پر آؤ۔ اور عرش کوہ طور سے کہیں زیادہ معظم اور پُر نور ہے۔ پھر نعلین کیوں نہ اتاروں۔ خطاب ہوا کہ

"اے میرے محبوب موسیٰ کو اس واسطے نعلین اُتارنے کا حکم دیا تھا کہ خاک وادیٔ مقدس کی اُس کے پاؤں میں لگے تاکہ اُس کو بزرگی حاصل ہو۔ دوسرے یہ کہ جب میں نے عرش کو بنایا تو اُسے قرار نہ تھا ہمیشہ جنبش کرتا تھا۔ میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ ایک رات ہم اپنے محبوب کو بلائیں گے اور اُس کی نعلین کا گوشوارہ تجھ کو عطا کریں گے۔ اس وعدہ پر عرش کو قرار ہوا۔ اور اُسی وقت سے عرش بریں نعلین کا مشتاق ہے"۔ جب آپ تمام حجاب طے کر چکے اکیلے رہ گئے۔ اس وقت خوف غالب ہوا۔ ابوبکرؓ کی آواز کان میں آئی۔ حیران تھے خدایا ابوبکر یہاں کیونکر آگئے۔ ناگاہ حضرت عزت سے خطاب ہوا "اے میرے حبیب صلوٰۃ میری رحمت ہے آواز ابوبکرؓ کی اس واسطے تھی کہ وہ تیرا یار غار اور مونس و وفادار ہے۔ پس ایسے مقام پر مونس کی آواز سن کر وحشت تیری رفع ہو گی اس واسطے میں نے ایک فرشتہ بصورت ابوبکرؓ پیدا کیا۔ آواز اُس کی مثل ابوبکرؓ کے ہے۔ اُس نے آواز دی اس وقت تیری وحشت جاتی رہی"۔

قاب قوسین

قاب قوسین او ادنیٰ۔ وصل محب و محبوب ہے۔ تیر و کمان کے ذکر سے آیا کرتا ہے۔ عرب کی عادت تھی جب دو شخص معاہدہ کرتے دو کمانیں جوڑ کر بالاتفاق ایک تیر اُن سے چھوڑتے۔ اُس وقت ٹھہر جاتا۔ جو ایک کا دشمن ہے وہ دوسرے کا دشمن ہے۔ جو

ایک کا دوست وہ دُوسرے کا دوست۔ پس قوسین اُس کی طرف اشارہ ہوا۔ جو معاہدہ آپس میں ہوا۔ اُسی طرح پروردگار عالم اور آنحضرتؐ میں بھی ٹھہرا کہ جو حضورؐ کا دوست ہے وہ خدا کا دوست ہے اور جو آنحضرت کا دشمن وہ خدا کا دشمن، چونکہ یہ مقابلہ اس امر کا مقتضی ہے کہ کبھی ایک دوست کا دوسرے سے مخفی نہ رہے۔ پروردگار تقدس و تعالےٰ نے اس وقت اپنے حبیب کو علم ملک و ملکوت اور اسرارِ جبروت و لاہوت سے مطلع فرمایا۔

اس کے بعد آپؐ ستر ہزار پردہ نور سے گذر کر مقام دنیٰ فتدلّٰی تک پہنچے اور خلوت کدہ قاب قوسین اوادنیٰ میں باریاب ہوئے، حکم ہوا محبوب میرے آؤ۔ تمہیں اپنی سلطنت کا دولھا دکھلائیں۔ وہاں ایک مکان عالیشان دیکھا جس کی شہ نشین پر پردہ پڑا تھا۔ جب قاب اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ خود "حضور پُر نور" کا شبیہہ جلوہ افروز ہے۔ سبحان اللہ۔

روایت ہے کہ جب آپؐ ستر ہزار پردہ نور سے گذر کر قاب قوسین میں پہنچے تو وہاں نور احدیت کا ظہور ہوا۔ آپؐ نے اُسی وقت سر مبارک سجدہ میں رکھا۔ المدعا بہ سبب اس فروتنی اور عاجزی اور شکر گزاری کے حضرت رسالتؐ نے اُس مقام عالی سے بھی تجاوز فرمایا۔ یہاں تک کہ آپؐ میں اور جناب احدیت میں فاصلہ دو کمان کا یا اُس سے کم رہ گیا، جب آپؐ آگے بڑھے ہیبت سے وحشت طاری ہوئی۔ اس وقت پروردگار نے دستِ قدرت

اپنا آپؐ کے شانوں کے بیچ میں رکھا۔ اس کے رکھنے سے علم اولین و آخرین حاصل ہوا۔ کہتے ہیں جب رسالت مآب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام جلال وہیبت میں پہنچے خوف آپؐ کے دل پر غالب ہوا۔ ناگاہ ایک قطرہ عرش سے ٹپکا آپؐ نے نوش کیا۔ کوئی چیز اس سے زیادہ شیریں نہ چکھی تھی۔ بمجرد نوش فرمانے کے اگلوں اور پچھلوں کا علم حاصل ہوا۔

راز و نیاز اور امر و نہی

جب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم شرف قرب اُتم اور دیدار سے مشرف ہوئے۔ آپؐ نے بالہام ربانی کہا :۔

التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات ۔	سب عبادتیں زبانی اور بدنی اور مالی اللہ کے لئے ہیں ۔

اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا :۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ	سلام تم پر اے پیغمبر اور رحمت خدا کی اور برکتیں اس کی ۔

پھر آپؐ نے فرمایا :۔

السلام علینا وعلیٰ عباد اللّٰہ الصالحین ۔	سلام ہم پر اور خدا کے نیک بندوں پر

فرشتوں نے کہا :۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ	ہم گواہی دیتے ہیں کہ کوئی لائق عبادت کے

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔	نہیں سوائے اللہ کے اور گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔

پھر حق تعالیٰ نے فرمایا "اے میرے حبیب جو کچھ میں نے اور تونے اور فرشتوں نے اس وقت کہا اُس کو ہر نماز کے قعدے میں پڑھنا۔ بعد اس کے رحمت اللعالمین نے اپنی اُمت کے واسطے درگاہ غفور رحیم میں دعا کی۔ جناب کبریا نے اُسے قبول فرمایا اور بہشت کی سیر کے واسطے حکم ہوا۔ آپ نے ازواج انواع کے مکانات اقسام اقسام کی نعمت۔ رنگ برنگ کے نعمائے بہشت ملاحظہ فرما کر شکر خدا بجالائے۔ اس کے بعد دوزخ کے دیکھنے کو متوجہ ہوئے۔ حضرت شفیع الامم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کو دیکھ کر بارگاہ رب العزت میں گریہ وزاری کرنے لگے۔ ناگہاں خطاب آیا کہ "اے حبیب رب العالمین وائے شفیع المذنبین آپؐ ہرگز ملول خاطر نہ ہوں قیامت کے دن آپؐ کی شفاعت سے اتنے لوگ بخشوں گا کہ آپ خوش ہوجائیں گے" پھر حق تعالیٰ نے یاد دلایا کہ اے حبیب جبرئیلؑ کا سوال تو بھول گیا۔ آپؐ نے عرض کیا یا الٰہی تو دانا و بینا ہے اور سوال تو اُس کا خوب جانتا ہے۔ حکم ہوا "میں نے منظور کیا"۔

اللہ اللہ یہ رات عجیب رات ہے۔ اس رات کی کیا بات ہے۔ اللہ پاک کی رحمتوں کا بیحد نزول ہے کسی کو نقد مدعا وصول ہے دونوں جہاں میں شانِ کریم کا نور ہے طبقات زمین و آسمان میں نور ہی نور ہے آج نیرنگی کا دولھا بیرنگی کی دلھن سے ہم آغوش ہے خلوت خانہ توحید

میں فرحت وانبساط کا جوش ہے۔ جس محبوب پر وادیٔ ایمن میں ہزاروں پردے تھے آج بے نقاب ہے۔ وہ معشوق جس کی ادنی جھلک نے حضرت موسیٰ کو بیہوش کیا تھا۔ اس رات بے حجاب ہے۔ طالب سے مطلوب، مطلوب سے طالب، مسرت کی عید ملتے ہی غنچہائے وصل اس طرح چٹک چٹک کر کھلتے ہیں۔

الغرض بعد حصول اس دوست کے درگاہِ رب العزت سے پچاس وقت کی نماز اور چھ ماہ کے روزے ہر سال آپؐ کی اُمت پر فرض کئے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت کو یاد کرکے عبادت کی تخفیف میں بہت سعی کی۔ آپؐ نے سرِ مبارک سجدے میں رکھ کر الحاح وزاری کی اور عرض کیا کہ یاالٰہی امت میری ضعیف و ناتوان ہے اور عمر تھوڑی اس قدر بارگراں نہ اٹھا سکے گی۔ حکم ہوا کہ پانچ وقت کی نماز اور ایک ماہ کے روزے منظور ہیں۔

نوے ہزار کلمات راز و نیاز اور اَمر و نہی کے ارشاد ہوئے اور تمام مقصد اور مطلب آپؐ کے خاطر خواہ راست ہوئے پھر باری تعالےٰ کی بارگاہ سے رخصت چاہی۔

مراجعت

بعد قرب تمام جناب خالق کریم و حصول شرفِ کلام و دیدار، اور دیگر نعمائے عظیمہ آپؐ نے مراجعت فرمائی۔ خزائنِ برکات و مراحم تحیات

سے مالامال ہو کر بی بی اُمّ ہانی کے گھر دولت خانہ نبوت کاشانہ میں تشریف لائے اور جبرئیلؑ، خواجہ کائنات کو مکان پر پہنچا کر واپس ہوئے۔ بستر مبارک کو گرم اور زنجیر حجرے کی ہنوز ہلتی ہوئی پائی جس جگہ وضو کیا وہاں پانی بہتے دیکھا اور صبح بعد نماز فجر حکایات معراج کی بیان کیں۔

روضۃ الاحباب میں زمانہ آمد و رفت تین ساعت لکھا ہے پس اس عالم میں اثر توقف اور طول سیر کا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ حضرت شیخ مجدّد الف ثانی و دیگر صوفیہ کرام نے لکھا ہے کہ معراج میں آپؐ کا تشریف لیجانا از قبل عالم آخرت ہے کہ اُس عالم میں بڑی گنجائش ہے ایک لمحے میں صدہا سال کے کام ہو سکتے ہیں۔

تصدیق معراج

صبح آپؐ نے اس حال کو بیان فرمایا۔ کفار نے جھٹلایا اور ٹھٹھا کرنے لگے۔ بعضوں نے ان میں سے جھپٹ کر ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ تم اب محمدؐ کو سچا کہو گے۔ وہ کہتے ہیں کہ رات کو میں بیت المقدس اور سب آسمانوں کی سیر کر آیا۔ ابوبکر صدیقؓ نے کہا اگر وہ یہ بات کہتے ہیں تو بیشک سچے ہیں اور آپؐ کے حضور میں حاضر ہو کر احوال معراج سن کر بخوبی تصدیق کی۔ اسی سبب سے اُن کا لقب صدیق ہوا۔

قریش نے کہا کہ آسمان کا حال تو ہمیں معلوم نہیں مگر بیت المقدس کو ہم نے دیکھا ہے اور خوب جانتے ہیں کہ تم وہاں کبھی نہیں گئے ہو۔

بھلا نقشہ بیت المقدس اور شرح اُس کے مکانات کی تو بیان کرو۔ آپؐ رات کو تشریف لے گئے تھے اور کچھ ضرورت آپؐ کو نقشے کے دریافت کرنے کی نہ تھی۔ بایں جہت آپؐ کو نقشے کے بیان میں تامل ہوا۔ تو جبرئیلؑ نے بیت کو آپؐ کے سامنے لاکر حاضر کر دیا۔ آپؐ نے دیکھ کر بخوبی نقشہ بیان کر دیا۔ کافر لاجواب ہوئے۔

بیت المقدس جو خاص ہیکل سلیمانی سے عبارت ہے۔ بخت نصر کے حادثہ میں گرایا گیا اور پھر جو اُس کی تعمیر ہوئی تو اُس کو انطاکیہ کے بادشاہ انٹیوکس نے حضرت مسیح علیہ السّلام سے پیشتر ہی گرایا گیا۔ پھر اس کے بعد جو تعمیر شروع ہوئی اور وہ تعمیر حضرت مسیح علیہ السّلام کے عہد تک تیار نہیں ہوئی تھی۔ جس کی سرپرستی ہیرودلس حاکم شام کرتا تھا جو قیاصرہ روم کا ماتحت تھا اس کو حضرت مسیح علیہ السّلام کی پیشین گوئی کے موافق حضرت مسیح علیہ السلام کے صعود سے تخمیناً ۴۰ برس بعد رُوم کے قیصر طیطوس نے بیخ و بنیاد سے گرا دیا۔ اور اُس پر ہل چلوا دیئے۔ پھر جو کسی نے اس کی تعمیر کا قصد کیا تو نہ کر سکا۔ اس کی بنیادوں میں مدتوں کے بعد تک آگ کے شعلے نکلتے تھے جو قہر الہیٰ تھا۔ یہود کی مسیح کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے آخر وہ تعمیر حضرت عمرؓ کے عہد تک خراب پڑی رہی۔ وہاں خس و خاشاک اور بول و براز پڑا رہتا تھا۔ پھر اس کو حضرت عمرؓ نے تعمیر کیا۔ یہ بات عیسائیوں اور محمدیوں کی تاریخ میں بالاتفاق مانی گئی ہے پس آپؐ نے نماز وہاں کیونکر پڑھی اور اُس کے نشانات لوگوں کے سوال کے موافق کیونکر بیان فرمائے

اس عہد کے بیشتر صدہا سال سے ہی اُس کو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اُس کے نشانات کیونکر پوچھ سکتے تھے؟ ہاں شاہ قسطنطین کا گرجا اس عہد میں موجود تھا۔ پس اس میں آپؐ نے نماز پڑھی ہوگی۔ اور اسی کو شاید آپ مسجد اقصیٰ کہتے ہیں۔ اسی ہی کے عرب نے نشان پوچھے ہوں گے جن کو وہ شام میں جاتے وقت دیکھا کرتے تھے۔ وہی نشانات آپؐ نے بتلاتے ہونگے اب اہل اسلام کو مذہب عیسوی اور شاہ قسطنطین کے عہد کا مذہب صحیح تسلیم کرنا پڑا۔ اور اسی کو مسجد اقصیٰ کہنا چاہیئے اور اُس کی تعظیم بجا لانی چاہیئے۔ حالانکہ ایسا نہیں کرتے بلکہ عمرؓ نے قدیم جگہ مسجد بنائی۔ جس کو آجکل مسلمان مسجد اقصیٰ یا بیت المقدس کہتے ہیں۔ غرض جو کچھ ہوا اُس کی حضرت کے روبرو مکہ میں حاضر ہونے کے کیا معنیٰ؟ معلوم ہوا کہ اسلام ایسی ہی غلط باتوں اور توہمات پر مبنی ہے جن کو کوئی تسلیم نہیں کرتا۔

یہ تمام تقریر ملحد عیسائیوں کی ملمع کاری ہے۔ عوام اہل اسلام کو فریب دینے کے لئے کہ مسجد اقصیٰ بیشک وہی ہیکل سلیمانی ہے جو اُس عہد میں منہدم پڑی تھی۔ پھر کوئی مسجد مقدس منہدم ہو جائے تو کیا اُس کی تعظیم و عظمت و برکت اُن عمارات کے گر جانے سے جاتی رہتی ہے؟ ہرگز نہیں اگر ایسا ہو تو وہی ہیکل جس کو بخت نصر کے بعد عزیر علیہ السلام کے ملئے انبیاء نے تعمیر کیا۔ چاہیئے کہ وہ مقدس ہیکل نہ رہے کیونکہ وہ عمارت اور تھی یہ اور ہے اسی طرح اور اور عمارات بدلتی گئیں۔ پس معلوم ہوا کہ عمارات کو اس میں کچھ دخل نہیں ہوں، یا نہ ہوں پرانی ہو جائیں یا بدل جائیں۔ وہ جگہ وہی کہلاتی ہے

اُس کی دہی تعظیم باقی رہتی ہے۔ پس آپؐ نے اس قدیم جگہ پر نماز پڑھی۔ اور اُسی کو آپؐ مسجد اقصیٰ کہتے تھے۔ کیا منہدم جگہ پر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ رہا لوگوں کا عمارات سے سوال تو وہ خاص مسجد اقصیٰ سے نہ تھا۔ جیسا کہ معترض سمجھ گیا بلکہ آپؐ کے امتحان کے لئے اس جگہ کی اُن عمارات سے سوال تھا جو اُن کے زمانے میں موجود تھیں۔ خواہ وہ قسطنطین کا گرجا ہو یا کوئی اور اور مجازاً عرف عام میں سب کو بیت المقدس کہتے تھے" اور اب بھی کہتے ہیں۔ بلکہ بیت المقدس کا اطلاق تمام شہر یروشلم پر ہوتا تھا۔ اور اب تک ہوتا ہے۔ ہاں مسجد اقصیٰ خاص اسی جگہ کا نام ہے۔ پس قرآن حکیم میں صرف مسجد اقصیٰ تک جانا مذکور ہے۔ خواہ وہ منہدم ہو یا نہ ہو اور احادیث میں وہاں نماز پڑھنا مذکور ہے سو وہ بھی ممکن خواہ منہدم ہو خواہ عمارت ہو اور ان لوگوں کا سوال بھی بیت المقدس کی بعض نشانیوں سے تھا نہ کہ مسجد اقصیٰ کی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔

"میں مقام حجر میں تھا اور قریش معراج کے بارہ میں سوالات کرتے تھے اور بیت المقدس کی بعض چیزیں پوچھتے تھے کہ جو مجھے خوب یاد نہ رہی تھیں۔ تب میں ایسا گھبرایا کہ ایسا کبھی نہیں گھبرایا تھا۔ پس اللہ تعالےٰ نے میری آنکھوں سے حجاب دُور کر دیا اور میری نظر میں بیت المقدس تھا جو پوچھتے تھے میں جواب دیتا تھا۔

اس کے علاوہ قریش کے چند قافلے ملک شام میں تجارت کیلئے گئے ہوئے تھے

قریش مکہ نے آپؐ سے سوال کیا کہ اگر آپؐ راتوں رات بیت المقدس گئے تو ہمارے فلاں فلاں قافلے آپؐ کو راستے میں ضرور دکھائی دیئے ہوں گے ۔ اگر آپؐ سچے ہیں تو اُن کی پوری کیفیت بیان فرمائیے کہ اُس رات وہ کہاں تھے اور اہلِ قافلہ اُس وقت کیا کر رہے تھے ۔ اور اُن میں کیا واقعہ ہوا تھا ۔ چنانچہ آپؐ نے ان کی سب مفصل کیفیت بیان کی اور فرمایا کہ وہ واپس ہو گئے ۔ بدھ کے روز مکہ میں داخل ہوں گے ۔ اُس دِن قافلے قریب شام تک نہیں آئے ۔ اللہ تعالےٰ نے دن کو اتنا بڑھا دیا کہ قافلے مکے میں داخل ہو گئے ۔ اور جب وہ قافلے آئے لوگوں نے اُن سے سوال کیا کہ فلاں شب تم کہاں تھے ۔ اور کیا معاملہ تم میں گذرا تھا ۔ انہوں نے وہی بیان کیا جس کی فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی ۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے ۔ بالجملہ خدائے تعالیٰ نے ہر طرح اس عطیہ عظمیٰ کی صُورتِ تصدیق نمایاں کی ۔

ماہتاب اگرچہ سیاروں میں چھوٹا ہے مگر حرم اُس کا زمین سے بہت بڑا ہے ۔ بسبب گردش فلک اور اپنی حرکت سے مغرب تا مشرق ہزاروں برس کی راہ ایک لحظے میں طے کر لیتا ہے جب یہ سیر سُرعت ماہتاب کے عند العقل محال نہیں تو آفتاب نبوت کا جس کے نور سے سب کچھ پیدا ہوا ہے اگر تھوڑی سی رات میں عرش کے اُوپر جائے اور آئے تو کیا عجب ہے ۔ شیطان کہ بدترین خلق اللہ سے ہے وہ ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک جاتا ہے تو جو شخص کہ بہترین مخلوقات ہو

اگر تھوڑی رات میں آسمان پر جائے اور آئے تو کیا محال اور تعجب ہے۔ فرشتہ جبرئیلؑ وغیرہ ہزاروں بار آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ اگر ایک بار فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ سب فرشتوں سے بہتر اور افضل ہیں۔ زمین سے آسمان پر تشریف لے جائیں تو کیا بعید ہے۔ نور البصر انسان کا بمجرد آنکھ کھولنے کے ساتویں آسمان کے ستاروں تک اور وہ جسم شریف کہ کروڑوں درجہ نور بصر سے پاکیزہ ہو۔ اگر وہ ایک رات میں قدرتِ الٰہی سے آسمان پر پہنچے تو کیا حیرت کی بات ہے (اسی طرح ہزاروں دلیلیں ثبوت معراج فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجود ہیں۔ مگر اس جگہ طوالت کلام باعث نہیں لکھیں بس اہلِ ایمان کے نزدیک اس قدر ہی کافی ہے

ساتواں باب

ہجرت

۶۲۲ء

نبوت کے گیارھویں سال قبیلہ خزرج کے چھ آدمی حج کرنے کے لئے مدینہ سے آئے آپؐ نے اُن کو اسلام کی خوبیاں سمجھائیں اور انہوں نے سچے دل سے اسلام قبول کر لیا۔ جب یہ لوگ واپس گئے تو ہر کسی سے اس کا تذکرہ کیا اور گھر گھر آپ کا ذکر کیا۔

بیعت عقبیٰ اولیٰ

نبوت کے بارھویں سال مدینہ کے بارہ معزز آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور درخواست کی کہ حضور مدینہ تشریف لے آئیں۔ تو ہم لوگ جان و مال سے حضور کی خدمت کریں گے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک پہاڑی کی گھاٹی پر بیٹھ کر اُن سے اس بات کا عہد لیا اگر آنحضرت مدینہ تشریف لائیں تو ہم دل و جان سے ساتھ دیں گے اِسے بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔ آپؐ نے مصعب ابن عمیر کو جو عبد مناف کے پوتے اور پُرانے مسلمانوں میں تھے۔ اُن لوگوں کے ساتھ بھیج دیا تاکہ وہاں دین پھیلائیں

بیعت عقبیٰ ثانی

نبوت کے تیرھویں سال مدینہ سے ۷۰ آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور کہا کہ حضور مدینہ تشریف لے چلیں۔ آپؐ نے ۷۵ مشہور آدمیوں سے پھر اسی گھاٹی پر بیعت لی جسے عقبہ ثانی کہتے ہیں۔ اس وقت آپؐ کے چچا عباس بھی تھے۔ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر آپؐ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے ان لوگوں سے کہا کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں بڑی عزت رکھتے ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ ان کا ساتھ دیتے رہے۔ اگر تم مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دیدو۔ براؔ اور ابہیتم (سرداران یثرب) نے کہا یا رسول اللہ ہم سے

اور یہودیوں سے تعلقات ہیں۔ بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے ایسا نہ ہو کہ جب اسلام کو قوت اور طاقت حاصل ہو جائے تو آپؐ ہم کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپؐ نے مسکرا کر فرمایا "تمہارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں"۔ دونوں طرف سے قول و قرار ہو کر بنیاد اس کام کی مستحکم کی۔ اور بارہ آدمی ان ستر آدمیوں میں نقیب انصار کے مقرر ہوئے جب اس قول و قرار اور بیعت کی خبر قریش کو پہنچی وہ نہایت ہی بے قرار ہو گئے۔ اہل مدینہ کی تلاش کرنے لگے لیکن انصار اپنے وطن کو روانہ ہو چکے تھے۔ جب صحابیوں کو جائے امن مکہ سے نزدیک میسر نہ ہوئی اور ایذا قریش کی حد سے زیادہ گذری تو آپؐ نے غریب مسلمانوں پر کفار کی سختیاں دیکھ کر مدینہ جانے کی عام اجازت دیدی۔ حکم ہوتے ہی انہوں نے جانا شروع کر دیا جن میں عمار یاسر، سعد بن ابی وقاص اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔

روانگی بجانب مدینہ

آخر میں خود فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ کو چھوڑ کر ہجرت کرنی چاہی قریش کے لوگوں کو بھی اس کی خبر مل چکی تھی۔ انہوں نے آپؐ کے قتل کا ارادہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خبر دیدی تھی اور آپؐ ہجرت کی پوری تیاری کر چکے تھے۔ آپؐ نے نہایت ہی اطمینان سے حضرت علیؓ کو اپنی چارپائی پر لٹایا اور دونوں اپنے گھروں سے ربیع الاول ۱۳ھ نبوی شب دوشنبہ ۸ ماہ بعد معراج نکل کر مکہ کے پاس ہی ثور نام ایک پہاڑ کے غار میں جا کر چھپ گئے

صبح کو کافروں نے آپ کی کھوج شروع کی اور ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے اُس غار کے منہ تک آ گئے۔ مگر آپ کے غار میں داخل ہونے کے بعد غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا جب کھوج لگانے والوں نے کہا کہ آنحضرت اسمیں ہیں۔ تو کفار نے بڑا مذاق اڑایا۔ اور کہا اگر اسمیں کوئی شخص گھستا تو جالا کیسے سلامت رہ سکتا تھا غرض کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بال بال بچایا۔

۲۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ تین دن تک اس غار میں رہے حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبد اللہ رات کو آکر مکہ والوں کے حالات اور مشوروں کی خبر دیا کرتے تھے۔ پچھلی رات گئے حضرت ابو بکرؓ کا غلام چپکے سے یہاں بکریاں لے آتا آپ اور حضرت ابو بکرؓ ان کا دودھ پی لیتے۔ چوتھے دن آپ اور حضرت ابو بکرؓ غار سے نکلے ایک رات دن برابر یوں ہی چلتے رہے۔ قریش نے اشتہار دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اُس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن جعشم انعام کی لالچ میں نکلا راہ میں آپ کو دیکھ لیا۔ اور چاہا کہ گھوڑا دوڑا کر نزدیک پہنچ جائے لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔ دوبارہ گھوڑا دوڑایا۔ گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے تب وہ سمجھا کہ یہ ماجرا کچھ اور ہے۔ حضور سے اس نے عرض کی: اے خدا کے رسول! امن بخشا جائے " حضورؐ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔

مدینہ

۱۔ از روئے احادیث کل مقدس و متبرک مقاموں میں چار مقام افضل اعلےٰ

ملائے گئے ہیں۔ ایک مکہ معظمہ، دوسرے مدینہ منورہ، تیسرے عرش معلےٰ۔ چوتھے
بیت المقدس اور اِن چاروں میں مدینہ افضل مانا گیا ہے۔ اور یہ فضیلت اور
عظمت مدینہ کی زمین کے اُس ٹکڑے کی وجہ سے ہے کہ جس سے جسم مبارک
جناب فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ملا ہوا ہے۔ یہ ٹکڑا سب سے افضل واعلیٰ نور
اطہر ہے اور یہ تمام خوبیاں اور مساوی برکتیں حضورِ پرنور جناب رسولِ اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم ہی کے پاک قدم کی بدولت ہیں۔

۲۔ مدینہ عربی میں شہر کو کہتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یثرب
تشریف لانے کے بعد یثرب کا نام "مدینۃ النبی"۔ نبی کا مدینہ یعنی شہر مشہور ہوا
اور اُس وقت سے اِس کا نام مدینہ ہو گیا۔

۳۔ مدینہ کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ہو چکی تھی۔
اور سب پر انتظار کا عالم تھا۔ چنانچہ بروز دوشنبہ ۱۶ ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوی کو
مدینہ میں داخل ہوئے اور چودہ روز تک "قبا" کے محلے میں کلثوم بن ہدم کے مہمان
رہے۔ حضرت علی مرتضیٰ بھی پہنچ چکے تھے۔

پہلی مسجد

مدینہ سے تین میل باہر کچھ اُونچائی پر پہلے سے ایک چھوٹی سی آبادی تھی۔
جسکو عالیہ اور قبا کہتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کے کئی معزز گھرانے رہتے ہیں۔ قیام کے
زمانہ میں حضور نے خود اپنے ہاتھ سے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی تھی۔ جسکا نام قبا کی مسجد
ہے۔ اس نواح میں مسلمانوں کی سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔

پہلا جمعہ

چودہ دن کے بعد آپ نے شہر مدینہ کا رخ کیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ یہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں پہلی نماز جمعہ تھی۔ نماز سے پہلے خطبہ پڑھا یہ خطبہ ایسا تھا کہ جس نے سنا اثر میں ڈوب گیا۔

نشانِ اسلام

اگرچہ کلثومؓ بن ہدم کی التجا تھی کہ آپ ابھی کچھ دن رہیں مگر اہل مدینہ کے اشتیاق اور محبت نے ان کی اِس خواہش کو پورا نہ ہونے دیا۔ جس وقت آپ روانہ ہوئے تو بریدہ نے عرض کیا یارسول اللہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بوقت داخل ہونے مدینہ آپ کے ساتھ نشان ضرور ہو تو ابوبریدہ نے جوش عقیدت میں سر سے اپنا سبز عمامہ اُتار کر نیزے پر باندھ لیا۔ علم بردار بن کر آپ کے ہمرکاب روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے علم کا رنگ اِسی وجہ سے سبز ہے۔

مدینہ میں داخلہ

نماز کے بعد فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔ آپ کے ننھیالی رشتہ دار بنو نجار ہتھیار لگا کر آپ کو لینے آئے۔ قبا سے شہر مدینہ تک ہر قبیلہ کے معزز لوگ دو رویہ کھڑے تھے۔ آپ جس قبیلہ کے آگے سے گذرتے وہ عرض کرتا کہ اے خدا کے

یہ گھر یہ مال یہ جان حاضر ہے آپ شکریہ ادا کرتے اور دعائے خیر دیتے۔ شہر قریب آیا تو مسلمانوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ عورتیں چھتوں پر نکل آئیں اور گانے لگیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا	چودھویں کا چاند ہمارے سامنے نکل آیا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ	وداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	ہم پر خدا کا شکر واجب ہے
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ	جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

بنو نجار کی لڑکیاں جنکو حضورؐ کے ننہالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل تھا، خوشی میں دف بجا بجا کر یہ شعر گاتی تھیں۔۔۔۔

ہم نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں

اب ہے محمد ہمارے پاس بسیں گے

۲۰ ربیع الاول ۱۳ نبوی بروز جمعہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ ارادتمند مدینے والوں کو محبت کا جوش اور ارادت کے اظہار کا ولولہ اس درجے تک تھا کہ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ آپ میرے ہی گھر میں اُتریں۔ مگر آپ نے کسی کی دلشکنی کو گوارا نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ جہاں میری اُونٹنی جاکر خود بخود بیٹھ جائے گی میں وہیں اتر پڑونگا۔ اِس خبر کے سننے سے سب منتظر تھے کہ دیکھیں اُونٹنی کہاں بیٹھتی ہے۔ اور بڑی سعادت کس کے حصّہ میں آتی ہے۔ آخر کار اُس جگہ پر جہاں اَب مسجد نبوی ہے۔ اُونٹنی بیٹھ گئی۔ اُوسوقت آپ کی پیشانیٔ مبارک پر پسینا آگیا۔ اور چہرہ مبارک بدل گیا۔ یہ نزول وحی کے وقت کی ایک حالت تھی۔ جو آپ پر طاری ہوئی۔ اِس کے بعد اُونٹنی اُٹھی۔ کچھ قدم آگے چل کر پھر مڑکر وہیں آگئی

جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ یہ دوبارہ بیٹھنا آخری فیصلہ تھا۔ ہرچند لوگوں نے کوشش کی کہ اونٹنی اُٹھے مگر وہ نہ اُٹھی چونکہ اِس مقام کے پاس جہاں اب مسجدِ نبوی ہے۔ ابو ایوبؓ انصاری کا گھر تھا۔ جو نجار کے خاندان سے تھے۔ اس لئے اب اُنہیں کے یہاں مہمان اُترے اور ہر طرح کے آرام و آسائش کا سامان بہم پہنچایا۔ حضرت سات مہینے انہی کے گھر رہے۔ جب مدینہ میں آپ کو ہر طرح امن و امان سے ساتھ رہنے کا یقین ہو گیا۔ تو آپ نے کچھ دن کے بعد اہل و عیال کو بھی بلوا لیا۔ اُن کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے گھر والے بھی آگئے۔

مسجدِ نبوی

مدینہ میں خدا کے فضل سے آپ کو اپنے خالق کی عبادت اور لوگوں میں سچے دین کی اشاعت کرنے کی پوری پوری آزادی تھی۔ کسی معاملہ میں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ مگر اِن باتوں کو پورا کرنے کیلئے کافی امکان نہ تھا۔ اس لئے جس طرح آپ نے مقام قبا میں سب سے پہلے مسجد بنوائی اِسی طرح مدینہ میں بھی آرام اور اطمینان حاصل ہونے پر سب سے پہلے مسجد بنانے کا حکم دیا۔ اور وُہی مقام جہاں آپ کی اُونٹنی آکر بیٹھی تھی۔ اِسی مطلب کیلئے پسند کر کے مہاجرین اور انصار کے ساتھ مل کر مسجد بنائی۔ جس موقع پر اینٹیں بنائی گئی تھیں۔ وہ اب تک مدینہ مطہرہ میں موجود ہے۔ مسجد کی عمارت نہایت سادی تھی مسجد کے قریب ہی اپنے لئے چند کوٹھڑیاں بنوائیں۔ جن میں آپ اور آپ کے گھر کے لوگ (اہلبیت) رہنے لگے۔

صفہ والے

صفہ عربی میں چبوترہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے صحن میں ایک چبوترہ بنایا گیا تھا۔ یہ خاص ان لوگوں کیلئے ایک جگہ چھوڑ دی تھی۔ جن کے دل آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کے ایسے مشتاق تھے کہ وہ دنیا کے سب کام اور تعلق چھوڑ بیٹھے تھے۔ یہ بزرگ رات دن خدا کی عبادت اور ایسی ریاضتوں میں مشغول رہتے جو خدا کے حبیب نے ان کے واسطے تجویز کر دی تھی۔ ایسی صورت میں اُن کو ستر عورت، اور قوت لا یموت کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہ تھی اُن کے لباس کا تو ضرورت کے موقع پر آپ انتظام فرما دیا کرتے تھے۔ روزانہ خوراک کا یہ انتظام کر رکھا تھا کہ رات کے وقت آپ ان کو اپنے سامنے بلاتے بعض کو اپنے گھر سے کھانا عطا فرماتے تھے۔ باقی کو ایک ایک دو دو کر کے صحابہ میں تقسیم کر دیتے تھے جو ان کو کھانا کھلا دیا کرتے تھے ان ہی بزرگوں کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔

نماز کی تکمیل

مکہ میں چونکہ امن و امان نہ تھا۔ نہ کھلے بند دن نماز پڑھنے کی اجازت تھی اس لئے فرض نماز دو ہی رکعتیں تھیں۔ مدینہ آ کر جب مسلمانوں نے اطمینان کی سانس لی اور مذہب کی آزادی ملی تو ظہر، عصر، عشا کی چار چار رکعتیں پوری کی گئیں۔ مغرب کی تین رہیں اور صبح میں دو کیونکہ صبح کے وقت لمبی قرارت یعنی رکعتوں کے بدلے زیادہ پڑھنے کا حکم تھا۔

اذان کی ابتدا

مدینہ میں مسلمانوں کی کثرت اور آزادانہ معاشرت کی وجہ سے نماز کے وقتوں میں بہت ہجوم ہونے لگا۔ مگر چونکہ اسوقت تک کوئی ایسا طریق مقرر نہیں ہوا تھا۔ جس سے سب کو نماز کی جماعت کے وقت سے اطلاع ہو جائے اور سب ایک ہی وقت پر حاضر ہو کر شریک جماعت ہوں اسواسطے مسلمانوں کو بڑی دقت پیش آئی۔ جس کے دُور کرنے کی تجویزیں ہونے لگیں۔ کسی نے نماز کے وقت سنکھ بجا کر اطلاع دینے کی صلاح دی کسی نے بلند جگہ پر آگ جلانے کی تجویز پیش کی مگر باخدا مسلمانوں کو اِن میں سے کوئی بھی بات پسند نہ آئی۔ آخرکار خداوند تعالٰے نے اپنے فضل و کرم سے فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو خواب میں یہ کلمات سکھا دئے جو اب اذان میں پڑھے جاتے ہیں۔ اور سب سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں موذن مقرر ہوئے۔

۲۔ اذان سے اوقات نماز کی اطلاع ہی نہیں ہوتی بلکہ اس میں ایسے الفاظ پڑھے جاتے ہیں جن سے خداوند پاک کی عظمت و شوکت بزرگی و کبریائی وحدت یکتائی اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی بڑے زور کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔

ایک روز صبح سویرے آنحضرت کو جگانے کیلئے بلالؓ نے اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَّوم (نماز نیند سے بہتر ہے) کہا آپ کو یہ فقرہ بہت پسند آیا

اور فرمایا کہ آئندہ سے صبح کی آذان میں اسے بھی شامل کر لیا کرو

تحویل قبلہ

بیت المقدس ملک فلسطین میں ایک متبرک مقام ہے۔ اگلے انبیاء علیہم السلام کی طرح آپ بھی اُسی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ ۱۶ ماہ بعد بروز پیر ۱۵ رجب المرجب ۲ھ ہجری کو یہ آیت اُتری:۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

ہم آپؐ کا بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھانا دیکھ رہے ہیں۔ ہم ضرور آپ کا رخ ایسے قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ راضی ہو جائیں گے سو لیجئے رخ مسجد الحرام (کعبہ) کی طرف پھیر لیجئے۔ (بقرہ)

جب یہ آیت نازل ہوئی آپ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ چنانچہ اُسی حالت میں آپ، اور آپ کے ساتھیوں نے اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیر لیا۔ اور نماز سے فارغ ہو کر آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو ہدایت بھی سنا دی۔ اور اسی دن سے بیت المقدس کی جگہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ٹھہرایا گیا۔ مسجد نبوی اور مسجد قبا دونوں میں بیت المقدس کی طرف قبلہ بنا ہوا تھا۔ اُس حکم کے بعد ان میں بھی قبلے کی سمت بدل دی گئی۔ اس وقت بھی آپ نے صحابہ کے ساتھ ملکر کام کیا۔ اسی سال رمضان شریف کے روزے بھی فرض ہوئے۔

روزہ

نماز کے بعد اس سال روزہ کی دوسری عبادت فرض ہوئی۔ اس کے لئے رمضان کا مہینہ چنا گیا۔ یہ وہی پاک مہینہ ہے جس کی ایک رات میں خدا کا پیغام اُس خاص بندہؐ پر حرا کے غار میں اُترا تھا۔ اِس یادگار میں یہ مہینہ عزت اور حرمت کا مہینہ مقرر ہوا۔ اور اس میں اِسی طرح دن گزارنے کا حکم ہوا جس طرح اُس برگزیدہ نبی نے ان دنوں حرا میں دن گذارے تھے۔ یعنی دن کو کھانے پینے سے پرہیز اور رات کو خدا کی عبادت

عید

ہر شریعت نے اپنے لئے تہوار کا کوئی دن اپنی خوشی اور مسرت کیلئے مقرر کیا۔ اسلام نے اس کے لئے رمضان کے روزوں کے بعد شوال کی پہلی کو عید کا دن مقرر کیا اسمیں عید کی دو رکعت نماز پڑھنے کو بتایا۔ تاکہ خدا کے سامنے سب کھڑے ہوکر قرآن کی نعمت اور اسلام کی دولت ملنے پر خدا کا شکر ادا کریں۔ اور اس لئے تاکہ اس خوشی کے دن کوئی بھائی بھوکا نہ رہے یہ انتظام کیا گیا۔ ہر مقدرت والے پر فطر کا صدقہ واجب کیا گیا۔ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ساتھ لیکر ایک میدان میں عید کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد خطبہ دیا۔ جس میں فطر کے صدقہ کی خوبیاں بیان فرمائیں۔ یہ عید کی نماز مسلمانوں کی معاشرتی مساوات اور مذہبی خوشی کا سالانہ منظہر ہے۔

مواخاۃ مہاجر و انصار

با ہمت مہاجرین رضی اللہ عنہم نے اپنے وطن اور شہر کو ایسے طریق سے نہیں چھوڑا تھا کہ اپنا مال و اسباب ساتھ لا سکتے یا بعد میں وہاں سے منگا سکتے۔ بلکہ وہ تو اہل مکہ کے ظلموں سے مجبور ہو کر بے سرو سامان نکل آئے تھے۔ اس واسطے ان میں سے اکثر وں کے پاس نہ رہنے کو مکان تھا اور نہ ظاہری جمیعت کا کوئی سامان۔ لیکن انصاری رضی اللہ عنہم، صاحب وطن، صاحب جائداد، اور ہر طرح سے فارغ البال اور آسودہ و خوشحال تھے۔ ایسی حالت میں آپ نے ارشاد الٰہی کے مطابق ان دو مقبول جماعتوں میں عقد مواخات (بھائی چارہ) کا رابطہ قائم کر دیا۔ اور مدینہ میں مستقل بود باش اختیار کر لی جس کی وجہ سے انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین ایک دوسرے کے ولی قرار پائے گئے۔ اُن بزرگوں نے جس عمدگی اور خوبی کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو پورا کیا ہے۔ وہ اُنہیں قول کے سچے دل کے کھرے، عالی ہمتوں کا حصہ تھا۔ اُن میں سے ایک جوانمرد نے تو مروت و احسان کا ایسا نمونہ دکھایا کہ جس کی مثال تمام مذاہب میں سے کسی میں بھی نہیں۔ یعنی اُس نے اپنی ساری املاک کا نصفا نصف کر کے آدھا اپنے پاس رکھ لیا اور آدھا اپنے مہاجر بھائی کو دیدیا۔ دین کے واسطے جس قدر تکلیفیں مہاجرین نے اُٹھائی ہیں اُن میں سے کس کس کا بیان کیا جائے۔ یہ تو انہیں کے جگر تھے کہ ماریں کھائیں قتل کیے گئے۔ جائدادوں سے محروم رہے بھائی بندوں سے بچھڑے اور آخر کار وطن سے بے وطن ہوئے مگر جس پاک دین کو قبول کیا تھا اس سے منہ نہ موڑا اور جس سچے نبی کی اطاعت کا جوا اُٹھایا اُس سے ذرا بھی بچین نہوئے اور اپنے مالوں اور جانوں

کو خوشی سے دین پر قربان کر دیا۔

مدنی زندگی کے ابتدائی مصائب

یورپین مورخین تو لکھتے اور کہتے ہیں کہ جبتک فخر عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے اس وقت تک ان میں پیغمبرانہ شان پوری تجلیوں کے ساتھ جلوہ گر رہی۔ جب مدینہ آئے تو سلطنت کے ٹھاٹھ جم گئے اور وہی مصروفیات پیدا ہو گئیں۔ جو ایک بادشاہ کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً حرب وضرب کی تیاریاں۔ جنگ وجدال کا آغاز۔ عدالتوں کا قیام۔ مدارس کا اجرا۔ احکام کا صدور وغیرہ۔ لیکن یہ اُن کی نافہمی ہے۔ جب وہ آپ کی حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو اُن کے سامنے حضرت موسیٰ اور حضرت سلیمان کی تصویر نہیں ہوتی بلکہ حضرت عیسیٰ کی زندگی ہوتی ہے۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ حضور نبی کریم صرف بنی اسرائیل کیلئے نہیں بلکہ کل دنیا کی ہدایت کے لئے پیدا ہوئے اور ہر حیثیت اور ہر درجہ کے افراد کے لئے ایک مکمل نقشہ حیات پیش کیا اور ہر شعبہ حیات میں ان کی رہبری کی

۲۔ آپ کے سامنے صرف اعتقادیات ہی کی اصلاح کا کام نہ تھا بلکہ اپ کو دُنیوی رونق وشادابی کے لئے دنیا میں زندگی بسر کرنے اور شائستہ اور شریفانہ اوضاع اختیار کرنے کی راہیں بھی واضح کرنی تھیں پر آپ نے اپنی طرف سے کوئی اقدام نہیں کیا تھا۔ بلکہ ابتدا قریش ہی کی طرف سے ہوئی تھی۔ مسلمان تیرہ برس تک مظلومانہ اور بیکسانہ زندگی بسر کر چکے تھے۔ اور اپنی جانیں لیکر اور وطن چھوڑ کر یہاں پہنچے تھے اور اطمینان کا سانس لیا تھا مگر جب یہاں بھی اُنہیں چین سے نہ لینے دیا تو وہ بھی آخر انسان تھے گوشت وپوست کے بنے ہوئے تھے۔ اپنے سینوں میں دھڑکتے ہوئے حساس دل

رہتے تھے ان کی قوت بھی بڑھ چکی تھی۔ جب اُن پر یہاں بھی یورش کی تیاریاں ہونے لگیں تو انہوں نے بھی شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ رکھا یہ تو نہ ہو سکتا تھا اور تخیلی حیثیت سے کچھ کہہ لیا جائے مگر عملی اعتبار سے یہ غیر ممکن اور خلاف فطرت تھا کہ وہ یہاں بھی پٹتے رہتے اور مظلومی ہی کی زندگی بسر کرتے اور کرتے بھی تو یہ ہوتا کہ تباہ ہو کر رہ جاتے۔

مدینہ میں ضرور مکہ جیسی مظلومی کی زندگی نہ رہی تھی وہ پریشانیاں اور اذیت نصیبیاں بھی یہاں نہ رہی تھیں۔ گونہ اطمینان بھی نصیب ہو گیا تھا۔ لیکن یہاں اور قسم اور دوسری نوع کے افکار نے گھیر لیا تھا۔ پہلے تو یہودیوں نے بھی معاہدہ کر لیا تھا اور مدینہ میں بھی آپ کی سرداری مسلم ہو گئی تھی۔ مگر جب قریش نے اُنہیں بھڑکایا اور لکھا کہ تم نے ہمارے آدمیوں اور دشمنوں کو پناہ دی ہے، یا تو انہیں نکال دو ورنہ ہم اُن کے ساتھ آپ پر بھی حملہ کریں گے اور آپ کی عورتوں کو تصرف میں لائیں گے تو اُن کی پیشانیوں پر بھی بل پڑ گئے۔

ساتھ ہی خود مسلمانوں ہی کے اندر ایک منافقین کی جماعت بھی پیدا ہو گئی جو ہر وقت مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے اور انہیں نقصان پہنچانے کے درپے رہتی تھی۔ یہودیوں کے اقتدار کو بھی چونکہ نقصان پہنچا تھا اور اُن کا پہلا سا اقتدار باقی نہ رہا تھا۔ اس لیے وہ بھی سازش میں شریک ہو گئے۔ مکہ معظمہ میں تو ایک ہی دشمن تھا۔ یہاں تین تین دشمن مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ وہاں دشمن مقابلہ کرتا تھا مگر سامنے آکر اور پکار کر کرتا تھا۔ یہاں دشمنوں کی یہ حالت تھی کہ وہ بظاہر دوست تھے۔ مگر اندرون طور پر اسلام اور اسلامیوں کے خوفناک دشمن تھے۔ اور ہر وقت درپے آزار

رہتے تھے۔ انتہا یہ ہے کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام ہو گیا تھا اور ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ خدا جانے دشمن کس وقت آ پڑے۔ صحابہ کرام راتوں جاگتے رہتے اور پہرہ دیتے اور جو سوتے بھی تھے۔ وہ بھی مسلح ہو کر سوتے گویا یہاں کی زندگی بھی انتہائی خطرہ کی زندگی تھی۔

آٹھواں باب

غزوات وجہاد

کفر واسلام کا اوّلین معرکہ

قریش کے پنجہ تعذیب وظلم سے نکل کر مدینہ پہنچ جانا اور وہاں گونہ سکون وطمانیت کے ساتھ اُن کا وہاں رہنا سوہان روح بنا ہوا تھا۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ یہ لوگ اقتدار حاصل کر کے اگر انتقام بھی نہ لیں گے تو ان کے طلسم کدہ اصنام کو تو ضرور برباد کر کے رکھ دینے کی سعی کریں گے جو اُن کے اقتدار وتقدس کا واحد ذریعہ ہے اس لئے وہ ان کی طرف سے غافل نہ رہ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے زور وشور کے ساتھ مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور منافقین ویہود کو اپنی سازش میں شریک کر لیا۔ اِن تینوں کو اقتدار اسلام کی صورت میں اپنا اپنا اقتدار بھی خطرے میں نظر آتا تھا۔ قریش نے صرف ذاتی تیاریوں ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ تمام قبائل عرب میں جو اُن کے زیر اثر تھے اسلام کے خلاف سخت دشدید پروپیگنڈا کر کے

انہیں دشمن بنا دیا تھا۔ اور جنگ پر آمادہ کر لیا۔ یہ لوگ ان سفارتوں کو بھی روکتے تھے جو عازم مدینہ ہوتی تھیں۔ مسلمان ان تیاریوں کا حال سنتے تھے اور بیتاب ہوئے جاتے تھے۔ مگر ابھی تک وحی الٰہی نے انہیں اجازت نہ دی تھی۔ آخر ۱۲ صفر المظفر ۲ھ ۶۲۳ء کو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اجازت مل گئی۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُنِ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ

اُن لوگوں کو لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جن پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اللہ اُن کی نصرت پر قادر ہے یہ لوگ ہیں جنکو بغیر حق کے گھروں سے صرف اس بات پر نکال دیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے یعنی مسلمانوں کو جن پر اہل مکہ نے ظلم و ستم کیا اور اُنہیں اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ لڑنے کو اجازت دی جاتی ہے۔

اب بھی حضور نبی کریم نے یہ نہیں کیا کہ اجازت ملتے ہی مسلمانوں کو لیکر چل کھڑے ہوں بلکہ آپ نے انسدادی تدابیر عمل میں لانی شروع کیں اور وہ صورت سوچی کہ قریش مصالحت پر مجبور ہو جائیں اور جنگ کی نوبت ہی نہ آئے۔

ایک طرف تو آپ نے قرب و جوار کے قبائل سے معاہدہ امن کر لیا اور دوسری طرف ان کی تجارت شام کا راستہ بند کر دینے کی سعی کی اور تین مرتبہ پچاس پچاس مسلمانوں کے دستے قریش کے تجارتی قافلہ کو چھیڑنے اور روکنے کیلئے بھیجے گئے۔ مغربی مورخین اس اعتراف کے باوجود کہ ان دستوں نے ایک دفعہ بھی قافلہ کو نہ لوٹا

پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ لکھتے چلے آرہے ہیں کہ یہ مہمیں قتل و غارتگری کیلئے بھیجی گئی تھیں۔

قرب و جوار کے قبائل کو معاہدہ پر مجبور کرنے کے لئے بھی مختلف مہمات بھیجی گئیں جو اپنے مقصد میں کامیاب ہوئیں۔ اور معاہدے ہو گئے۔ جن کے کوئی ایک ماہ بعد ہی کرز بن جابر رئیس مکہ اچانک مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ ہمت نہ پڑی تاہم آپ کے مویشی لوٹ کر واپس مڑ گیا۔ تعاقب پر ہاتھ نہ آیا جب آپ نے دیکھا کہ جنگ کی تیاریاں زور شور کے ساتھ جاری ہیں اور قریش حملہ کئے بغیر باز آنے والے نہیں تو اس خیال سے کہ اگر وہ مدینہ پر چڑھ آئے تو صورت حالات نازک ہو جائے گی۔ یہودی اور منافقین بھی خود اُن کے ساتھ ہو جائیں گے۔ آپ ۳۱۳ فرزندان توحید کی جمعیت لیکر خود ہی نکل کھڑے ہوئے اور مدینہ سے اَسی میل (تین منزل) کے فاصلہ پر موضع بدر کے قریب خیمہ زن ہوئے۔

مکہ مدینہ کے درمیان وادیٔ صفرا کے نزدیک بدر ایک چشمہ کا نام ہے اور وہ مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس چشمہ پر ۲ھ میں اسلام کا یہ پہلا لشکر تھا۔ اور اُس کی یہ پہلی لڑائی تھی۔ چونکہ یہ لڑائی اس کے کنارے ہوئی تھی اس لئے اسے بدر کہتے ہیں۔

حکیم بن حزام کے کہنے پر عتبہ بن ربیع جنگ کو روکنے کی سعی پر بھی آمادہ ہو گیا تھا۔ مگر جب ابو جہل نے اُسے طعنہ دیا تو وہ بھی جوش و خروش کے ساتھ تیار ہو گیا۔ ابھی تک انہیں یہ علم نہیں تھا کہ مسلمان بڑھ آئے ہیں۔ آخر قریش بھی گیارہ سو شجاعان جانباز کی ایک آراستہ اور کیل کانٹے سے لیس فوج لیکر سامنے میدان

میں ڈٹ گئے اور جنگ زور شور کے ساتھ شروع ہو کر قریش کی شکست پر منتج ہوئی

غزوہ بدر

۱۷ رمضان سنہ ۲ھ م ، ربیع سنہ ۶۲۳ء

اس جنگِ عظیم کا وقوع بروز جمعہ ۱۷ رمضان سنہ ۲ھ کو ہوا۔ اور یہ لڑائی اس اعتبار سے بہت اہم بہت مقدس اور بہت مشہور لڑائی ہے۔ کہ یہ کفر و اسلام کا پہلا معرکہ تھا۔ ایک طرف تین سو تیرہ بے سر و سامان مظلوم، کمزور اور فاقہ کش انسان تھے اور دوسری طرف گیارہ سو جوانان قریش کی وہ فوج تھی جسمیں مشرکین مکہ کے وہ منتخب و شجاع لوگ موجود تھے جن کی شہرت و عظمت کا سکہ تمام عرب پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور جو فنون جنگ سے پوری طرح واقف تھے۔ ان کے علاوہ قریش کے تمام نامور سردار بھی شریک تھے۔

رسد اور اسلحہ اور ساز و سامان کی کثرت تھی قریش کے تمام نامور اور برگزیدہ سردار کھیت رہے۔ ان کی تمام طاقت ٹوٹ گئی وہ تمام لوگ اور سربرآوردہ اشخاص بھی واصل جہنم ہو گئے جن میں سے ہر ایک ترقی اسلام کی راہ میں سدّ آہن بنا ہوا تھا اور اس کے بعد اُن میں کوئی قدیم اور قابل ذکر اور معتمد علیہ رئیس باقی نہ رہا۔ عتبہ، شیبہ، زمعہ بن الاسود امیہ بن خلف، عاص بن ہشام، عقبہ بن معیط نضر بن الحارث، ابوجہل، ابو البختری جیسے نامور ان قریش جو بڑے طنطنہ و طمطراق کے ساتھ تباہی اسلام کا داعیہ لیکر حملہ آور ہوئے تھے سب کے سب فی النار ہوئے۔ یہی وہ بدبختان ازلی تھے۔ جو پیشوائے اسلام و اسلام کی دشمنی میں سب سے زیادہ

سرگرم تھے۔ سرداروں میں صرف ایک ابوسفیانؓ سفر شام میں ہونے کے
باعث بچ رہا تھا۔ اسی کے سر پر قریش کی سرداری کا تاج رکھا گیا لیکن وہ
اثر اور وہ بات قائم نہ رہی۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ تمام قبائل جن
میں مسلمانوں کے خلاف شدت کے ساتھ پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا۔ وہ بھی
خائف ہو گئے اور تمام عرب پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس جنگ میں
حضور کریم پر انتہائی خشوع و خضوع کا عالم طاری تھا۔ بے چین اور بیقرار
ہو ہو کر دعا کرتے تھے کہ بار الہا! اگر آج میدان جنگ میں یہ مٹھی بھر نفوس
شہید ہو گئے تو پھر قیامت تک نہ پوجا جائیگا۔ تو نے جو وعدہ کیا ہے اُسے
پورا کر۔ چنانچہ اس لڑائی میں حق تعالٰی نے فرشتوں سے اپنے نبی کی مدد
کی۔ اس کا ذکر قرآن حکیم میں بھی ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمان باوجود تھوڑے
ہونے کے کافروں کو زیادہ نظر آرہے تھے۔

مکہ کا گھر گھر اس شکست پر ماتم کدہ بن گیا۔ آخر اعلان عام کرنا پڑا
کہ کوئی چیخ کر بلند آواز سے نہ روئے کہ اس سے جذبۂ غیرت کو ٹھیس لگتی ہے
اور بدنامی ہوتی ہے۔ قریش کے ستر افراد قتل ہوئے اور بکثرت مال غنیمت
ہاتھ آیا۔ فرزندانِ توحید کے صرف ۱۴ نفوس نے جام شہادت نوش کیا
جو قیدی گرفتار ہو کر آئے اُن کے ساتھ نہایت ہمدردانہ اور عدیم النظیر سلوک
روا رکھا گیا۔ قابلِ ذکر یہ ہے کہ اِن میں جو پڑھے لکھے تھے ان کا جرمانہ یہ قرار
پایا کہ ان میں سے ہر ایک دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے اور
آزاد ہو جائے۔ بہرکیف اس کفر و اسلام کی پہلی جنگ سے مسلمانوں کی دھاک

ہر طرف بیٹھ گئی۔

یہ سچ اور جھوٹ اندھیرے اور اُجالے کی لڑائی تھی۔ سچ کی جیت ہوئی اور جھوٹ کی ہار۔ اندھیرا چھٹ گیا اور اُجالا چھا گیا۔ قریش کا بڑا زور ٹوٹ گیا۔ اس فتح نے منافقوں کے دل بھی دھڑکا دیئے۔ ان کو پتہ چل گیا کہ اب ترازو کا کونسا پلڑا بھاری ہو رہا ہے۔

غزوہ احد کا وقوع

شوال ۳ سنہ ھ

قریش اب تک مسلمان کو حقیر سمجھتے تھے اور اُن کے استیصال کی سعی میں سرگرم تھے لیکن اس کوشش میں انہیں ناکامی ہوئی۔ وہ بھی نہایت تباہی خیز و شرمناک۔ تو اس پر اُن کے سینوں میں آگ لگ اٹھی تھی۔ فطرتاً کینہ پرور قوم ہر طرف سے انتقام انتقام کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ سب کچھ تھا۔ لیکن پھر ان میں لڑنے کی سکت بھی تو باقی نہ رہی تھی۔ لیکن اب کوئی اچانک حملہ آسان امر نہ تھا۔ کفّار مسلمانوں کے دست و بازو دیکھ چکے تھے۔ اور بڑی احتیاط سے حملہ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ پہلے تو سفراء و شعراء کے ذریعے سے مختلف قبائل میں جوش پیدا کیا۔ پھر عورتوں کو ساتھ لیا تاکہ اُن کی موجودگی لڑنے والوں کے قدم جمائے رکھے۔ ان عورتوں میں بڑے بڑے سرداروں کی حسین اور ماہ پیکر بہو بیٹیاں شامل تھیں۔ جو دف بجا بجا کر فوج میں جوش پیدا کر رہی تھیں۔ قریش مکہ سے خفیہ طور پر روانہ ہوئے تھے تاکہ بےخبری میں حملہ کر دیا جائے

حضرت عباسؓ نے خفیہ طور پر فخرِ عالمؐ کو قریش کے ارادوں اور تیاریوں کی اطلاع کر دی تھی۔ اس لئے آپ بھی مقابلے کے لئے نکلے۔ اس مرتبہ آپ کے ساتھ ایک ہزار لشکر تھا۔ آپ نے احتیاط کے طور پر پہاڑی کے عقب میں پچاس تیرانداز مامور کر کے اُنہیں حکم دے دیا تھا کہ وہ کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہ ہلیں۔ مسلمانوں کی حسب توقع اس مرتبہ بھی قریش کو سخت ہزیمت ہوئی۔

مسلمان غنیمت کا مال لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ پہاڑی کے عقب میں مامور دستہ نے یہ سمجھ کر کہ اب کفار کو شکست تو ہو ہی چکی ہے اپنے فرض کو فراموش کر دیا۔ اور وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر قریش گھوڑے اور گھوم کر پہاڑی کے عقب سے حملہ کیا اس اچانک افتاد سے مسلمان گھبرا اُٹھے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ جو حضور نبی کریمؐ کے ہم شبیہہ تھے۔ شہید ہو گئے جس سے ایک شور پڑ گیا کہ آپ شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کی ہمتیں پست اور حوصلے ٹھنڈے پڑ گئے حضرت فاروق اعظمؓ نے تو یہ کہہ کر ہتھیار پھینک دیئے کہ اب لڑنا بیکار ہے۔ ابن نضرؓ یہ کہہ کر فوج میں گھس گئے اور شہید ہو گئے کہ حضور کے بعد اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گا۔"

مسلمان ہر طرف ڈھونڈتے پھرتے تھے کہ آخر حضرت کعب بن مالکؓ نے پکارا کہ لوگو! حضور اس طرف ہیں۔ ایک طرف سے تو مسلمان اُدھر دوڑے اور دوسری طرف کفار نے یہ آواز سُن کر سارا زور اُدھر ہی ڈال دیا اور تیروں کی

بارش شروع کردی۔ مسلمانوں نے آپ کو حصار میں لے لیا۔ مگر اب مسلمانوں کو مرتب صورت اختیار کرنا بہت مشکل تھا۔ ایک شخص عبداللہ نے بڑھ کر تلوار سے آپ کو مجروح کر دیا۔ مگر آپ کسی نہ کسی طرح پہاڑ کے ایک محفوظ حصے میں پہنچ گئے۔ دندان مبارک بھی شہید ہوا۔ اور سر مبارک میں بھی زخم آئے۔ اس کے بعد قریش کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ کوئی انتہائی قدم اٹھاتے۔ ابوسفیان سپہ سالار افواج یہ کہہ کر واپس ہو گیا کہ یہ بدر کا انتقام ہے ــــ اور سب سے بڑا نقصان

اس جنگ میں مسلمانوں کو واقعی نقصان پہنچا اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ حضرت حمزہ شہید ہو گئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کی لاش کا مثلہ کیا اور جوش عناد میں ان کا کلیجہ نکال کر کچا ہی چبا لیا۔ کچھ ہو۔ جو کچھ نقصان مسلمانوں کو اس جنگ میں پہنچا وہ قریش کی بہادری نہیں بلکہ مسلمانوں کی خود اپنی غلطی کا نتیجہ تھا۔

اس لڑائی میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے۔ شہیدوں میں سب سے بڑی ہستی حضرت حمزہؓ کی تھی۔ حضور پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ مگر مجال کیا تھی جو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا۔ اتنا فرمایا کہ آہ! حمزہؓ پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔ انصار نے سُنا اپنی عورتوں کو ہدایت کی کہ پہلے حمزہ کا ماتم کرو۔ چنانچہ سب زن و مرد نے اپنے مُردوں کو چھوڑ کر حمزہؓ کی تعزیت کی۔ اور اب تک عرب میں یہ رسم ہے کہ کوئی کسی مردے کی تعزیت کو روئے تو اول حمزہؓ کی تعزیت کریگا۔ اس لڑائی میں جو مسلمان شہید ہوئے وہ شہدائے اُحد کہلاتے ہیں۔ اور خدا کے ہاں ان کا بڑا رتبہ ہے ۱۴ شعبان کو جس کی شام کو شب برات ہوتی ہے شہدائے اُحد اور اموات کے لئے استغفار کرنا اور اُن کو ثواب پہنچانا سنت ہے۔

اسی زمانہ میں فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ دختر امیہ سے جو سردار اعظم قوم قریش تھا۔ نکاح کیا۔ یہ مومنہ حسب الحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ سے حبش کو اپنے شوہر کے ساتھ تشریف لے گئی تھیں۔ وہ بیوہ ہو کر مدینہ آئیں۔ اس وقت ان کی عمر ۲۸ سال کی تھی۔ اور وہ نہایت ہی حسین تھیں۔ ان کے ایک ہی بیٹا تھا۔ سلمہ نام۔ اس واسطے ان کی کنیت ام سلمہ تھی۔ اور اسی نام سے پکاری جاتی تھیں۔

بنی قینقاع سے لڑائی

شوال ۲ ھ

شوال ۲ ھ میں ایک اتفاقی واقعہ نے چنگاری کو اور بھڑکا دیا۔ ایک مسلمان بی بی بنی قینقاع کے محلہ میں کسی کام سے ان کی دکان میں گئی۔ انہوں نے اس کو چھیڑ کر بے حرمت کیا۔ یہ دیکھ کر ایک مسلمان آپے سے باہر ہو گیا۔ اور اس یہودی کو مار کر گرا دیا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو مار ڈالا۔ اس واقعہ نے ایک بلوہ کی صورت اختیار کر لی۔ مسلمانوں نے پہلے ان کو بہت سمجھایا مگر ان کو اپنے ہتھیاروں اور قلعوں پر اتنا ناز تھا کہ وہ صلح پر تیار نہیں ہوئے۔ اب مسلمانوں نے ان کو بغل کا گھونسہ سمجھ کر سب سے پہلے ان سے نپٹنا ضروری سمجھا۔

لڑائی کا اعلان ہوا تو بنی قینقاع نے اپنا قلعہ بند کر کے مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے قلعہ کو گھیر لیا اور پندرہ دن تک گھیرے رہے۔ مسلمانوں کی یہ طاقت دیکھ کر قلعہ والے گھبرا گئے۔ اور آخر اس پر راضی ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جو فیصلہ کریں وہ ہم کو منظور ہے۔ عبداللہ بن ابی نے جو ان کا حلیف تھا آکر آنحضرت سے عرض کی کہ ان کی اتنی ہی سزا بہت ہے کہ وہ یہاں سے نکال دیئے جائیں۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اور بنی قینقاع بھی اس پر رضامند ہو گئے اور اپنی ساری زمین اور جائداد چھوڑ کر شام کے ملک میں چلے گئے۔

بنی نضیر کی جلاوطنی

ربیع الاول سنہ ۴ھ

بنو قریظہ نے تو آپ سے معاہدہ کر لیا۔ مگر بنو نضیر اپنی شرارتوں اور شیطنت کاریوں پر برابر قائم رہے۔ انہیں اپنی شجاعت دولتمندی اور مضبوط و مستحکم قلعوں پر بڑا ناز تھا۔ قریش کے بھرے میں آئے ہوئے تھے۔ علانیہ کہتے تھے کہ مسلمان ابھی قریش ہی سے لڑے ہیں۔ ہمارے دست و بازو انہوں نے نہیں دیکھے۔ ہم سے مقابلہ پڑے تو ہم انہیں دکھا دیں۔ رسول ہم انہیں سمجھانے کے لئے گئے۔ انہیں جو اس کا علم ہوا تو انہوں نے یہ انتظام کیا کہ آپ کو دھوکہ سے بلا کر اور اوپر سے پتھر لڑھکا کر شہید کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے آگے بلایا مگر آپ کو اُن کی سازش کا علم ہو گیا۔ اور آپ لوٹ آئے۔ یہ تو سمجھے ہوئے تھے کہ اگر کوئی نازک صورت پیش آئی تو قریش اور بنو قریظہ ان کا ساتھ دیں گے۔ اور مسلمان ان کا بال بیکا نہ کر سکیں گے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے بھی انہیں پورا اطمینان دلایا تھا کہ کوئی مخالف صورت پیدا ہوئی تو دو ہزار آدمی لیکر فوراً مدد کو پہنچ جائے گا۔ جب یہ کسی طرح باز نہ آئے تو انہیں سزا دینے کا

تہیہ کیا گیا۔ اور حضور نبی کریمؐ نے ایک جمعیت لے کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب یہ ہر طرح مجبور ہو گئے تو انہوں اظہارِ عجز کیا اور یہ خود ہی جلا وطنی پر راضی ہو گئے حضور نبی کریمؐ نے ان کی درخواست منظور کر لی اور انہیں اپنے تمام مال و متاع سمیت نکل جانے کی اجازت دے دی۔ یہ جلا وطن ہوئے اور نکلے تو اس شان سے نکلے کہ جشن کا دھوکا ہوتا تھا۔ اونٹوں پر اپنا تمام مال و متاع لاد کر دف بجاتے ہوئے چلے گئے۔

غزوہ بنو مصطلق

سنہ ۶ ھ

بنی مصطلق بھی ایک دولتمند یہودی قبیلہ تھا۔ جو مدینہ منورہ سے ۹ میل کے فصل پر آباد تھا۔ گو یہ حضور نبی کریمؐ سے معاہدہ کر چکا تھا۔ لیکن اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ یہ قریش اور منافقین سے سازش کئے ہوئے تھا۔ اور انہی کی امداد و اعانت کے بھروسہ پر یہ مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ ایک مقام مریسیع میں ایک چشمہ کے کنارے خروج کرنے کی غرض سے مجتمع ہو رہے تھے۔ یہ سنتے ہی فخرِ عالم ماہ شعبان سنہ ۶ ھ میں مجاہدین کا ایک لشکر ہمراہ لے کر ان سے لڑنے کو تشریف لے گئے چشمہ پہ اچھی خاصی جنگ ہوئی اور بنی مصطلق نے شکست کھائی۔ مال غنیمت میں ۲۰۰ لونڈی اور غلام ۵۰۰۰ بکریاں اور ۱۰۰۰ اونٹ بار برداری ہاتھ آئے۔ اور سرگروہ (سپہ سالار) الحارث بن ضرار تیر سے مارا گیا۔

قیدیوں میں ام المومنین حضرت جویریہ (جنکو برہ بھی کہتے ہیں) بھی تھیں۔ ان کے باپ حارث اپنی قوم کے سردار تھے۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر

ہو کر عرض کی کہ میری بیٹی بھی قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئی ہے اور اس کا کنیز بن کر رہنا میری شان کے خلاف ہے۔ استدعا کرتا ہوں کہ آپ اُسے اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں۔ جویریہ بھی موجود تھی بولی کہ میں اسے اپنی سعادت سمجھوں گی۔ چنانچہ انہیں یہ سعادت نصیب ہو گئی۔

اس پر مسلمانوں نے خود عرض کی کہ جس خاندان میں ہمارے آقائے گرامی کی شادی ہو جائے وہ غلام نہیں رہ سکتا۔ اس پر چھ سو کے چھ سو قیدی فوراً آزاد کر دیئے گئے۔ یہ تھا سلوک حضور نبی کریم ؐ کا اُن لوگوں کے ساتھ جو اسلام اور حلقہ بگوشانِ اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔

مورخ ابوالفدا لکھتا ہے کہ عبداللہ ابن ابی منافق جو عین جنگ بنی مصطلق میں تھا۔ بوقت مراجعت حضرت عائشہ صدیقہ پر صفوان ؓ سے ان کی پاکدامنی پر افترا باندھا۔ اور یہ افواہ اڑانے میں مسطح ابن اثاثہ (جو خالہ زاد بھائی ابوبکر صدیق ؓ کا تھا) احسان بن ثابت شاعر اور ایک عورت امّ منہ بنت جحش عبداللہ ابن ابی منافق کے شریک تھے۔ مگر آنحضرت ؐ کو عائشہ ؓ صدیقہ کی پاکدامنی اور بریت کی آیت سورہ نور نازل ہوئی، اسی وقت آپ نے بہتان باندھنے والوں کو سزا دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، ان کی والدہ کو اُمِ رومان بنت عامر کہتے تھے۔ فخر عالم کی نبوت کو چار سال ہو چکے تھے۔ جب عائشہ ؓ پیدا ہوئیں۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بی بی خدیجہ کا انتقال ہو چکا تھا لہٰذا آپ کو نکاح کی ضرورت تھی اور حضرت عائشہ ؓ کی اس وقت چھ سال کی عمر تھی۔ ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال میں

ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ سے حضور کا نکاح ہوا۔ یہ زمانہ عائشہ رضؓ کے ابھی بے خبری اور بچپن کا تھا کہ ان کو اس نکاح کی خبر بھی نہ ہوئی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ دین و دنیا کے سب سے بڑی برکت اور عزت جو کسی عورت کو مل سکتی ہے۔ مجھکو حاصل ہوئی۔ مہر چار سو درہم کا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے نکاح کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہوتی ہیں۔

خندق یا احزاب کی لڑائی

ذیقعدہ ۵ھ

بنو نضیر کو اُن کی شرارتوں کی بنا پر جلاوطن تو ضرور کیا گیا تھا۔ مگر ساتھ ہی انہیں اجازت دیدی گئی تھی کہ وہ اپنا تمام اندوختہ اور زر و مال بھی لیکر چلے جائیں۔ اِس احسان کا بدلہ احسان ناشناسوں نے یہ دیا کہ مدینہ منورہ سے نکل کر یہ سیدھے خیبر پہنچے اور اپنی جلاوطنی کے انتقام کی تدابیر سوچنے میں منہمک ہو گئے۔ اس قبیلہ کے تین ممتاز و نامور سردار حُیی بن اخطب۔ کنانہ بن الربیع اور سلام بن ابی الحقیق اپنی اولین فرصت میں قریش کے پاس گئے پہنچے۔ اور کہا کہ اگر آپ ہماری امداد و اعانت کا پختہ وعدہ فرمائیں تو ہم صرف اپنی سعی و کوشش سے شمع اسلام کو گل کرکے رکھ سکتے ہیں۔ زر و دولت میں۔ اسلحہ و سامانِ جنگ میں۔ شجاعت و بسالت میں جمعیت میں کسی سے کم نہیں۔ خیبر والوں کو بھی ہم نے اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ قریش فوراً آمادہ ہو گئے۔ اس کے بعد بنو غطفان کے پاس پہنچکر انہیں آمادہ کیا۔

یہ بہت کثیر الافراد اور دلیر قبیلہ تھا۔ کہا کہ ہم تمہیں خیبر کی زرخیز زمینوں کے

نصف محاصل ہمیشہ اس امداد کے صلہ میں دیتے رہیں گے۔ بنو اسد غطفان کے حلیف ہی تھے انہیں بھی کوئی عذر نہ ہوا۔ عرب کا تیسرا بڑا قبیلہ بنو سعد خود یہود کا حلیف تھا۔ بنو تمیم قریش سے قرابت رکھتے تھے۔ ان بڑے بڑے قبائل کے ساتھ اور بھی بہت چھوٹے چھوٹے قبائل کھڑے ہو گئے۔ آخر ۲۴۰۰۰ ہزار سرفروشان عرب کا ایک لشکر سیلاب عظیم کی طرح اُمنڈتا استیصال اسلام کا عزم لیکر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ اتنی بڑی تعداد اور اتنی بڑی فوج تھی جس سے بڑی کیا نصف بھی کہیں ریگزار عرب میں کسی ایک مقصد کے ساتھ ایک سمت میں متحرک رواں ہوتی نہ دیکھی گئی تھی اور نہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال موجود تھی۔

ابو سفیان سپہ سالار تھا جس طرف یہ فوج گذرتی تھی زمین ہل اٹھتی تھی اور پورے عرب میں ایک شور پڑا ہوا تھا کہ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔ مدینہ منورہ میں مسلمان تھے ہی کتنے زیادہ سے زیادہ ایک ہزار جمعیت میدان میں لا سکتے تھے۔ ایک ہزار اور چوبیس ہزار میں کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس مرتبہ عرب کا بچہ بچہ استیصالِ اسلام کا یقین کئے بیٹھا تھا۔ ان پر بھی اس یلغار کی خبر سنکر ایک دہشت طاری ہو گئی اور مدینہ منورہ میں ایک ہل چل سی مچ گئی گو یہ واقعہ اپنی نوعیت میں انتہائی نازک اور سب سے زیادہ خوفناک واقعہ تھا۔

لیکن بتایا جا چکا ہے کہ عزم و ثبات، صبر و استقلال اور ہمت و حوصلہ میں فخر عالم ارض عالم میں جواب ہی نہ رکھتے تھے۔ اور گھبراہٹ اور پریشانی کہیں طاری ہی نہ ہوتی تھی ہر حالت میں پُر امید رہتے تھے اور خدا پر بھروسہ رکھتے تھے آپ نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ کے غیر محفوظ گوشہ کی طرف خندق کھودنے کا

حکم دیا۔ ایک اور مصیبت تھی کہ باہر کی طرف سے تو یہ سیلاب اُمنڈ رہا تھا اور اندر ایک افتاد کا سامنا تھا کہ یہودیوں کا واحد قبیلہ بنو قریظہ جو مدینہ منورہ میں باقی رہ گیا تھا وہ مصروف پرخارش ہو گیا۔

ام المومنین حضرت صفیہؓ کا باپ اور بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب جو درمیان میں خدا کو ضامن دے کر آئندہ کسی معاندانہ کارروائی میں حصہ نہ لینے کا عہد کر کے نکلا تھا، عرب بھر میں مخالفت کی آگ لگا کر خفیہ طور پر مدینہ منورہ آیا۔ بنو قریظہ کے یہاں مقیم ہوا اور بولا اے کہ میں تمام عرب کو مدینہ پر چڑھا لایا ہوں۔ ایک لشکر گراں بیکراں امنڈتا ہوا چلا آرہا ہے۔ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔"

پہلے تو بنی قریظہ نے کہا کہ نہیں محمدؐ زبان کے پکے ہیں، اُن سے عہد شکنی مناسب نہیں۔ مگر اُس نے کہا کہ اب تو اسلام کا ہی خاتمہ ہوا جاتا ہے۔ اس موقعہ کو ہاتھ سے نکل جانے دیا تو عمر بھر پچھتاؤ گے۔ تو یہ بھی اس کی سازش کا شکار ہو گئے۔ چونکہ وقت نازک تھا۔ حضور نبی کریمؐ کو جو ان کی حالت معلوم ہوئی تو خود اُن کے پاس گئے اُن کو سمجھایا۔ یاد دہانی کرائی۔ مگر یہ تو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کی اور صاف جواب دیدیا کہ جائیے ہم کچھ نہیں جانتے معاہدہ کیا اور یاد دہانی کس کی؟ جو آپ کے دل میں آئے وہ آپ کریں اور جو ہمارے دل میں آئیگا وہ ہم کرینگے۔

اتنے میں حملہ ہو گیا۔ یہ وقت سخت مصیبت کا وقت تھا۔ نہایت خوفناک جنگ کا سلسلہ جاری تھا۔ دشمن بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے تھے۔ مگر خندق کو عبور نہ کر سکتے تھے ایک دفعہ تو نماز عصر بھی قضا ہو گئی۔ عرب تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم ایک ہی ریلے میں مسلمانوں کو بہا کر لیجائیں گے۔ وہاں محاصرہ نے طول کھینچنا شروع کر دیا۔ اس سے

محاصرین کے اندر گھبراہٹ اور اضطراب پیدا ہوا۔ اوپر سے شدید آندھی آگئی اتنی شدید کہ چولھوں پر ہانڈیاں رکھنی مشکل ہوگئیں۔ خیموں کا کھڑا رہنا دشوار تھا چنانچہ محاصرین میں محاصرہ قائم رکھنے نہ رکھنے پر اختلاف پیدا ہوگیا۔

بائیس روز کے بعد محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کی بربادی میں تو کوئی شبہ رہ نہیں گیا تھا وہ تو خدائے قدوس نے اپنے دین کی لاج رکھ لی وحی الٰہی میں بھی اس احسان کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہم نے دشمنوں پر آندھیاں مسلط کردیں اور ایک ایسا لشکر بھیجا جسے تم دیکھ سکتے تھے۔ غرضیکہ اس کامیابی نے مسلمانوں کی عظمت میں چار چاند لگ گئے۔ سب مرعوب ہوگئے۔ اور ترقی کے دروازے کھل گئے۔ اور پھر سیلاب بڑھ کر تمام عرب پر ہوگیا۔ تاریخ میں یہ جنگ جنگ احزاب یا غزوۂ خندق کے نام سے مشہور ہے۔

غزوۂ بنو قریظہ

۵ ھ

مخبر عالم جنگ احزاب سے واپس ہوئے تو حکم دیا کہ مسلمان ابھی اپنی کمریں نہ کھولیں اور اسلحہ نہ اتاریں اور بنو قریظہ کی طرف بڑھیں۔ چنانچہ آپ نے بڑھ کر محاصرہ کرلیا۔ بنو نظیر انہیں اپنی برابر نہ سمجھتے تھے۔ آپ نے دونوں کا درجہ برابر کردیا تجدید معاہدہ کی ہر طرح امداد کی برابر احسان کرتے رہے مگر انہوں نے دھوکہ دیا اور ایک نہایت نازک موقعہ پر دغا کی۔ اس وقت جبکہ مدینہ کا محاصرہ تھا۔ ان لوگوں نے منافقین اور بنو نظیر اور حی بن اخطب سے سازش کی اور تنہا عورتوں پر قلعہ

میں حملہ آور ہونا چاہا۔ اس غداری پر دنیا کی کوئی قوم بھی کسی حالت میں نہ انہیں معاف کر سکتی تھی اور نہ ایسے غداروں کو مار آستین بنا کر رکھ سکتی تھی۔

اس پر بھی اگر یہ منت وزاری سے نہ سہی صلح و آشتی سے پیش آتے تو رحمتِ عالم کے سایۂ عاطفیت میں انہیں جگہ مل سکتی تھی۔ لیکن انکا وقت تو قریب آ چکا تھا۔ موت اُن کے سروں پر کھیل رہی تھی۔ انہیں اب تک اپنی قوت۔ اپنی دولت، اپنے مضبوط قلعوں اور منافقین کی امداد پر ناز تھا۔ مسلمان جو انکی طرف بڑھے ہیں تو یہ مقابلہ پر آمادہ ہو گئے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ انہوں نے مسلمانوں کے سامنے فخرِ عالمؐ کو رو در رو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ آخر ان کا محاصرہ کر لیا جو ایک ماہ تک برابر جاری رہا۔

عرب میں حلیف ہونا گویا تعلق ہم نسبی کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ حضرت سعدؓ ان کے حلیف تھے انہوں نے درخواست پیش کی کہ "جو فیصلہ دیں گے وہ ہمیں منظور ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے یہودی کی شریعت کے مطابق یہ فیصلہ کیا کہ "تمام لڑنے والے قتل کئے جائیں۔ ان کے زن و فرزند قید ہوں۔ اور ان کا تمام مال غنیمت قرار دے کر ضبط کر لیا جائے۔" انہیں عذر ہی کیا ہو سکتا تھا۔ جو کچھ فیصلہ ہوا تھا وہ انہی کی شریعت کے مطابق انہی کے حلیف نے کیا تھا۔ چنانچہ چھ سو افراد قتل کئے گئے۔ جن میں ایک عورت بھی تھی جس پر ایک مسلمان کے قتل کا الزام تھا۔ حی بن اخطب ابھی تک یہاں موجود تھا اور وہ بھاگنے نہ پایا تھا چونکہ سارے شر و فتن کا بانی تھا۔ بہت دولتمند اور نہایت بااثر سردار تھا۔ جب اُسے مقتل میں لیجایا گیا تو اُس کی زبان پر جو عبرت انگیز

جملے جاری ہوئے وہ اس قابل ہیں کہ مسلمان انہیں گوش ہوش سے سنیں اور غور و خوض سے پڑھیں۔ رسول کریمؐ کو مخاطب کر کے کہا۔

"ہاں خدا کی قسم مجھے اس کا بالکل افسوس نہیں کہ میں نے تیری عداوت کیوں کی اور تیری معاندت و مخالفت پر کیوں کمربستہ ہوا۔ لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص خدا کو چھوڑ دیتا ہے خدا بھی اُسے چھوڑ دیتا ہے۔ خیر اللہ کے حکم کی تعمیل میں مجھے سر دینے میں کوئی عُذر نہیں۔ نہ مضائقہ یہ حکم الٰہی تھا اور ایک سزا تھی جو خُدا نے بنو اسرائیل کے لئے مقرر کی تھی۔..........."

غرض اس طرح مدینہ منورہ اِس شر انگیز قوم سے پاک ہو گیا۔

غزوۂ خیبر

۷ھ

اب یہود کی آبادی حجاز کے ہر گوشہ سے سمٹ کر حجاز کے آخری کنارے پر ملک شام کے قریب مدینہ سے شمال و مشرق کی طرف دو سو میل کے فاصلہ پر خیبر میں اکٹھی ہو گئی تھی۔ زمین نہایت زرخیز تھی۔ یہودیوں کا مرکزی مقام تھا۔ مدینہ سے تین چار دن کی راہ پر اُس آبادی میں چند نہایت مستحکم و مضبوط قلعے تھے۔ اگرچہ اُن میں سے ہر ایک کا نام جُدا جُدا بھی تھا۔ مگر سب کو ملا کر خیبر کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور قلعہ تھا جو اپنے استحکام و استواری

میں عرب کے اندر لاثانی تھا۔ اور مسکن یہودیوں کا تھا۔ یہاں ان کی بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں اور باغات تھے۔ اور یہودیوں کا قبیلہ جو مدینہ سے نکالا گیا تھا وہ بھی یہیں آباد تھا۔

یہودیوں کا وجود ترقیٔ اسلام کی راہ کا ایک زبردست پتھر تھا۔ یہ لوگ بعد کو قریش سے بھی زیادہ خوفناک صورت اختیار کر چکے تھے۔ یہ جنگِ احزاب ہی کی ناکامی پر بہت مشتعل تھے جس کی آگ انہی کی بھڑکائی ہوئی تھی۔ اب جو انہیں بنو قریظہ کے قتل کی اطلاعیں پہنچیں تو برافروختہ ہوئے اور انہوں نے ایک دفعہ اور اسلام سے متصادم ہونے اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی پرشور تدابیر شروع کر دیں۔ عرب کے چند با اثر قبائل کو بھی ساتھ ملا لیا۔ اُن کے سردار نے تمام یہود کو جمع کر کے ایک پُرجوش تقریر کی جس کے دوران میں اُس نے یہ کہا کہ میرے پیشرو دوں نے استیصال اسلام کے لئے جو طریقے اختیار کئے وہ غلط تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ محمدؐ کے دارالریاست پر براہ راست حملہ کیا جائے۔" جب آپؐ کو اس کی اطلاعیں پہنچیں تو حسبِ معمول پہلے تو یہود کو پیغام مصالحت دیا اور جب انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی تو آپؐ ۱۴۰۰ مسلمانوں کی جمعیت لے کر خیبر پر حملہ آور ہوئے۔

خیبر کی لڑائی شروع سال ۷ھ ہجری (ماہ محرم الحرام) میں ہوئی۔ فوج دو۲۰۰ سو سواروں بارہ۱۲۰۰ سو پیادوں کی تھی۔ جس نے پہنچتے ہی خیبریوں کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ یہ قلعہ نہایت مضبوط اور مستحکم تھا۔ دس روز کے محاصرہ کے بعد

فتح ہوا۔ بہت سے حملے اس پر کیئے گئے۔ اول حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے علم لے کر خیبریوں سے مقابلہ کیا اور خوب لڑے اور ناعم نامی ایک قلعہ کو فتح کیا۔ پھر دوسرے روز حضرت فاروق رضؓ نے بڑی مردانگی اور شجاعت سے کافروں کو جہنم واصل کرکے دوسرا قلعہ القموص فتح کیا۔ ان دونوں قلعوں سے بہت سی عورتیں قید میں آئیں۔ جو مسلمانوں کے درمیان تقسیم ہوئیں۔ اسی طرح اور کئی حملے یہودیوں پر پیہم ہوئے اور تیسرا قلعہ مصعب حضرت عثمان کے نام سے فتح ہوا جس میں اقسام غلہ چربی۔ گوشت۔ اشیائے خوردنی اور بہت کچھ کھانے پینے کا سامان بھرا ہوا تھا۔ آخر میں حضرت علی مرتضیٰ کا حملہ مشہور اور مضبوط قلعہ خیبر پر ہوا۔ یعنی نو روز کے محاصرہ کے بعد بوقت شب تاجدار مدینہؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ "خدا کی قسم میں کل کے روز صبح یہ علم ایسے شخص کو دونگا جو خدا اور اس کے رسول کا دوست اور بڑا حملہ آور اور زبردست بہادر ہے۔ فخر عالمؐ نے نے صبح کے وقت حضرت علی رضؓ کو بلایا۔ اس وقت اُن کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ پٹی باندھے ہوئے تھے اور آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ حضورؐ نے یہہ دیکھکر اپنے مبارک لبوں سے لعاب لیکر حضرت علی رضؓ کی آنکھوں میں ملا۔ فوراً آنکھیں اچھی ہوگئیں اور درد جاتا رہا۔ رحمتِ عالمؐ نے حضرت علی رضؓ کو وہ مقدس علم عطا فرماکر فتح خیبر کے لئے روانہ فرمایا۔

۴۔ فوج کے ساتھ کچھ مسلمان بی بیاں بھی آئیں تاکہ پیاسوں کو پانی پلا سکیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکیں لڑائی کے میدان سے تیر اٹھا اٹھا کر لائیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام کی فوج نے پھریرا اُڑایا۔ تین جھنڈے تیار ہوئے تھے۔ ایک حباب بن منذر کو دوسرا سعد بن عبادہ کو اور تیسرا جس کا پھریرا حضرت عائشہؓ کی اوڑھنی سے بنایا گیا تھا اسلام کے شیر حضرت علی مرتضیٰ کو سپرد ہوا۔

۵۔ حضرت علیؓ جب قریب پہونچے ایک سوار مرحب نامی بڑا پہلوان تھا گھوڑا دوڑا کر قلعہ کے باہر آپ سے مقابلہ کرنے آیا۔ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا نے اُس کے ایک ضرب اس زور سے ماری کہ ذوالفقار حیدری چیرتی ہوئی چھاتی سے گذری اور گھوڑے کی پشت پہونچی۔ وہ پہلوان دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا آپ نے اس کی گردن اس کے بدن سے علیحدہ کر دی۔ ایک دوسرے زور آور یہودی نے حضرت علیؓ کے ایک ایسی ضرب لگائی کہ آپؓ کی ڈھال زمین پر گر پڑی۔ اس وقت حضرت علی ابن ابی طالب اسد اللہ غالب شیر خدا نے نعرہ اللہ اکبر کہکر خیبر کے دروازہ کو توڑ ڈالا۔ اور کواڑ بطور سپر ہاتھ میں لیا اور خوب شدومد سے لڑے قلعہ فتح ہوا۔ کواڑ اتنا بھاری تھا کہ ۱۷ آدمیوں نے ایک ساتھ زور آزما کر چاہا کہ کواڑ کو پلٹ دیں مگر وہ اٹھا نہ گیا۔ آپ نے لڑائی ختم ہونے پر اسی بالشت دور پھینک دیا۔

۶۔ بہت مال و اسباب غنیمت میں آئے۔ اور بہت سی یہودی لونڈیاں قید میں آئیں چنانچہ انہی میں حضرت صفیہؓ دختر حیی ابن اخطب سردار خیبر ہو گرفتار ہو کر آئی تھیں حضور کے حصہ میں آکر آپ کے حرم میں آئیں۔

۷۔ لڑائی میں پندرہ مسلمان کام آئے۔ یہودیوں نے صلح کر لی اور صلح کی شرط

یہ ٹھہرائی "کہ زمین ہمارے قبضہ میں چھوڑ دی جائے۔ پیداوار کا آدھا حصہ ہم مسلمانوں کو دیا کریں گے" یہودیوں کی یہ درخواست منظور ہوئی۔ یہ گویا زمینداری کا پہلا سبق تھا۔ جو یہودیوں نے مسلمانوں کو سکھایا۔ آپ نے ان پر ترس کھا کر اس کو قبول کر لیا خیبر کی آدھی زمینوں کی ملکیت لڑنے والے مسلمانوں کو دی گئی۔ اور آدھی اسلامی خزانہ کی ملکیت قرار پائی اس میں آپ کا بھی پانچواں حصہ مقرر ہوا جس کی آمدنی آپ کی گھر کی ضرورتوں اور اسلام کی دوسری مصلحتوں میں کام آتی۔

۸۔ حضرت صفیہؓ دختر حیی ابن اخطب سردار خیبر نے ایک خط مہری رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے موقوفی خراج لکھوا کر اپنی قوم کو دیا۔ چنانچہ ابتک وہ خط اُن کے پاس موجود ہے۔ واللہ علم بالصواب۔

۹۔ واضح ہو کہ اسی جنگ خیبر میں زینب بنت حارث یہودیہ نے فخر عالمؐ کو بطور تحفہ بکری کے دست کا گوشت زہر آلودہ پکا کر بھیجا تھا۔ یہ وہ عورت تھی جس کے چچا مرحب کو حضرت علیؑ نے اپنی ذوالفقار سے دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ آپ نے ایک ٹکڑا اس گوشت کا چبایا تھا کہ زہر محسوس ہوا۔ فوراً آپ نے پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ یہ گوشت زہر آلودہ ہے۔ حضرات یہ وہی زہر تھا جس نے آپ کو مرض الموت میں تکلیف دی اور اسی کے اثر سے آپ کی شہادت خفی ہوئی۔

۱۰۔ مورخین اسلام لکھتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ ... پہلے ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار خواب میں دیکھ کر آپ کے حصول شرف خدمت کی متمنی تھیں۔ اپنی شادی کے بعد ہی آپ نے خواب دیکھا کہ :- کہ آفتاب عالمتاب روشن و تاباں آسمان سے اتر کر میرے گود میں ٹھہر گیا"۔ اسی روز فخر عالمؐ نے قلعہ خیبر کا محاصرہ کیا تھا۔ صبح کو اُٹھ کر حضرت صفیہ نے اپنے شوہر

کنانہ نامی سے جو قلعہ دار تھا۔ اپنے خواب کو بیان کیا۔ یہ سنتے ہی اُس نے آپ کے رخسار پر ایک سخت طمانچہ مارا اور کہا کہ تو ایک عرب سردار کی نسبت جس نے ہم پر چڑھائی کی ہے ایسی عمدہ تمثیل دیتی ہے۔ آخرش حضرت صفیہؓ کا خواب بہت سچا ہوا۔ وہ جب لونڈی بن کر آئیں) تو آپ کے اخلاق، مروت، ترحم، شفقت اور درد محبت کو دیکھکر فوراً مسلمان ہوگئیں۔ حضور نے اس نوعروس کو جن کی شادی کنانہ کے ساتھ ہوئے چند ہی روز گذرے تھے لونڈی بنا کر رکھنا مناسب نہ جانا اور ان کو اپنی زوجہ مطہرہ بنایا۔ یہ بی بی نہایت عقیلہ فہیم اور بہت پارسا تھیں حضور کی وفات کے بعد چالیس برس تک زندہ رہیں۔

۱۱۔ مورخین لکھتے ہیں کہ خیبر کی لڑائی ختم ہونے پر آنحضرت صلعم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانیکے بعد وہ اصحاب مہاجرین جو مع اہل وعیال اور لونڈیوں اور غلاموں کے ملک حبش کو حسب الحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ واپس آئے ان میں ایک بیوہ بی بی اُم حبیبہ بنت ابو سفیان بھی تھیں۔ اُن کی عمر ۳۰ سال کی تھی یہ بی بی اپنے شوہر مسمی عبداللہ جو آپ کا پھوپی زاد بھائی تھا کے ساتھ ہجرت کر کے حبش کو تشریف لے گئی تھیں وہ صحابی بقضائے الہٰی وہاں فوت ہو گئے۔ اور اُن سے صرف ایک بیٹی جس کا نام حبیبہ رکھا گیا تھا پیدا ہوئی تھی۔ اس کے نام سے یہ بی بی اُم حبیبہ مشہور تھیں۔ مدینہ پہنچکر انہوں نے آپ کی خدمت میں اپنے نکاح کا پیغام پہنچایا۔ حضور نے قبول فرمایا۔ اور اُن کو اپنی زوجہ مطہرہ بنایا۔

۱۰۔ اسلام قانون کی صورت میں

۱۔ اسلام جب دن سے دنیا میں بن کر آیا۔ اُسی دن سے وہ سلطنت بھی تھا۔ دین اور

دنیا کی الگ الگ تمیز اس کی تعلیم میں تھیں)۔ دنیا کی زندگی میں خدا اور اس کی مخلوقات کے جو فرض ہم پر ہیں۔ اُن کو خوبی کے ساتھ ادا کرنا ہی دین ہے۔ اس لئے حکومت اور سلطنت ہمارے دین سے کوئی الگ چیز نہیں۔ مدینہ منورہ جیسے اسلام کا مرکز تھا۔ اس کی سیاسی قوت کا مرکز بھی بننا چاہتا تھا۔ اسلام جہاں تک پھیلتا تھا وہاں تک اس کی حکومت کی حد بڑھ کر امن و امان قایم ہو جاتا تھا۔ چوریاں موقوف ہو جاتی تھیں ڈاکے بند ہو جاتے تھے۔ بدکاریاں مٹ جاتی تھیں اور عربوں کی بے نظام زندگی کی جگہ اسلام کی مرتب زندگی شروع ہو جاتی تھی۔ امام، موذن، محصل اور قاضی مقرر ہونے لگتے تھے اور اسلامی قانون کی حکومت سب پر ایک ساتھ جاری ہو جاتی تھی۔

۲۔ اسلام نے شروع شروع میں صرف عقیدوں کی درستی پر زور دیا۔ جب یہ مقصد کچھ کچھ حاصل ہو گیا تو خدا کی عبادت و طاعت کا سبق پڑھایا۔ جب طبیعتیں ادھر بھی متوجہ ہوئیں تو اسلام کا قانون اترنے لگا۔ اس سے پہلے تک تو یہ حال تھا کہ باپ مسلمان تو بیٹا کافر، ماں اسلام لائی ہے تو بیٹی کافرہ ہے۔ شوہر مسلمان ہو چکا مگر بیوی ابھی تک کفر کی حالت میں ہے۔ بدر کے بعد مسلمانوں میں اطمینان کی خانہ دانی زندگی پیدا ہونے لگی۔ اس لئے ۳ھ میں وراثت کا قانون اترا۔ لڑکیاں جو عربوں میں ترکہ پانے کا حق نہیں رکھتی تھیں۔ اسلام نے اُن کو بھی ان کا جائز حق دیا۔ اب تک مشرک عورتوں سے مسلمان نکاح کر لیتے تھے۔ اب وہ موقع آیا کہ گھر کی اندرونی زندگی کے سکھ اور چین کے لئے اُن سے نکاح ناجائز ٹھہرا۔

۳۔ ۴ھ میں بدکاری کی روک تھام کے لئے مجرم کو پتھروں سے مار ڈالنے کا حکم جو ..... تورات میں تھا، جاری کیا گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ شراب کا پینا پلانا بھی اسی

پابند ہوا ....

۴۔ عرب میں منہ بولے بیٹوں کا رواج تھا جن کو متبنیٰ کہتے ہیں، اور جن کے ساتھ حقیقی بیٹوں کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ اور اُن کی بیویاں حقیقی بہوئیں سمجھی جاتی تھیں ۵ھ میں اسلام نے اس دعی نسب کا خاتمہ کیا۔ جاہلیت کے زمانہ میں عورتیں بناؤ سنگار کرکے میلوں ٹھیلوں میں اور مردوں کی محفلوں میں بے روک ٹوک آتی جاتی تھیں جس سے معاشرت کی بدنامی تھی۔ اسلام نے ۵ھ میں ان باتوں کی مناسب اصلاحیں کیں۔ گھر سے نکلیں تو ایک بڑی چادر اوڑھ لیں، سینہ پر آنچل ڈالے رہیں، گھونگھرو دار بجنے والے زیور پہن کر ڈھلکتے ہوئے نہ چلیں۔ غیر مردوں سے لوچ کے ساتھ باتیں نہ کریں۔ کنوارو کے لئے بدکاری کی سزا سو کوڑے مقرر ہوئی۔ بعض قسم کی طلاقوں کی اصلاح کی گئی۔

۱۱۔ صلح حدیبیہ

۱۔ فرزندانِ توحید کو گھر اور وطن سے جدا ہوئے چھ سال کا زمانہ گذر چکا تھا کعبہ کی زیارت کے لئے بے چین تھے۔ اسلام کی دعوت عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ گئی تھی حضور نبی کریم چودہ سو مسلمانوں کو لے کر عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ قریش نے روکا۔ آخر بڑی ردوکد کے بعد حدیبیہ کے مقام پر یہ معاہدہ ہو گیا کہ .... ہے۔ ....

"مسلمان اس سال تو واپس جائیں البتہ ایک سال کے بعد

آکر عمرہ کر سکتے ہیں .... البتہ ....."

اس صلح سے گویا بڑی حد تک تمام مخالفوں کا خاتمہ ہو گیا۔ ایک تو قریش سے جو پیش پیش رہا کرتے تھے ان سے بھی مصالحت ہو گئی دونوں کے مابین تعلقات قائم ہو گئے۔ اور آمد و رفت

ہوگئی۔ قریش کو مسلمانوں کے اعمال و اخلاق کے آزادانہ مشاہدہ کا موقعہ ملا جس سے اُن میں
بھی اسلام پھیلنے لگا۔ اور اس مدت میں بکثرت عرب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسی فرصت
میں آپ نے سلاطین عالم کو بھی دعوت اسلام دی اور تمام اطراف جہان کو اور سارے قوم کو دعوت
نامے ارسال کئے اور اسلام کو دن دونی اور رات چوگنی ترقیاں ہونے لگی۔

۱۲- فتح مکہ

رمضان ۸ھ

۱۔ تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ وہ صلحنامہ جو درمیان فخر عالم اور اہل قریش کے حدیبیہ
میں کیا تھا۔ اس کو قریش نے توڑ دیا فسخ ہو جانے کا سبب یہ تھا کہ اس صلح میں قبیلہ بنی بکر
اہل قریش مکہ کا طرفدار تھا اور قبیلہ بنی خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت میں
آ گیا تھا۔ ۸ھ میں ایسی اتفاق ہوئی کہ بنی بکر کا گروہ اور بنی خزاعہ کا آپس میں تناقض واقع
ہو گیا۔ اور بنی بکر نے کفار قریش کی مدد سے بنی خزاعہ پر غفلت کی حالت میں رات کے وقت
چھاپا مارا۔ اسی وجہ سے وہ عہد نامہ جو کہ قریش اور فخر عالم کے ساتھ ہوا تھا فسخ ہو گیا۔ مگر آخر
کار قریش اپنی اس حرکت ناشائستہ اور اپنی عہد شکنی سے نادم ہوئے اور ابو سفیان
حرب جو عضو رکن تھا صلحنامہ جدید کی تکمیل کے لئے مدینہ گیا اور اپنی بیٹی ام حبیبہ
مطہرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اُن کے مکان پر جا کر وہ چاہتا تھا کہ آپ
کے بستر پر بیٹھ جائے کہ ام حبیبہ نے فوراً وہ بستر لپیٹ دیا۔ اس فعل کے باعث ابو
اُن سے بہت خفا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ: "اے بیٹی تو نے ایسی حرکت کیوں کی"۔ وہ بولیں
کہ یہ بستر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور تو کافر مشرک ہے بیٹھنا

ناپاک ہے" یہ سُنکر وہ اور بھی خفا ہوا۔ اور اُن کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ اور وہاں سے اُٹھکر
حضور کی خدمت میں آیا۔ اور باتیں کرنے لگا۔ مگر آپ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ اور منھ
پھیر لیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ عمر فاروقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ سے جو آنحضرت صلعم کی
خدمت بابرکت میں اس وقت تشریف رکھتے تھے باتیں کرنے لگا۔ انہوں نے بھی کچھ
جواب نہ دیا۔ اور وہ ناچار ہو کر مکہ واپس چلا گیا اور اہل قریش سے مدینہ کا سارا
قصہ جا کر دہرایا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصد کیا کہ کفار کی سبقت سے پہلے ہی بے خبری
کی حالت میں مکہ پر چڑھائی کرنی چاہی۔ اور ۱۰ ار رمضان ۸ھ کے اختتام کے بعد
آپ دس ہزار مہاجرین اور انصار جن میں پیادہ اور سوار شامل تھے اور دو ہزار مختلف
قبائل عرب ہمراہ لے کر مکہ کی طرف گام فرسا ہوئے۔ قریب مکہ پہونچے اہل اسلام کی
یہ جلالت و صولت دیکھکر ابو سفیان سردار مکہ بہت ہی گھبرایا۔ اور اُس کو اس طرح اضطراب
ہوا کہ خوف جان اُس پر غالب ہوا۔ اور عہدہ برائی کی امید نہ دیکھکر حضرت عباسؓ
کے وسیلے سے آپ کی خدمت مقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت عباسؓ نے اُن سے امن
کی درخواست پیش کی۔ حضور نے اُن کی درخواست قبول فرمائی اور رحمت عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت عالی و سراپا برکت میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور شہادت
دی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ افواج اسلام کو دیکھتے اور
متحیر ہوتے۔ اللہ اکبر اتنے مسلمان جوق جوق صف بندی کئے چلے آتے۔ اور ہر چہار
طرف سے مکہ کے اندر داخل ہونے جا رہے ہیں۔ اصحابہ اور ابو سردار فوج تھے۔
ایک طرف حضرت علی علم اسلام ہاتھ میں لئے ہوئے مکہ میں جا پہنچے۔ دوسری

جانب سے اور دوسرے اصحاب کبار اپنی اپنی فوج لے کر داخل ہوئے ایک دو سرے صحابی بھی سردار تھے جو مکہ کے پیچھے سے اپنی فوج ہمراہ لئے ہوئے چلے آرہے تھے۔ کہ چند کفار قریش نے اُن سے مزاحمت کی اور تیراندازی کرنے لگے۔ اس حالت کو دیکھکر وہ قریش سے لڑے اور اڑتالیس کافروں کو جہنم واصل کر کے حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس لڑائی میں دو مسلمان بھی شربت شہادت پیکر میٹھی نیند سو رہے۔

مکہ آخیر ہفتہ یا آخیر عشرہ رمضان بروز جمعہ فتح ہوا چونکہ سردار ابو سفیان اور اُن کے نائب بھی مسلمان ہو چکے تھے اس لئے رفتہ رفتہ تمام اہل مکہ مسلمان ہو گئے خالد بن ولید بھی بہت جری اور بہادر سپاہی تھے اپنے دوست واحباب اور عزیز واقارب سمیت دین اسلام میں داخل ہوئے اور اسی دن ظہر کی اذان کے وقت بلال نے بام کعبہ پر چڑھ کر باواز بلند اذان دی آپ نے جماعت کثیر کے ساتھ نماز پڑھی اور تمام شہروالوں کو امان عطا فرمائی۔ اور ابو سفیان جو اسلام کے سخت دشمن تھے جنہوں نے ہر موقع پر اسلام کو نقصان پہونچایا تھا اور جو ہر لڑائی میں آگے آگے تھے اُن تک کو حضور نے معاف کر دیا۔ اور صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ اُن کے ساتھ یہ عزت بخشی کہ جو اُن کے گھر میں پناہ لیتا اُسے بھی معافی مل جاتی۔

بعد فتح مکہ تمام اہل مکہ یکے بعد دیگر مسلمان ہو گئے اور کل عورتیں بھی ایمان لائیں۔ منجملہ ان کے ایک بیوہ بی بی میمونہ بنت حارث مسلمان ہوئیں اور یہ خالد بن ولید کی رشتہ میں پھوپی ہوتی تھیں۔ یہ بی بی اپنا کوئی وارث نہیں رکھتی تھیں۔ اور اُن کی عمر قبل اسلام کے وقت ۵۱ برس سے کچھ تجاوز کر چکی تھی۔ مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو اپنا وارث قرار دینے کے لئے اپنے نکاح کا پیغام بھیجا حضور نے بنظر ترحم بوقت مراجعت نکاح کر لیا۔ یہ بی بی آنحضرت صلعم سے از حد محبت رکھتی تھیں۔ آپ نے سب بیبیوں کے بعد انتقال فرمایا مگر واہ رے عشق صادق کہ فنافی الرسول ہو گئیں جس جگہ حضرت میمونہؓ کا نکاح ہوا اسی مقام پر جبکہ وہ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ حج کے لئے تشریف لا رہی تھیں کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

۵۔ سارے شہر میں صرف گیارہ مرد اور چھ عورتوں کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ جہاں دیکھو ان کی گردن مار دو۔ کیونکہ ان کے جرم بہت سخت تھے۔ ان میں ایک وہ تھا جو وحی لکھا کرتا تھا۔ اور پھر اسلام چھوڑ کر مکہ بھاگ گیا تھا۔ ایک ابو سفیان کی بیوی ہندہ تھی جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ دانتوں سے چبایا تھا۔ نقاب اوڑھ کر سامنے آتی ہے اور رحمتِ عالمؐ کے عام معافی کے پیغام سے خوش ہو جاتی ہے اور چلا اٹھتی ہے کہ لے اللہ کے رسول! آج سے پہلے مجھے آپ کے خیمہ سے زیادہ کسی خیمہ سے نفرت نہ تھی مگر آج سے آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی خیمہ مجھے پیارا نہیں معلوم ہوا۔

۱۳۔ رودادِ شریف

۱۔ جب کعبہ کی چھت پر اسلام کا جھنڈا بلند ہو چکا تو سارے عرب نے اس کو دینِ اسلام کی سچائی کا نشان مان لیا۔ اور ہر طرف سے لوگ کفر کے پھندے سے نکل کر اسلام کی اماں میں آ رہے تو کعب ابن زہیر جو کلام اللہ۔ رسول اللہ اور دینِ محمدی کا جانی دشمن تھا۔ بدل و جان مسلمان ہو گیا۔ کعب بہت بڑا زبردست کافر اور مشہور نامی گرامی شاعر اور کفارِ مکہ سے تھا۔ آنحضرت صلعم کے معتقدان اور دینِ اسلام کی تضحیک و ہجو و طنز برابر

اشعار و قصائد میں کرتا تھا۔ جب روز مکہ فتح ہوا تھا وہ خوف کے مارے مسلمانوں سے رُوپوش ہو گیا۔ مگر اللہ جلشانہ نے کچھ ایسی توفیق اُس کے دل میں عطا کی اور اسلام کی روشنی اُس کے سامنے ایسی مشتعل ہوئی کہ فوراً مدینہ میں مخفی طور سے چلا آیا اور دفعتہً مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ جہاں فخر عالمؐ لوگوں سے مخاطب ہو کر وعظ و نصائح بیان کر رہے تھے اور کل اصحاب ہر طرف حلقہ باندھے خاموش بیٹھے ہوئے بہت ہوش و گوش سے سن رہے تھے۔ کعب نے پہچانا کہ یہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بھیڑ کے اندر گھس کر اس مجلس وعظ میں حضور کے قریب پہونچا اور باواز بلند کہا کہ یا رسول اللہ اگر میں کعب ابن زہیر کو ایک مسلمان کی صورت حضور اقدس میں سامنے پیش کروں تو کیا اُس کی خطا آپ معاف فرما دیں گے رحمتِ عالمؐ نے جواب دیا "ہاں" تب اُس شاعر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں کعب ابن زہیر ہوں یہ سنکر بہتیرے صحابیوں نے چاہا کہ اگر آنحضرت صلعم اجازت دیں تو اس شاعر کی گردن اڑا دیں کیونکہ اس نے اہل اسلام اور بانیٔ اسلام کی پوری مذمت کی ہے آپ نے فرمایا ہرگز ایسا نہ کرو میں نے اس کی خطا معاف کی ہے۔

۲۔ اس وقت کعب نے جو فن شاعری میں کامل دستگاہ اور ایک عمدہ جوش رکھتا تھا۔ آنحضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے چند قصائد پڑھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمام حاضرین اُس کی طرف مخاطب ہو گئے۔ وہ تمام عرب میں فن شاعری میں کامل سمجھا جاتا تھا ایک قصیدہ فضائل اسلام و بانی اسلام نہایت پاکیزہ اور فصیح و بلیغ الفاظ میں پڑھا آپ ایسے خوش و محظوظ ہوئے کہ اپنی رو لئے مبارک اتار کر اُس کو انعام دیدی۔ جس کو اُس نے اپنی تمام زندگی میں بہت حفاظت اور عظمت کیساتھ رکھا۔ اس کے مرنے کے بعد اُس کی اولاد نے حضرت معاویہؓ کو ۴۰۰۰۰ ہزار دینار سرخ میں ہدیہ کیا۔ اور اُس زمانہ سے آج تک برابر

یہ دو لائے مبارک شاہان اسلام کے پاس دست بدست محفوظ رہتی گئی۔ اور بنی امیّہ شاہان دمشق سے بنی عباسیہ شاہان بغداد کے خزانہ میں پہونچی اور ابتک وہ توشہ خانہ سلطنت ترکی میں محفوظ ہے۔

۱۴۔ غزوہ حنین شہ

ا۔ ثقیف اور بنو ہوازن عرب کے وہ نہایت نامور اور دولتمند اور بہت بڑے قبائل تھے ریاست و امارت میں یہ قریش سے ہمسری کا دعویٰ رکھتے تھے۔ اور اسلام کی روز افزوں قوت اُن کے صبر و شکیب کے دامن کی دھجیاں اڑا کر رکھے دیتی تھی۔ اور یہ اس خیال سے بہت ہی پریشان تھے کہ اُن کے امتیاز ذات اور شرف کا خاتمہ ہمیشہ کے لئے ہوا جاتا ہے۔ پہلے تو یہ دور سے بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھتے رہے مگر فتح مکہ کے بعد صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور انہوں نے اپنی مہارت جنگ اور کثرت دولت و تعداد کے زعم میں جنگ کی زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ چودہ ہزار جرار لشکر لے کر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے یہ ایک اتنی بڑی تعداد تھی کہ مسلمانوں کے منہ سے بیساختہ نکل گیا کہ آج کون ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے خدا کو یہ زعم و غرور ناگوار گذرا اور پہلے ہی حملہ میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور آپ میدان میں تنہا رہ گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو جہاں انہیں اس تعلی کا بدلہ دینا تھا وہاں دین کی لاج بھی رکھنی تھی جو جان نثار حضور نبی کریم کے گرد و پیش رہ گئے تھے حضور کے اشارہ سے انہیں آوازیں دی گئیں۔ ان آوازوں پر جو مسلمان جہاں تھا وہیں سے لوٹ پڑا اشاعت کی جنگ ہوئی اور فضل الٰہی سے مسلمان کامیاب ہوئے۔ چھ ہزار قیدی گرفتار ہوئے اور مال غنیمت

تو اس کثرت سے ہاتھ آیا کہ اُس کا کچھ شمار ہی نہ تھا۔

۲۔ گرفتار شدگان میں آپ کی رضاعی بہن اور بھائی بھی تھے ۔ اور آپ نے اس قبیلہ میں پرورش پائی تھی چنانچہ ایک سفارت قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے حاضر ہوئی۔ دریائے رحم جوش میں آگیا اور آپ نے چھ ہزار قیدی وہیں کھڑے کھڑے چھوڑ دئے اس طرح کہ سب کو لباس وغیرہ بھی تقسیم ہوگئے۔

۳۔ حنین کے شکست خوردہ مشرک بھاگ کر طائف کے قلعہ میں جمع ہوئے اور لڑائی کا سامان شروع کر دیا اس لئے حنین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے اور تھوڑے دنوں قلعہ کا محاصرہ کر کے لوٹ آئے۔

۱۰ ۔ غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان شام میں ایک مقام ہے سنہ ۹ھ میں آنحضرت نے اس پر فوج کشی کی، اس کا باعث یہ ہوا کہ سنہ ۹ھ میں مدینہ میں نہایت زور شور سے خبر پھیلی کہ رومی بڑے سامان سے مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ لخم وجذام (عرب قبیلے بھی) ان کے ساتھ ہیں، چونکہ مسلمان اور شامیوں میں چھڑ چکی تھی۔ اس لیے مسلمانوں کو اُس کے صحیح سمجھنے میں تامل نہ ہوا۔ اور رسول اللہ نے تیاری کا حکم دیدیا۔ اتفاق سے امسال عرب میں سخت قحط تھا۔ گرمی بڑے غضب کی پڑ رہی تھی اس لئے لوگوں کو نکلنا بہت شاق تھا۔ منافقوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے خفیہ مسلمانوں کو روکنا شروع کردیا مسلمان یونہی تنگدست تھے۔ قحط نے اور حالت زبوں کر دی تھی۔ اس لیے آپنے تمام قبائل عرب سے چندہ طلب کیا، متمول صحابہؓ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں حضرت

عثمانؓ نے تین سو اونٹوں سے مدد کی۔ پھر بھی بہت سے صحابہؓ ناداری کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے قرآن نے اُن کی معذوری کی وجہ سے انہیں جہاد کی شرکت سے مستثنیٰ کر دیا۔ اور آپ حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر تیس ہزار صحابہؓ کو لے کر مدینہ سے شام روانہ ہوئے۔ تبوک پہونچ کر معلوم ہوا کہ رومیوں کے حملہ کی خبر صحیح نہ تھی لیکن بالکل غلط بھی نہ تھی۔ ایک غسانی سردار عربیوں سے ساز باز کر رہا تھا۔ حضور نے بیس دن قیام فرمایا۔ اس دوران میں ایلہ رئیس یوحنا اور جربا اور اذرح کے عیسائیوں نے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ* دینا قبول کیا۔ دومۃ الجندل کا عرب سردار اکیدر قیصر کے ماتحت تھا۔ آنحضرت نے حضرت خالدؓ کو اس کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا انہوں نے جا کر اس کو گرفتار کر لیا پھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضری دینے کی شرط پر رہا کر دیا۔ چونکہ تبوک میں رومیوں کی تیاری کی کوئی خبر نہ ملی اس لئے بیس دن قیام کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔

نواں باب

۱۔ سفارت اسلام

اسلام کو اپنی زندگی کے انیسویں برس یہ موقع ملا کہ وہ دنیا کی اطمینان کے

---

* جزیہ: اسلام میں اگلے پیغمبروں کی امتوں کے ساتھ یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ اگر تھوڑا سا محصول دے کر مسلمانوں کی رعایا بن جائیں تو مسلمان ان کی ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری اُٹھالیں اس محصول کا نام قرآن پاک میں "جزیہ" رکھا گیا ہے۔ ۱۲-م-غ

ساتھ اپنا پیغام سنا سکے اس زمانہ میں لوگ اپنے اپنے رئیسوں اور بادشاہوں کے تابع ہوتے تھے۔ جو وہ کرتے تھے وہ سب کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے ایک دن مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر کے فرمایا۔ لوگو! خدا نے مجھے ساری دنیا کی رحمت بنا کر بھیجا ہے اب وقت آیا ہے کہ تم اس رحمت کو دنیا والوں میں بانٹو۔ اٹھو۔ اور حق کا پیغام ساری دنیا کو سناؤ۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں میں چند ہوشیار مسلمانوں کو چنا۔ اور ان کو اسلام کی دعوت کے خط دے کر آس پاس کے رئیسوں اور بادشاہوں کے پاس بھیجا۔ جن کے حالات ذیل میں اختصار کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) بصرہ کے حاکم کے نام نامہ
جنگ موتہ ۸ھ

۸ھ میں آنحضرت نے حارثؓ بن عمر کو ایک خط دے کر بصرہ کے حاکم کے پاس بھیجا۔ لیکن راستے میں موتہ کے حاکم شرجیل نے انہیں پکڑ کر شہید کر دیا۔ اور خط پھاڑ دیا۔ دستور کے ایلچی کو کوئی بھی کچھ نہ کہتا تھا۔ نیز قاصدان اسلام کے ساتھ بھی کسی نے یہ حرکت نہیں کی تھی قاصد کا قتل معمولی بات نہ تھی آنحضرت کو بہت افسوس ہوا۔ اور تین ہزار کے لشکر پر زید بن حارثؓ کو (جو آپ کے آزاد غلام تھے) اور جن کی پرورش آپ نے بیٹے کی طرح کی تھی۔ سردار بنا کر حاکم موتہ کو سزا دینے کے لئے روانہ کیا۔ چلتے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائیں۔ تو ان کی جگہ جعفرؓ ابو طالب سپہ سالار ہوں۔ اگر وہ بھی نہ رہیں تو عبداللہؓ بن رواحہ علم سنبھال لیں۔ اور ان کے بعد جس کو مسلمان پسند کریں۔ وہی سپہ سالار ہو۔ شرجیل کو بھی کسی طرح پتہ چل گیا۔ اس

نے اپنے بھائی شدوس کو لشکر دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا۔ تھوڑی دیر کے بعد شدوس مارا گیا۔ شرجیل کو خبر ہوئی تو اُس نے بصرہ اور روم کے بادشاہوں سے فوجیں منگائیں اور ایک لاکھ کی فوج لیکر مقابلہ پر آ ڈٹا مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ بعض کی رائے تھی کہ ہم بھی آنحضرت کو لکھ کر فوج منگائیں لیکن عبداللہؓ بن رواحہ نے ایک جوشیلی تقریر کر کے مسلمانوں کو گرما دیا۔ اور وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح کفار کی صفوں میں جا پڑے۔ غضب کا رن پڑا۔ بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔ زید بن حارثؓ جعفرؓ بن ابوطالب اور عبداللہؓ بن رواحہ آنحضرت کے ارشاد کے مطابق باری باری سے علم بردار ہو کر شہید ہوئے پھر خالدؓ بن ولید نے جھنڈا سنبھالا۔ اور سپاہیوں کو آگے پیچھے کچھ اس طرح کھڑا کیا کہ کفار بھی سمجھے کہ مسلمانوں کو بھی مدد پہونچ گئی ہے۔ حضرت خالدؓ نے اس زور سے حملہ کیا کہ آپ کے ہاتھ میں اُس روز آٹھ تلواریں ٹوٹیں۔ ان کی اس بہادری سے کفار پر ہیبت چھا گئی۔ اور بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان کامیابی سے واپس آئے۔

۲۔ آنحضرت مدینہ میں بیٹھے اس جنگ کا سارا حال بتاتے رہے کہ اب زیدؓ شہید ہوئے اور اب جعفرؓ اور اب عبداللہؓ۔ جب حضرت خالدؓ نے علم لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب سیف اللہ نے علم سنبھالا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ یہ آنحضرت کا کھلا معجزہ تھا۔ اُسی دن سے حضرت خالدؓ کو سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کہنے لگے۔

(۳) نجاشی کے نام نامہ

یہ حبشہ کا بادشاہ تھا۔ اُس کے نام عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک

نامہ بھیجا جس میں ارشاد تھا کہ

"میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ سارے جہان کا بادشاہ ہے۔ وہ سب عیبوں سے پاک سلامتی بخشنے والا اور سب پر غالب ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ خدا کا بندہ۔ اس کی روح اور اس کا کلمہ ہے۔ اور مریم روح و کلمہ کے باعث حاملہ ہوئی۔ خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح پیدا کیا تھا۔ جو مریم کے پیٹ میں رکھ دی گئی تھی جیسا کہ اُس نے آدم کو اپنی مہربانی سے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا تھا۔ اُس میں اپنی روح پھونک دی...... نجاشی! میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اُسکی عبادت کی دعوت دیتا ہوں۔ مناسب ہے کہ تم میری نبوت پر ایمان لے آؤ۔ کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے تم کو پیغام پہونچا دیا۔ اور نصیحت کردی۔ سو تم میری نصیحت مان لو۔ اُس شخص پر سلامتی ہو۔ جو سیدھے راستے پر چلا......"

نجاشی نے آپ کے خط کو بڑی عزت سے لیا۔ اور پڑھتے ہی مسلمان ہوگیا۔ پھر اُس نے آنحضرت کے خط کا جواب دیا جس میں اپنے اسلام اور زیارت کے شوق کا حال لکھا۔ اور اپنے ایک رشتہ دار کے ہاتھ بہت سے تحفے دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور آپ کے دونوں حکموں کی تعمیل کی۔

(۳) ہرقل قیصر روم کے نام نامہ

اس نامہ کو وجیہہ کلبیؓ کے ذریعہ بھیجا۔ ہرقل نے بھی سفیر کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اس نامہ کا مضمون یہ تھا

"اے ہرقل روم! اسلام قبول کر تاکہ سلامت رہے اور خدا تجھے اس کا اجر دے گا۔ اگر تو منہ پھیر لے گا اور دین اسلام قبول نہیں کرے گا تو ایک تو تیرے اپنے انکار کا وبال تجھ پر پڑے گا۔ دوسرے تیری رعایا کے اسلام کو نہ قبول کرنے کا عذاب بھی تجھ کو ہوگا۔"

جس وقت یہ نامہ وجیہہ کلبیؓ لے کر پہونچے۔ اس وقت ہرقل ایران پر فتح حاصل کرنے کی خوشی میں بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ اس واسطے وجیہہ کلبیؓ حاکم بصرہ کی وساطت سے بیت المقدس میں اس کے پاس جا پہونچے۔ ہرقل نے وجیہہ کلبیؓ کو خلوت میں بلا کر کہا مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جن کے ہم منتظر تھے اور جن کی تعریف وتوصیف آسمانی کتابوں میں ہم نے پڑھی ہے۔ مگر افسوس کہ میں اُن کی متابعت نہیں کرسکتا کیونکہ ایسا کروں تو مجھے مار ڈالیں گے۔ میں نبوت کا قائل ہوں۔ بعد ازاں اُس نے وجیہہ کلبیؓ کو ایک پادری کے پاس پہونچایا۔ جس نے حالات سنکر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور گرجا میں آکر لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ مگر انہوں نے اُسے وہیں تہ تیغ کر دیا۔ وجیہہ کلبیؓ نے یہ حال ہرقل کو سنایا۔ تو اُس نے کہا عیسائیوں میں یہ شخص مجھ سے زیادہ ہر دلعزیز اور ذی وقار صاحب فضل وکمال تھا۔ جب اس کا یہ حال ہوا تو میرے ساتھ

اگر ایمان لاؤں تو اُس سے بھی بُرا برتاؤ کریں گے۔

(۳) شاہ ایران کے نام نامہ

ان دنوں خسرو پرویز ایران کا بادشاہ تھا۔ آپ نے عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حاکم بحرین کی معرفت اُسے نامہ بھیجا۔ جس میں تحریر فرمایا کہ:۔

"اے فارس کے بزرگ! میں خدا کا رسول ہوں۔ اور میری رسالت کا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈراؤں سو اگر تو بھی عذاب آخرت سے امن میں رہنا چاہتا ہے تو خدا کا حکم میں تجھے سناؤں۔ اُس کو مان۔ اور میری پیروی اختیار کر ورنہ تیرے اپنے انکار اور تیری تمام رعایا کے نہ ماننے کا عذاب تیری گردن پر ہوگا۔"

خسرو نے نامہ پڑھکر نہایت پیچ و تاب کھایا۔ اور مارے غصہ کے اس نامہ کو پھاڑ ڈالا۔ خسرو کی شقاوت نے یہی نہیں کیا۔ بلکہ اُسی وقت یمن کے حاکم کے نام حکم بھیجا کہ حجاز کے اُس شخص کو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ پکڑ کر میرے پاس بھیج دے۔ حاکم مذکور نے اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔ غرض اُسنے دو آدمی آپ کے پکڑنے کے واسطے مدینہ روانہ کئے۔ یہ شخص جب مجلس نبوی میں آئے تو اُن پر ایسی ہیبت چھائی کہ اگر آپ ان کو اپنے سامنے سے نہ اٹھا دیتے تو اُن کا بند بند جدا ہو جاتا۔ دوسرے دن آپ نے ان کو پھر بلایا۔ اور فرمایا کہ جاؤ اور اپنے حاکم کو خبر دو کہ رات تمہارے بادشاہ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر ڈالا اور قریب ہے کہ میرا دین اس ملک میں پھیل جائے۔

اگر تو اسلام قبول کرے گا تو جتنا ملک تیرے ماتحت ہے وہ تیرے ہی پاس رہے گا۔ جب یمن کے حاکم کو یہ پیغام پہونچا اور ساتھ ہی فارس سے خسرو کے مرنے کی خبر کی تصدیق بھی ہو گئی تو وہ اپنی رعایا سمیت مسلمان ہو گیا۔

(۵) مقوقس والیٔ مصر کے نام نامہ

اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نامہ لے کر گئے۔ اُس نے سفیر اور نامہ کی بہت تعظیم کی۔ مضمون یہ ہے:۔

"اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمدؐ کی طرف سے قوم قبط کے سردار مقوقس کی طرف ہدایت کی پیروی کرنیوالے پر سلام ہو! امابعد میں تجھے اسلام کی طرف بلاتا ہوں اگر تو نے اسلام قبول کر لیا تو محفوظ ہو جائے گا۔ اور خدا تجھے دگنا اجر دیگا اور اگر تو نے اعراض کیا تو قوم قبط کا گناہ بھی تیرے سر لازم آئے گا۔ اے اہل کتاب آؤ ہم ایک ایسی بات پر اتفاق کرلیں کہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے (یعنی) یہ کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور یہ کہ ہم میں سے کوئی دوسرے کو اپنا کارساز نہ بنائے۔ اگر وہ اعتراض کریں تو کہہ دو کہ اس بات پر گواہ رہنا کہ ہم اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں!!"

مضمون نامہ پڑھکر حاطبؓ سے خلوت میں بہت سی باتیں کیں اور یہ بھی کہا کہ "جو

اوصاف تو نے بیان کئے ہیں وہ سب اس پیغمبر کے ہیں جس کے آنے کی خبر حضرت عیسیٰ نے دی ہے ...... بے شک سب پر غالب آئے گا۔ اور اس کے اصحاب اس ملک کو فتح کر لیں گے۔ پھر حاطبؓ کو چند تحفے اور نامہ کا جواب دے کر واپس کر دیا۔ اس نامہ کا مضمون یہ تھا:۔

"میں نے آپؐ کا خط پڑھا۔ اور اُسے سمجھا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک پیغمبر خاتم النبیین ہوگا۔ آنے والا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ شام میں ہوگا۔ میں آپ کے سفیر کے ہاتھ آپ کے لئے اپنے ہاں کی عمدہ چیزیں بطور تحفہ بھیجتا ہوں۔ قبول ہوں"

تحفوں کی تفصیل یہ ہے:۔ ماریہ قبطی اور اُس کی بہن سیرین۔ چار ترکی لونڈیاں ایک خواجہ سرا، ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا، ایک گدھا جس کا نام عفیر یا یعفور تھا۔ کچھ کپڑے کچھ شہد، ہزار مثقال سونا۔ اس کے علاوہ حاطبؓ کو بھی پانچ جامے اور سو مثقال سونا عطا کیا۔

(۴) والیٔ شام کے نام نامہ

اس کا نام حارث بن ابی سمر غسانی تھا۔ اس کے پاس شجاعؓ بن وہب تقریباً اسی مضمون کا نامہ لے کر گئے تھے جو مقوقس کے نام بھیجا گیا تھا۔ یہ قیصر روم کے ماتحت تھا۔ اور ان دنوں وہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا۔ اس لئے کچھ عرصہ تک اس کی ملاقات نہ ہوئی۔ اسی اثنا میں اس کے درباریوں میں ایک شخص مسلمان ہو گیا۔ اُس نے شجاعؓ کی بہت خاطر تواضع کی اور موقع پا کر حاکم سے ملاقات کرا دی۔ جب شجاعؓ حاکم

کے سامنے ہوئے تو انہوں نے خسرو دوعالم کا فرمان پیش کیا۔ مگر اُس نے اُسکو پڑھتے ہی پھینک دیا اور بہت سی نامناسب باتیں کیں۔ بلکہ جوش میں آکر فوج کو بھی جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ لیکن جنگ کے واسطے قیصر کی منظوری لینی ضروری تھی اس لئے فوراً اُس کی خدمت میں ایک درخواست لڑائی کی منظوری کے واسطے بھیجدی۔ اور اس میں سب حالات مفصل درج کر دیئے۔ جب یہ تحریر قیصر کے پاس پہونچی تو اُس نے جواب دیا کہ ابھی ارادے کو ملتوی رکھو۔ اور میرے پاس چلے آؤ۔ مشورے کے بعد جیسی مصلحت ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس کا جواب آنے پر حاکم مذکور نے شجاعؓ کو سّو مثقال سونا دے کر رخصت کر دیا۔ ایک فرمان منذر بن ساوی شاہ بحرین کے پاس بھیجا تھا

(۷) والئ یمامہ کے نام نامہ

اس کا نام ہوذہ تھا۔ اس کے پاس سلیطؓ بن عمر عامری نامہ لے کر گئے تھے فرمان کا مضمون یہ تھا :-

"میں خدا کا رسول ہوں۔ میرا دین عنقریب ان سب مقامات میں پھیل جائے گا جہاں چار پاؤں کے پاؤں پہونچتے ہیں۔ بس تم کو بھی چاہیئے کہ مسلمان ہو جاؤ تاکہ دنیا اور آخرت کی آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ ہو۔"

ہوذہ نے سفیر کی بہت تعظیم کی اور معقول انعام دیا۔ اور فرمان کا جواب یہ تحریر کیا۔

"جس طریق کی طرف آپ خلقت کو بلا رہے ہیں۔ بہت

اچھا ہے میں شاعر اور خطیب ہوں۔ اس واسطے عرب میں میرا
بہت بڑا رعب ہے اور لوگ میری بڑی عزت کرتے ہیں۔ آپ اپنی
ملک سے کچھ دے دیں تو میں متابعت کر لوں گا۔"
لیکن آپ نے اُس کے اس دنیا پرستی کے ساتھ ایمان لانے کو پسند نہیں فرمایا
اور کچھ جواب نہیں دیا۔

دسواں باب

۱۔ عمرۂ ۷ھ

عمرہ ایک قسم کا چھوٹا حج ہے، جس میں احرام کے ساتھ کعبہ
کے گرد گھوم کر اور صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے بیچ میں تیز
چل کر کچھ دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔

پچھلے سال حدیبیہ میں طے پایا تھا کہ اگلے سال مسلمان مکہ آکر عمرہ ادا کریں۔ اس
شرط کے مطابق فخرِ دو عالم نے عمرہ کا اعلان کیا، اور مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ جوش
کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ شرط تھی کہ مسلمان ہتھیار اُتار کر مکہ میں داخل ہوں گے۔ اگرچہ
یہ شرط پوری کرنی خطرے سے خالی نہ تھی مگر مسلمانوں نے خانہ کعبہ کی زیارت کے شوق
اور معاہدے کے احترام میں اس شرط کو پورا کیا۔ مکہ سے آٹھ میل ادھر ہی سارے ہتھیار
اُتار کر رکھ دیئے گئے۔ اور دو سو سواروں کا ایک دستہ اس کی حفاظت پر متعین ہوا باقی

مسلمانوں نے مکہ میں داخل ہو کر جوش و خروش کے ساتھ جھومتے تینتے عمرہ کے سب کام پورے کئے۔ تین دن بعد شرط کے مطابق آپ مکہ سے نکلے۔

۲۔ پہلا حج ۹ھ

حج اکبر

۱۔ اسلام کی دعوت شروع ہوئے بائیس۲۲ برس ہو چکے تھے۔ بائیس برس کی لگاتار کوششوں سے اب عرب کا ذرہ ذرہ اسلام کے نور سے چمک رہا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ کی آوازیں اس کی ہر گھاٹی سے اونچی ہو رہی تھیں۔ یمن کی سرحد سے لیکر شام کی سرحد تک اب اسلام کی حکومت تھی۔ اور خدا کا گھر اب توحید کا مرکز بن چکا تھا۔ اب وہ وقت آیا کہ اسلام کا وہ مذہبی دربار جو حج کے نام سے مشہور ہے اللہ کے بتائے اور حضرت ابراہیمؑ کے بتائے ہوئے دستور کے مطابق آراستہ ہو۔ تبوک سے واپسی پر فخرِ دو عالم نے ۹ھ میں ذیقعدہ کے آخر یا ذی الحجہ کے شروع مہینہ میں تین سو۳۰۰ مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے مکہ کو روانہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس قافلہ کے سردار، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے نقیب اور حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ منادی اور معلم بنائے گئے تھے۔ اور قربانی کے لئے بیس اونٹ ساتھ تھے۔

۲۔ قرآن نے اس حج کا نام حجِ اکبر (بڑا حج) رکھا ہے۔ کیونکہ یہ کفر کی حکومت ختم ہو جانے اور اسلام کے عہد کے شروع ہونے کا سب سے پہلا اعلان تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کے اصلی طریقے بتائے اور سکھائے۔ اور قربانی کے

دن کھڑے ہو کر اسلام کا خطبہ پڑھا۔ اور ان کے بعد حضرت علیؑ بن ابی طالب نے برات کی اُس سورۃ سے چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ جن میں کافروں سے ہر طرح کے تعلق توڑے جانے کا اعلان تھا۔ اور منادی کر دی گئی کہ اب سے کوئی مشرک خانہ کعبہ میں نہ آنے پائے گا، اور نہ کوئی ننگا ہو کر حج کر سکے گا۔ اور صلح کے وہ تمام معاہدے جو مشرکوں سے ہوئے تھے آج سے چار مہینہ کے بعد سے ٹوٹ جائیں گے۔

گیارہواں باب

۱۔ حکومتِ اسلام

سنہ۱۰ھ میں مکہ تمام کافروں سے پاک ہو گیا۔ اور اسلام کا نور سارے عرب اور حجاز میں پھیل گیا لیکن عرب کے کچھ صوبے ایسے باقی تھے جو آفتاب رسالت کے دامن سے نہیں سپٹے تھے۔ چنانچہ فخرِ دو عالم نے ایک ایسا گروہ یمن، عمامہ، بحرین، عمان ملک شام اور دنیا کے دوسرے حصوں میں بھیجا جو دینِ اسلام کا نمونہ اور اسلامی پیام کا قاصد بن کر ہدایت کا پیام اور عمل پہونچا سکے۔ اور اس طرح ساری دنیا اسلام کی تعلیم سے منور ہو سکے۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے حق کی آواز عرب کے ایک ایک گوشہ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں پہونچ گئی۔ اور خدا کے سوا ہر باطل کا خوف آسمان و زمین کی ہر قوت کا ڈر، ہر باطل وسوسہ کا ہراس، دیو، فرشتہ، بھوت، پریت، چاند، سورج، ستارے، دریا، جنگل، پہاڑ غرض کہ ہر مخلوق، ہر طاقت اور ہر مادی

اور روحانی مظہر کی خدائی ہیبت جو کمزور انسانوں پر چھائی تھی اس سارے ظلم کو توڑ کر ایک
نئی قوم، نئی اُمت، نیا تمدن، نیا قانون اور نیا نظام زمین کے پردہ پر قائم کر دیا۔

۲۔ تکمیلِ دین اور اسلامی نظام

اب عرب بلکہ سارے حجاز میں اسلام کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ توحید کی اشاعت
کی راہ سے مشکل کا ہر ہر پتھر ہٹ چکا تھا۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی
آواز سے عرب کا پورا جزیرہ گونج اٹھا۔ تو وقت آیا کہ دین اپنے پورے احکام کے
ساتھ تکمیل کا درجہ پائے۔ چنانچہ اس کا نظام قائم کیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ
فرماتی ہیں کہ "سب سے پہلے قرآن پاک کی وہ آیتیں اُتریں جو دلوں میں نرمی، خون
میں گرمی اور خیالوں میں تبدیلی پیدا کریں" "جب یہ ہو چکا تو احکام کی آیتیں آئیں"

۱۔ نماز

اس وقت اللہ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ اپنے سارے حکموں سے ان کو آگاہ
کیا۔ ان کو بتایا گیا کہ دن میں پانچ دفعہ حضرت ابراہیمؑ کی مسجد (کعبہ) کی طرف منہ کر کے خدا
کے حضور میں کھڑے ہوں۔ گھٹنوں کے بل جھک کر (رکوع) اپنی بندگی کا اقرار
کریں۔ پھر زمین پر سر رکھکر (سجدہ) اپنا عجز نمایاں شکل میں ظاہر کریں۔ یہ
نماز کہلائی۔

۲۔ جماعت

یہ نماز سارے مسلمان ایک وقت پر ایک جگہ اکٹھے ہو کر امام کے پیچھے ایک

ساتھ ادا کریں۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ نماز جس طرح خدا اور بندہ کے لگاؤ کی سب سے مضبوط کڑی ہے اسی طرح یہ مسلمان کے قومی نظام کی حقیقی شکل بھی ہے۔ یعنی سارے مسلمان ایک ہوکر ہر فرق کی قید کو توڑ کر۔ ایک صف میں کھڑے ہوکر ایک ایسی متحد جماعت کی صورت بن جائیں کہ ان کے تمام ظاہری فرق مٹ جائیں۔ اور وہ سب مل کر ایک امام کے ایک ایک اشارے پر حرکت کریں۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ نماز میں سارے مقتدی پاؤں سے پاؤں ملا کر خوب مل کر کھڑے ہوں تاکہ ان کے دل بھی اسی طرح مل جائیں۔ اسلام کے سارے احکام میں نماز کی حیثیت سب سے بڑی ہے ــــ اس لئے اس کو دین کا ستون فرمایا۔ اس میں قرآن اور دعا کے سوا ہر قسم کی انسانی بول چال، اشارے، سلام و کلام وغیرہ کی ممانعت ہے۔ اور ایک ساتھ ایک جگہ مل کر نماز پڑھنا جس کو جماعت کہتے ہیں واجب ٹھہرایا گیا۔

۳۔ قبلہ

نماز کی سمت خانہ کعبہ مقرر ہوئی تاکہ دنیا بھر کے مسلمان وحدت کے ایک رنگ میں نمایاں ہوں۔

۴۔ جمعہ

ہفتہ کی اجتماعی نماز جس کا نام جمعہ ہے آبادی کے سارے مسلمان مل کر ایک ساتھ دن کی روشنی میں دوپہر کے وقت زوال کے بعد ادا کریں۔ اور امام جمعہ کا خطبہ پڑھائے۔

۵۔ خطبہ

نماز سے پہلے خدا کی تعریف (حمد) اور قرآن کی تلاوت کے ساتھ مسلمانوں کی تعلیم، تنبیہ اور نصیحت سے بھری ہوئی مختصر تقریر جس کو خطبہ کہتے ہیں پڑھائیں۔

۶۔ امام

مسلمانوں کے معلم، مبلغ، مفتی اور پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں وہ ان کو اچھی باتیں سکھائیں بری باتوں سے روکیں۔ ان کو ضرورت کے مسئلے بتائیں۔ اور بچوں کو اللہ رسول کا کلمہ سکھائیں۔ دین کی باتیں بتائیں۔ اور قرآن کی تعلیم دیں۔

۷۔ مسجد

ہر آبادی میں خدا کے نام سے نماز اور مسلمانوں کی دوسری اجتماعی ضرورتوں کے لئے مسجدیں بنائیں یہ مسجدیں ان کی نماز اور جماعت کا گھر، اُن کی تعلیم کا مدرسہ، اُن کے وعظ و پند کا مقام، اُن کے قومی و دینی کاموں کی مشورہ گاہ اور ان کے قاضیوں اور حاکموں کی عدالت قرار پائیں۔

۸۔ زکوٰۃ

زکوٰۃ کا نظام غریب مسلمانوں کی امداد کے لئے مقرر ہوا۔ یعنی یہ کہ ہر مسلمان ہر سال اپنے اس سونے چاندی کے مال پر جو اس کی ضرورت سے زیادہ ہو، سال بھر کے

لہٰذا اس کا چالیسواں حصہ خدا کی راہ میں دے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس سونے چاندی کے علاوہ جانور ہوں، یا کھیت ہوں تو اُن پر مختلف تعدادوں کے مطابق ایک حصہ خدا کے کاموں کے لئے فرض کیا گیا۔

۹۔ بیت المال

یہ ساری رقمیں اور جانور اور پیداوار یں مسجد کے مؤذن یا کسی عامل کے پاس جمع کی جائیں۔ اور ضرورت کے مطابق ضرورت مندوں میں بانٹ دی جائیں۔ فخرِ دوعالم کے بعد اس کام کے لئے ایک الگ دفتر بنا دیا گیا تھا۔ جس کا نام بیت المال رکھا گیا۔

۱۰۔ عامل

زکوٰۃ کے تحصیل وصول کے لئے لوگ مقرر کئے جائیں جن کو عامل کہتے ہیں۔

۱۱۔ روزہ

مسلمان کو اللہ کی طرف سے قرآن کی صورت میں زندگی کا جو ہدایت نامہ ملا اُس کی خوشی اور تقریب میں اس کی سالانہ یادگار اسی مہینہ میں جس میں قرآن پاک پہلی دفعہ آسمان اول پر نازل ہوا۔ یعنی رمضان کے مہینہ میں ہر سال سنانا ضروری ٹھہرا لیا گیا۔ تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکریہ ادا کریں۔ اور مہینہ بھر اسی کیفیت میں گزاریں۔ جس کیفیت میں اس مہینہ کو اسلام کے پیغمبر اور قرآن کے پہلے مخاطب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزارا۔ یعنی صبح سے شام تک مہینہ بھر ہم کھانے پینے

اور دوسری نفسانی کاموں سے پرہیز کریں جس کا نام روزہ ہے۔

۱۲۔ تراویح

اور ہو سکے تو راتوں کو کھڑے ہو کر دو دو رکعتوں میں کلام پاک سنیں جنکو تراویح کہتے ہیں اور دوسری عبادتوں میں یہ مہینہ بسر کریں۔

۱۳۔ عید

مہینہ کے ختم ہونے پر شوال کی پہلی تاریخ کو عید کا دن منائیں۔ اچھے اچھے کپڑے پہنیں۔ خوشبو لگائیں اور سب مل کر عیدگاہ جاکر شکرانہ کی دو رکعتیں ادا کریں۔

۱۴۔ صدقۃ الفطر

اور اسی دن نماز سے پہلے غریبوں کے کھانے کے لئے غلہ کی کچھ کچھ مقدار اُن کی نذر کریں تاکہ وہ بھی یہ دن خوشی خوشی منائیں۔ اس کو صدقۃ الفطر کہتے ہیں۔ اس غلہ کی قیمت دیدینا بھی جائز ہے۔

۱۵۔ حج

ا۔ اسلام کا چوتھا رکن ہے۔ خانہ کعبہ وہ مقدس مسجد ہے جس کی دنیا کے ہر حصہ سے ایک خدا کے ماننے والے سال میں ایک دفعہ اکٹھے ہو کر ابراہیمی طریق سے خدا کی عبادت کریں اور جن مسلمانوں کی طاقت ہو اور ان کے پاس راستہ کا خرچ ہو

۱؎ غریب اور محتاج کو

دہ عمر میں ایک دفعہ اس مسجد میں حاضر ہوں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس مسجد کے چاروں طرف پھیریں کریں۔ جو طواف کہلاتا ہے۔ اور صفا اور مروہ۔ نامی دو پہاڑیوں کے بیچ میں ویسے ہی دوڑ دوڑ کر اللہ سے دعا مانگیں جیسے حضرت ہاجرہؓ دوڑی تھیں۔ اور عرفات ومنیٰ کے میدانوں میں خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اور منیٰ میں آکر حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح قربانی کا جشن منائیں۔

۲۔ کلمۂ توحید کے بعد اسلام کے یہ چار رکن ہیں۔ یہ چاروں رکن اب تکمیل کو پہنچ گئے اور دین کے وہ احکام جو اخلاق کی پاکی اور معاملات میں عدل اور انصاف کا لحاظ رکھنے کے لئے ضروری تھے۔ وہ مسلمانوں کو سکھا دیئے گئے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے انسانیت نے مساوات کا سبق سیکھ لیا۔ قریش اور غیر قریش عرب اور عجم، کالے اور گورے، امیر اور غریب سب ایک خدا کے بندے ہو کر اسلام کے ہر حق میں اور آخرت کے ہر مرتبہ میں برابر ٹھہر گئے۔ انسانوں کی پیدا کی ہوئی ساری تفریقیں مٹ گئیں۔ آپ ایک آدمؑ کے بیٹے ٹھہرے اور آدمؑ مٹی کا پتلا تھے۔

بارہواں باب

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

۱۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مقصد کی خاطر زمین کے پردہ پر بھیجا تھا۔ جب وہ انجام پا چکا تو اطلاع آئی کہ تمہارا کام پورا ہو چکا اب تم خدا

کے پاس واپسی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ سورۃ نصرہ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۔ اس واقعہ کی خبر ہے۔

۴۔ ذیقعد ۱۰ھ میں فخرِ دو عالم مکہ معظمہ حج کے ارادہ سے تشریف لے گئے۔

۲۶ ذیقعد کو آپ نے غسل فرمایا اور چادر اور تہمد باندھا۔ اور ظہر کی نماز کے بعد مدینہ سے باہر نکلے۔ مدینہ سے چھ میل پر ذوالحلیفہ کے مقام پر رات گذاری اور دوسرے دن دوبارہ غسل فرما کر دو رکعت نماز ادا کی اور احرام باندھکر قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے یہ الفاظ فرمائے جواب تک ہر حاجی کا ترانہ ہے

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ	اے خدا ہم تیرے لئے حاضر ہیں
لَا شَرِیْکَ لَکَ	اے خدا ہم تیرے لئے حاضر ہیں
لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ	تیرا کوئی شریک نہیں ہم تیرے سامنے
وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ	حاضر ہیں تعریف اور نعمت سب تیری ہے
لَا شَرِیْکَ لَکَ۔	اور بادشاہی تیری ہی تیرا کوئی شریک نہیں

حضرت جابرؓ جو اس حدیث کے بیان کرنے والے ہیں کہتے ہیں کہ ہم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں بائیں جہاں تک نظر کام کرتی تھی۔ آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ جب فخرِ دو عالم لَبَّیْکَ فرماتے تھے تو اس کے ساتھ کم و بیش ایک لاکھ آدمیوں کی زبان سے یہی نعرہ بلند ہوتا تھا۔ اور دفعتہً پہاڑوں کی چوٹیاں اس کی آواز سے گونج اٹھتی تھیں۔ اس طرح منزل بہ منزل آپ آگے بڑھتے چلے یہاں تک کہ اتوار کے روز ۵ ذوالحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے۔ کعبہ نظر آیا تو فرمایا "اے خدا! اس گھر کو عزت اور شرف دے" کعبہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیمؑ میں کھڑے ہو کر دو رکعت نماز

ادا کی۔ اور صفا کی پہاڑی پر چڑھکر فرمایا:۔

" خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں
اسی کی بادشاہی اور اسی کی حمد ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے۔
اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ کوئی خدا نہیں۔ مگر وہی اکیلا
خدا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندہ کی مدد کی اور
اکیلے سارے جتھوں کو شکست دی "

عمرہ سے فارغ ہو کر آپ نے دوسرے صحابیوں کو احرام کھولدینے کی ہدایت فرمائی۔ جمعرات کے روز ۸ ذی الحجہ کو آپ نے سارے مسلمانوں کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا۔ دوسرے دن ۹ ذی الحجہ کو صبح کی نماز پڑھکر منیٰ سے روانہ ہوئے۔ عام مسلمانوں کے ساتھ عرفات آکر ٹھہرے۔ دوپہر ڈھل گئی تو قصوا پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ اور اسی اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے حج کا خطبہ دیا۔ خطبہ ختم ہوا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا

" تم سے خدا کے یہاں میری بابت پوچھا جائیگا تو تم کیا جواب دو گے؟"

ایک لاکھ زبانوں نے ایک ساتھ گواہی دی:۔

" ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہونچا دیا۔ اور اپنا فرض
ادا کر دیا "

یہ سن کر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا:۔ " اے خدا تو گواہ رہ "

۲- عین اس وقت جب آپ نبوت کا یہ آخری فرض ادا کر رہے تھے خدا کی بارگاہ سے یہ بشارت آئی:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو پورا کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کے دین کو چن لیا۔

مائدہ ۵ - ۱

خطبہ سے فارغ ہوئے تو ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی۔ بعد فراغتِ نماز ناقہ پر سوار ہو کر مسلمانوں کے ساتھ موقف تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر دیر تک قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے دعا و زاری میں مصروف رہے۔ جب آفتاب ڈوبنے لگا تو مزدلفہ کے مقام پر پہونچے۔ جہاں پہلے مغرب پھر فوراً عشاء کی نماز ہوئی۔ پھر صبح سویرے فجر کی نماز پڑھ کر جمرہ پہونچ کر کنکریاں پھینکیں۔ یہاں سے نکل کر آپ منیٰ میں تشریف لائے اور ۱۴ ذی الحجہ کو فجر کی نماز خانہ کعبہ میں پڑھ کر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے جھرمٹ میں مدینہ کی راہ لی۔

وفات شریف

ربیع الاول ۱۱ھ مطابق جون ۶۳۲ء

حضور کی پاک روح کو اس دنیا میں اس وقت تک رہنے کی ضرورت تھی کہ نبوت کا کام پورا اور توحید کی روشنی سے دنیا کا اندھیرا دور ہو جائے اور جب یہ کام پورا ہو چکا تو پیغمبر خدا کے پاس واپسی کا حکم آ پہونچا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر تمام مسلمانوں کو اپنے دیدار سے مشرف فرما کر خدا کے آخری احکام سے مطلع فرمایا۔ حج کے سفر سے واپس ہونے کے دو

---

۱ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حج میں نویں ذی الحجہ کو ظہر اور عصر ایک ساتھ اور مغرب و عشاء ایک ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے۔

ماہ بعد صفر کی آخری تاریخوں میں آپ کو بخار آیا۔ اور دن بدن بڑھتا ہی گیا۔ آخر ۶۳ برس کی عمر میں دوشنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء کو وفات پائی۔ جیسے ہی انتقال کی خبر پھیلی سارے مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ بڑے بڑے مضبوط دل کے لوگ بدحواس ہو گئے۔ حضرت علیؓ جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ حضرت عثمانؓ کو سکتہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہؓ بن انیس کا مارے صدمہ کے انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو پہلے یقین ہی نہ آتا تھا۔ جب یقین آیا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگوں کو جب سکون ہوا تو تجہیز و تکفین کا انتظام ہوا۔ اور منگل کے دن ۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۹ جون ۶۳۲ء کو عائشہؓ کے حجرے میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت ۶۳ سال کا سن مبارک تھا۔ جس حجرہ میں آپ دفن کئے گئے۔ وہ حجرہ آج کے دن تک روضۂ نبوی کے نام سے موسوم ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

تیرھواں باب

۱۔ اخلاق و عادات

فخرِ عالمؐ کے اخلاق و عادات کے متعلق ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا کسی کو برا بھلا نہ کہتے تھے۔ برائی کے بدلے میں برائی نہ کرتے تھے بلکہ درگذر کر لیتے اور معاف کر دیتے تھے۔ کبھی کسی پر لعنت نہیں کی۔ غلام اور جانور تک کو کبھی نہ مارا۔ کسی کی جائز درخواست رد نہیں کی۔ اندر تشریف لاتے تو ہنستے اور مسکراتے ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ آپ خندہ جبین اور نرم خو تھے۔ تنگدل تند مزاج اور عیب جو نہ تھے۔ کسی کو مایوس نہ کرتے تھے فضول باتیں نہ کرتے تھے جن باتوں پر لوگ ہنستے آپ بھی مسکرا دیتے۔ نہایت حیا دار تھے۔ راست گو اور خوش صحبت تھے۔ اپنی تعریف پسند نہ کرتے تھے کوئی دفعتاً آپ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا تھا۔ لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا محبت کرنے لگتا۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود خدائے قدوس آپ کی تعریف کرتا ہے۔ نہایت خوش اخلاق اور خندہ طبیعت تھے۔ کسی کی دل شکنی گوارا نہ کرتے تھے۔ کسی کی کوئی بات پسند نہ ہوتی تو اس کا ذکر اس کے سامنے نہ کرتے تھے کہ خدا کے نزدیک سب سے برا شخص وہ ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔ اپنے صحابیوں سے بہت محبت کرتے۔

(۱) جود و سخا

بذل و سخا میں کبھی جواب نہ رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔

انا قاسم وخازن واللہ معطی — میں تو صرف بانٹنے والا اور خازن ہوں دینے اور عطا کرنے والا صرف خدا ہے

ایک مرتبہ ایک شخص کے سوال پر بکریوں کا ریوڑ اسے دیدیا۔ جو کچھ پاس آتا سب شام تک تقسیم کر دیتے ایک دفعہ بحرین سے خراج آیا۔ تقسیم کرنے بیٹھ گئے جو سامنے آتا دیتے چلے جاتے تھے۔ حضرت عباسؓ کو اتنا ملا کہ بوجھ سے چل نہ سکتے تھے۔ جب کچھ نہ رہا تو کپڑے جھاڑ کر کھڑے ہو گئے۔ حنین کی فتح پر جو مال آیا وہیں کھڑے کھڑے تقسیم کر دیا۔

(۲)۔ گداگری سے تنفر

گو مانگنے پر دینے میں مستحق و غیر مستحق کی تمیز شاذ ہی کرتے تھے۔ تاہم ضرورت شدیدہ کے بغیر سوال کرنا آپ کو ناگوار گذرتا تھا۔ ایک دفعہ قبیصہؓ نے خود کو مقروض بنا کر کچھ مانگا۔ فرمایا تین آدمیوں کو مانگنا روا ہے۔ زیربار قرض ہو یا تمام سرمایہ تباہ ہو گیا ہو اور کسی ناگہانی مصیبت میں پھنس گیا ہو فقر و فاقہ میں مبتلا ہو۔ اور محلے کے تین آدمی اس کے شاہد ہوں۔ اس کے علاوہ جو مانگ کر کھاتا ہے حرام کھاتا ہے

چند انصاری خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ حاجت پیش کی آپ نے فوراً پیش کر دیا۔ جب کچھ نہ رہا ارشاد فرمایا میرے پاس جبتک کچھ نہ رہیگا میں تم سے بچا کر نہ رکھوں گا لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگے کہ وہ اسے سوال کی ذلت سے بچائے تو وہ

بچالیتا ہے۔ اور جو اس سے غنا و صبر طلب کرتا ہے اسے غنی و صابر بنا دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لائے اور اسے فروخت کر کے اپنی آبرو بچائے یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔

(۳) سادگی

ہر قسم کے جائز حظوظ دنیوی سے طبع جائز رکھتے تھے اور کبھی خود بھی ان سے متمتع ہوتے تاہم تکلف و عیش پرستی پسند نہ تھی۔ تحائف میں کمخواب اور اطلس کے کپڑے آتے مگر تھوڑی دیر پہنکر انہیں اتار دیتے اور دوسروں کو دیدیتے۔ خاص خاص صحابہ کو بھی قیمتی کپڑا نہ پہننے دیتے۔ حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں طلائی کنگن دیکھکر فرمایا اگر انہیں اتار کر "ورس" کے کنگن زعفران سے رنگ کر پہن لیتیں تو بہتر ہوتا۔ بستر بالعموم کمبل کا ہوتا۔ کبھی چمڑے کا بستر بھی بچھالیتے۔ اس وقت بھی جبکہ یمن سے لے کر شام تک کے ممالک زیر لوائے اسلام تھے۔ فرمانروائے اسلام کے گھر میں صرف ایک کھری چار پائی اور چمڑے کا ایک سوکھا ہوا مشکیزہ تھا۔ ہر کام خود کر لیتے تھے۔

(۴) عدل و مساوات

دربار رسالت میں آقا و غلام، امیر و غریب، سب یکساں تھے، بلالؓ و صہیبؓ کا مسلمان کا رتبہ روسائے قریش سے ہرگز کمتر نہ تھا۔ کوئی ایسی حرکت پسند نہ تھی جس سے امتیاز کی بو آتی ہو نہایت شرمیلے تھے۔ حمام میں نہانے تک پرہیز کرنے کی نصیحت کرتے تھے عزم و استقلال کے مظہر تھے دنیا میں کوئی اتنی الوالعزم ہستی پیدا ہی نہیں ہوئی

شجاعت کا یہ عالم تھا کہ میدان سے قدم پیچھے ہٹانا جانتے ہی نہ تھے۔ نہایت ہی رقیق القلب تھے۔ تحمل و عفو کا یہ عالم تھا کہ شدید سے شدید دشمنوں کو معاف کر دیتے تھے۔ عدل و انصاف کے معاملے میں بالکل رُو رعایت نہ کرتے تھے انتہائی بیکس نواز اور عہد کے پختہ تھے۔ مارکس ڈوڈ نے لکھا ہے کہ ....

محمدؐ امیر و غریب کی یکساں عزت کرتے تھے مگر رو بیش کے لوگوں کی خدمت کا بہت خیال رکھتے تھے"۔

ڈاکٹر "لیبٹو دیل نے لکھا ہے کہ ....

"آپ کی فیاضی و سیر چشمی غیر محدود تھی اصلاح قوم کی فکر میں ہمہ وقت رہتے تھے"

(۵) معاشرہ منزلی زندگی

ذریعہ معاش تجارت تھا۔ مدنی زندگی مال غنیمت کے حصول و تحائف و ہدایا اور خیبر و فدک کے ارضی حصہ کی پیداوار پر گذری۔ بہت کچھ آتا تھا۔ لیکن پیسہ ہاتھ میں نہ رُکتا تھا۔ اس لئے گذر عسرت کے ساتھ ہوتی تھی۔ بیوی بچوں سے محبت تھی گھر میں ہشاش بشاش رہتے تھے اعزا و اقرباء سے بہت محبت کرتے تھے۔ غرض حضور کی زندگی ہر پہلو اور ہر اعتبار سے نہایت شاندار اور دُنیا کے لئے ایک بہترین نمونہ عمل زندگی تھی۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا ❊ مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنیوالا ❊ وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ ❊

یتیموں کا والی۔ غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگذر کرنے والا :: بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا :: قبائل کا شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا :: کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا :: پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

ایک ایسا فاتح جس وقت دنیا سے دار البقا کو سدھارتا ہے تو نہ اپنے پیچھے سیم و ز
انبار چھوڑتا ہے۔ نہ لونڈی غلام بلکہ چند کپڑے چند سیر غلہ چند ہتھیار اور کچھ زمین جو
مسلمانوں کا حق ہوئی۔ لیکن آج مسلمان جس دور سے گذر رہے ہیں اگر وہ سیرت رسو
پاک کا مطالعہ کریں تو وہ دیکھیں گے کہ حضور کی مکہ کی زندگی اُن کے لئے تسکین د
اور سکون قلب کا باعث ہوگی۔ اور انسانیت کے اس چشمۂ فیض سے وہ اپنی زند
کے لئے شمع ہدایت روشن پائیں گے اُن کی تمام مصیبتیں ان کو ہیچ معلوم ہونے لگ
گی۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سیرت کا مطالعہ کرے اور مستقبل کیلئے ا
راہ متعین کرے۔

سلام اس خاتم النبیین پر جس نے ہمیں دین کامل دیا۔ سلام اس حبیب خد

پر جس نے ہمیں قرآن دیا سلام اس سید المرسلین پر جس نے ہمیں انسانیت کے اعلیٰ مراتب کا اہل بنایا جس کی امت میں ہزاروں شہنشاہوں نے اس دنیائے ناپائیدار میں اپنی حکومت وسیاست کا لوہا منوایا۔ اور دنیا کو حکمرانی وجہانبانی کا درس دیا۔ اور آج بھی ستر کروڑ انسان اس پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔

۲۔ حلیہ مبارک

۱۔ قد مبارک میانہ اور گندم رنگ تھا۔ کشادہ پیشانی دونوں بھویں پتلی اور باریک کہیں آمیختہ نہ تھیں بیچ میں تھوڑا فاصلہ تھا درمیان دونوں بھوؤں کے ایک رگ تھی ناک دراز اور اونچی تھی چہرہ برابر اور ملایم دہن کشادہ اور دانت صاف روشن تھے البتہ اوپر کے دو دانتوں میں تھوڑا سا شگاف تھا ریش اور سر مبارک میں بیس بال سفید تھے جو نہایت خوبصورت اور گھنگھر والے تھے، چہرہ چودھویں چاند کی مانند چمکتا تھا دونوں مونڈھوں کے درمیان پارہ گوشت کبوتر کے بیضہ کی طرح چمکتا تھا جس میں نقش رنگ برنگ کے تھے وہی مہر نبوت تھی اور اس پر محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ بعد وفات وہ اٹھالی گئی تھی۔ سینہ بے کینہ کشادہ اور چھاتی سے ناف تک ایک خط تھا بازو مونڈھے اور چھاتی پر بال تھے ہر دو دست دراز اور ہر دو کف دپا پر نرم گوشت تھا جسم مبارک نورانی پاکیزہ اور لطیف تھا۔ بغل میں بال نہ تھے۔ سایہ جسم کا زمین پر نہ پڑتا تھا۔ آواز آپ کی دوسروں کے آواز سے دور جاتی تھی اور دور سے بات سن لیتے تھے سیاہ پتلی اور کشادہ چشم تھی آنکھ کی سفیدی سرخ تھی۔ انگلیاں لمبی لمبی اور خوبصورت تھیں گردن نہایت خوبصورت اور چہرہ گول تھا، سورج اور چاند کی طرح روشن تھا سر مبارک

اونچا اور بدن مبارک سے ایسی خوشبو آتی تھی جو نہ عنبر اور نہ کستوری میں تھی۔ جہاں بول و براز کیلئے بیٹھتے تھے وہ زمین میں غائب ہو جاتا تھا اور وہاں سے خوشبو آتی تھی۔

۲۔ جب آپ پیدا ہوئے تو نجاست سے بدن پاک تھا۔ مختون پیدا ہوئے تھے اور گہوارے میں بات کرتے تھے اگر چاند کی طرف اشارہ کرتے تو چاند بھی متوجہ ہو کے آپ سے بات کرتا۔ اور ابر ہمیشہ سر مبارک پر مانند چھتری سایہ ڈالتا تھا۔ چہرہ مبارک ہمیشہ بشاش اور خرم رہتا تھا۔ جب خاموش بیٹھے رہتے تو ایک ہیبت اور شکوہ بشرے پر ظاہر ہوتا۔ اور جس وقت بات کرتے تو نزاکت اور لطافت معلوم ہوتی تھی۔ جو چیز آپ کے پیچھے پردے میں ہوتی وہ چیز مثل سامنے کے نظر آتی اور شب تاریک میں مانند روز روشن کے دیکھتے لعاب دہن سے آب شور شیریں ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی طفل چاٹ جاتا تو تمام دن اس کو دودھ پینے کی حاجت نہ ہوتی۔

۳۔ معجزات

۱۔ فخر عالم کو اللہ تعالیٰ نے بیشمار معجزات عنایت فرمائے ہیں۔ اور جو جو معجزے ہر پیغمبر کو ملے تھے آپ کو سب ملے۔ اور تقریباً آپ سے تین ہزار معجزے صادر ہوئے۔ جو جو معجزے آپ سے صادر ہوئے ہیں وہ کسی نبی مرسل سے نہیں ہوئے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو چیز ہے وہ معجزہ ہے۔ قرآن ہے تو وہ معجزہ، احدیث ہے وہ معجزہ۔ ہے عالم ہے وہ معجزہ، آدم ہے وہ معجزہ، ایمان ہے وہ معجزہ، اسلام ہے وہ معجزہ، مگر ہمیں تبرکاً و تمنا کچھ معجزات بھی آپ کے اس کتاب میں درج ہونا چاہئیں تاکہ اس شرف سے بھی کتاب محروم نہ رہے۔

۳- ایک درخت چھوہارے کا اپنے ہاتھ سے لگایا۔ خدا نے اُس کے پھل میں تریاق سے زیادہ تاثیر رکھی کہ جو صبح کے وقت اُسے کھالے دن بھر جادو اور زہر اس پر اثر نہ کرے اور یہ تاثیر ان درختوں میں ہے کہ اُس گٹھلی سے پیدا ہوئے اب تک موجود ہے۔ اہل مدینہ ان کو عجوہ رعالیہ کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں عجوہ رعالیہ ہر بیماری کی شفا اور اس کا ناشتہ تریاق ہے۔

۴- مسلم بن حجاج اپنی صحیح میں حضرت سلمہؓ بن اکرم رکوع سے روایت کرتے ہیں کہ حنین کے روز جب کفار نے فخر عالمؐ پر ہجوم کیا۔ شاہت الوجوہ اور مٹی بھر خاک ان پر پھینکی۔ وہ خاک سب کافروں کی آنکھ میں پہونچی اور ان کو شکست ہوئی۔ اسی طرح جنگ بدر میں مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں کہ سب کفار کی آنکھوں میں پہونچیں۔

۵- حدیبیہ کے دن لشکر کو پانی کی حاجت ہوئی آپ کی انگلیوں سے پانی نہر کی طرح جاری ہوا۔ تین سو یا ایک ہزار پانسو آدمیوں نے پانی پیا۔ اور وضو کیا معراج کی صبح کو جب قوم نے قصہ اسریٰ سے انکار کیا۔ پروردگار نے بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا کہ اس کے سب نشان منکروں کو بتا دیئے۔ اور ان کے سب سوالات کے جواب دیئے۔ مشارق ومغارب زمین کے آپ کو دکھائے گئے ہیں اور خبر دی گئی کہ اس قدر زمین جو آپ نے دیکھی آپ کی اُمت کے قبضہ میں آئے گی۔ بموجب اُس وعدہ کے آپ کی اُمت کی سلطنت اول مشرق یعنی بلاد ترک سے آخر مغرب یعنی اندلس داسپین یا ہسپانیہ اور بلاد بربر تک پہونچی جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے۔ اور اب تو بفضلہ تعالیٰ تمام عالم میں اسلام پھیلا ہوا ہے۔

۶- اسی طرح حضور کے صدہا ہزارہا کیا بلکہ لاکھوں معجزات ہیں جن کے ذکر سے قرآن

حدیث و کتب بوجہ طوالت کتاب انہیں معجزات پر اکتفا کیا گیا۔

۴۔ ثبوت نبوت

۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّن ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ....

"لوگو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کی مہر۔ اور اللہ تمام چیزوں کے حال سے واقف ہے۔ ....

سورۂ احزاب پارہ ۲۲ ع ۵

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری اور باطنی طور پر انتہائی درجہ کا ارتقاع حاصل ہے اور آپ کا وجود باوجود خود مظہر جسم اور مظہر ہین سے اعلیٰ و اکمل اور الوہیت کا مظہر اتم ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:.......................

"پیغمبر جو ہم نے بھیجے اُن میں سے بعض کو بعض پر برتری دی ان میں سے کوئی تو ایسے ہیں جن کے ساتھ خود اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کیئے"............

سورۃ البقر پارہ ۳ ع ۶

اس آیت شریف میں صاحب درجات رفیعہ سے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں جن کو تجلی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات الوہیت کے اظلال و رثا میں بخشے گئے ہیں

۲۔ سلسلہ جمادی کی طرف نظر ڈالو تو اس نتیجہ پر پہنچ گے کہ یہ سلسلہ ایک چھوٹے سے چھوٹے

جسم سے جو ایک ذرہ سے شروع ہو کر ایک بڑے سے بڑے جسم پر نیر اعظم ہے۔ آفتاب
ظاہری کمالات کا جامع ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی جسم جمادی نہیں۔ اس میں کچھ
شک و شبہ نہیں کہ سلسلہ جمادی میں خداوند عالم نے آفتاب کو ایسا عظیم الشان نافع
اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے کہ طرف ارتفاع اس کے برابر کوئی دوسرا وجود نہیں
یہ ہی حال روحانی سلسلہ کا ہے چونکہ جسمانی اور روحانی دونوں سلسلہ ایک ہی صانع حقیقی
کے ہاتھ سے نکلے ہوئے ہیں اس بنا پر بلا تامل یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح جسمانی سلسلہ
میں انحصاص اور ارتفاع موجود ہے۔ اسی طرح روحانی سلسلہ میں بھی موجود ہے۔ روحانی
سلسلہ میں انتہائی نقطۂ انحصاص پر جو شر انگیز وجود ہے۔ اس کا نام قرآنی اصطلاح میں
شیطان ہے۔ اور وجود باجود وجیہ مجسم، رحمۃ للعالمین انتہائی نقطۂ ارتفاع پر واقع
ہے وہ حضرت سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ
روحانی آفتاب ہیں اور آپ کو اللہ نور السموات والارض نے اس کثرت سے اور کمال باطنی سے
نور عطا فرمایا کہ آپ نور مجسم ہو گئے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آپ کا نام قرآن حکیم میں نور اور
سراج منیر بھی مذکور ہے سورۃ مائدہ پارہ ۶ رکوع

۳۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور ہدایت اور قرآن آچکا ہے جس کے احکام
بالکل صاف اور صریح ہیں ....

"اے نبی ہم نے تمہیں گواہی دینے والا اور نیکوں کو خوشنودی خدا کی
خوشخبری دینے والا اور بدوں کو اس عذاب سے ڈرانے والا۔ اللہ کے
حکم سے اس کی طرف بلانے اور ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے" سورۃ الاحزاب پارہ
حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم روحانی آفتاب اور نور مجسم ہیں۔ آپ کو جو کتاب خداوند تعالیٰ
نے عطا فرمائی ہے اس کا نام بھی نور ہے ....
"بس لوگو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور شیرۂ ہدایت نور"

"قرآن حکیم، ہر جس کو ہم نے اتارا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے"
سورۃ تغابن پارہ ۲۸ ع ۱

۵- قرآنِ حکیم اور اس کی سالگرہ

اسی رمضان شریف کے مقدس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی آخری کتاب نازل فرماکر عظیم الشان تاریخی انعام فرمایا۔ اس ماہ میں بنی اسرائیل کی گود خالی کر کے بنی اسماعیل کا دامن حکمرانی اور خلافت کے پھولوں سے بھرا گیا تھا۔ اسی ماہ میں نوید جانفزا سنائی گئی تھی کہ ....

"اے پیغمبر یہ قرآن ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ اس کو ہم نے تم پر اس غرض سے اتارا ہے کہ تم لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاؤ۔ یعنی اس ذات کے راستے پر لاؤ جو سب سے زبردست اور ہمہ وقت اور ہر حال میں تعریف کے لائق ہے.............."

سورۃ ابراہیم پارہ ۱۳ ع ۱۳

جناب رسالتمآب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر دین اسلام مکمل ہوگیا..........
....

"اب ہم تمہارے دین کو کامل تمہارے لئے کر چکے اور ہم نے تم پر احسان پورا کر دیا۔ اور ہم نے تمہارے لئے اسی دین کو پسند فرمایا۔"

سورۃ مائدہ پارہ ۶ ع ۵

اسلام میں تمام دنیا جہان کی صداقتیں موجود ہیں۔ کوئی صداقت کسی الہامی کتاب میں ایسی نہ نکلے گی جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو..........

"کلام الٰہی کے مقدس اوراق میں پکی اور معقول باتیں ہیں۔ پھر جس
قدر طاقتیں ہیں ان کو دلائل قاطع اور براہین ساطع سے ظاہر کیا گیا ہے"

سورۃ بینہ پارہ ۳۰ ع

یہ بالکل صحیح ہے کہ حضرت خاتم النبیینؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل ہوئی ہے
وہ سب سے پہلی اور سب سے آخری کتاب ہے۔

۲۔ چونکہ ملتِ اسلامیہ رمضان شریف کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ کے بیشمار انعام و اکرام
سے نوازی گئی تھی۔ اور اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم نے مسلمانوں
کے علاوہ مرتبت اور برتری کا اعلان کیا تھا۔ اس لئے ملتِ مسلمہ کو حکم دیا گیا کہ یہ مہینہ ختم
کرنے کے بعد انعام الٰہی کے نزول کی یادگار میں نئے سال کے پہلے دن کو اپنا جشن قرار
دیں اور اس دن قرآن حکیم کی سالگرہ منائیں۔

۳۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ کتاب مبین ہے
جس میں .... کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ۱۴۰۰ سال گذر چکے
ہیں قرآن مجید۔ الان کما کان۔ موجود ہے۔ اور قیامت تک موجود رہیگا۔ کیونکہ
اس کی حفاظت کا ذمہ دار خود خداوند تعالےٰ ہے جس نے اس کو نازل فرمایا ......

"بیشک ہم نے قرآن اتارا ہے اور بیشک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں"

غور کرو کہ یہ قرآن شریف کے حق میں پیشین گوئی ہے اور کیسے عمدہ طور پر پوری ہوئی
ہے خدا نے مسلمانوں کو اس کی زبان یاد کرنے کا شوق دیا ہے۔ دنیا میں اس کثرت سے
حافظ قرآن ہر وقت موجود رہتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ بفرض محال مکتوبی قرآن روئے
زمین سے معدوم ہو جائیں تو بھی قرآن کا ایک لفظ ایک حرف بھی ضائع نہ ہو سکتا ہے۔

اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔

۴۔ قرآن شریف کے سوا کسی آسمانی کتاب کو یہ فضیلت حاصل نہیں قرآن مجید کی حفاظت آخری زمانہ تک فرشتے کریں گے۔ اس کے خلاف کوئی غلطی ثابت نہیں ہو سکتی۔ سائنس نے بیحد ترقی کی۔ تاریخ فلسفہ میں کیسی موشگافی کی جاتی ہے۔ مگر قرآن شریف میں کوئی حالات واقعہ ثابت نہ ہو سکی۔

۵۔ یہ خدا کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں انبیاء پر نازل فرمائیں ہیں۔ ان سب کتب اور صحائف آسمانی کا جامع خلاصہ اور زبدہ ہے۔ اس کا معجزہ ہے کہ اس کی مثل اور نظیر کسی کلام میں نہیں تیار ہو سکتی۔ اس پر یہ اعتقاد کہ یہ خدا کا کلام ہے فرض ہے اور اس پر عمل کرنا بھی فرض ہے۔ اس کی مخالفت کفر ہے۔

۷۔ قرآنی معلومات

۱۔ قرآن حکیم خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔ جو حضرت محمد مصطفےٰؐ پر ایک ایک دو دو چار چار رکعتیں کرکے نازل ہوئیں ہیں۔ پورا قرآن ایک بار نازل نہیں ہوا۔ اس کے نزول میں ۲۳ برس لگے ہیں۔

۲۔ قرآن پاک کی موجودہ ترتیب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوم کے زمانہ میں ہوئی۔ قرآن کریم میں پہلے اعراب نہ تھے جس سے اہل عجم کو قرآن پڑھنے میں دقت ہوئی۔ حجاج بن یوسف نے چند علماء کی مدد سے قرآن حکیم پر نقطے اور اعراب لگوائے۔

۳۔ قرآن شریف کا پہلا ترجمہ ۱۱۵۰ھ میں مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے کیا۔

۱۶۴۹ء میں انگریزی میں، ۱۷۰۶ء میں ڈچ ترجمہ شائع ہوا۔ اور ۱۸۰۳ء میں مولانا عبدالقادر کا ترجمہ شائع ہوا۔

۴۔ قرآن کریم کی جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ اقرا باسم ربک الذی ...... ہے اور سب سے آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم ...... ہے۔ زمانۂ قرآن حکیم کی جب پہلی آیت نازل ہوئی تو اُس وقت رسول اللہ کی عمر چالیس سال تھی اور آپ غار حرا میں عبادت کر رہے تھے۔ اور جب آخری آیت نازل ہوئی تو آپ ۱۰ھ میں حج کے بعد آخری خطبہ دے کر فارغ ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ برس کی تھی اس آیت کے نزول کے گیارہ دن بعد آپ نے رحلت فرمائی۔

۷۔ اس وقت اردو فارسی۔ زبان کے ترجموں کو چھوڑ کر قرآن حکیم کے تراجم یورپ کی ۳۲ زبانوں میں موجود ہیں۔ انگریزی میں ۱۹، جرمن میں ۱۵، فرنچ میں ۱۳، لاطینی میں ۱۷، روسی میں ۱، ڈچ میں ۴، ہسپانوی میں ۲ اور اٹالین میں ۹ ترجمے ہیں۔ اردو میں حضرت شیخ الہند اور مولانا تھانوی کے ترجمے مشہور ہیں۔

۸۔ قرآن کریم میں۔ پارے ۳۰، سورتیں ۱۱۴، کلمات ۸۶۴۳۰، رکوع ۵۴۰، آیتیں کوفی ۶۲۳۶، بصری ۶۲۱۶، شامی ۶۲۵۰، مکی ۶۲۱۲، آیات عراقی ۶۲۱۴۔ آیات عام ۶۶۶۶ حروف ۳۲۳۶۷۰، زبر ۵۳۲۲۳، زیر ۳۹۵۸۲، پیش ۸۸۰۴، نقطے ۱۰۵۶۸۴، مد ۱۷۷۱، تشدید ۱۲۵۳، مکی سورتیں ۸۷، مدنی سورتیں ۲۷۔

۹۔ قرآن کریم کی تلاوت صحیح اور احتیاط سے ہونی چاہیے کیونکہ قرآن میں کچھ ایسے مقامات ہیں جن میں ذرا سی بے احتیاطی سے نادانستہ کلمۂ کفر کا ارتکاب ہو جاتا ہے ایسے

چودھواں باب

۱۔ ازواج مطہرات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ اور زمعہ کی لڑکی حضرت سودہؓ سے نکاح کیا اس کے بعد دوسری بیویاں نکاح میں آئیں جن کے نام یہ ہیں۔

حضرت زینب بنتؓ جحش۔ حضرت جویریہؓ۔ حضرت ام حبیبہؓ بنت ابو سفیان۔ حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ بن خطاب۔ حضرت میمونہ بنت حارث اور حضرت صفیہؓ ....

ان میں حضرت زینب ام المساکین کے علاوہ اور سب بیویاں آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں۔ اور آپ کے بعد اپنے دینی اور علمی فیض و برکت سے دنیا کو مالا مال کرتی رہیں۔ آپ کی ایک بیوی اور تھیں جو کنیز تھیں۔ اور مصر سے آئی تھیں۔ اور ماریہ قبطیہ کہلاتی تھیں۔ یہ سب ساری امت کی مائیں تھیں۔ اس لئے اُمہات المومنین کہی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا ان کے ساتھ ہو۔

۲۔ اولاد پاک

۱۔ آپ کی ساری اولادیں صرف پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ سے ہوئیں۔ اخیر بیوی حضرت ماریہؓ سے ایک صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ جو بچپن ہی میں وفات پا گئے

حضرت خدیجہؓ سے تین صاحبزادے، حضرت قاسم، حضرت طاہر اور حضرت طیب ہوئے تھے انہوں نے بھی بچپن ہی میں وفات پائی، باقی اور چار صاحبزادیاں ہوئیں اور سب نے اسلام کا زمانہ پایا۔

۲۔ سب سے بڑی حضرت زینب جن کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا۔ انہوں نے ۸ھ میں امامہ نام کی ایک بچی چھوڑ کر وفات پائی۔ منجھلی کا نام رقیہؓ تھا جو اسلام کے بعد حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ اور مدینہ آکر ۲ھ میں انتقال کیا۔ تیسری صاحبزادی کا نام ام کلثومؓ تھا حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور ۹ھ میں وفات پائی۔

۳۔ چھوٹی صاحبزادی جو حضرت کو سب سے زیادہ پیاری تھیں حضرت فاطمہ زہرہ تھیں۔ آپ کا لقب زہرہ اور اسم گرامی فاطمہ تھا۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ آپ بعثتِ نبوی سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم کی تمام اولاد بہ استثنائے ابراہیم بعثتِ نبوی سے پیشتر ام کلثوم عدم سے معرض وجود میں آئیں۔ لیکن صحیح تر یہی ہے کہ آپ ۱ سنہ ہجری میں اس وقت جبکہ حضور نبی کریم کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی پیدا ہوئیں۔ آپ کا عقد حضرت علیؓ سے ۲ھ میں ہوا تھا۔

۴۔ اہلبیت اطہار میں تمام ازواج مطہرات و آپ اور آپ کے شوہر و اولاد شامل ہیں لیکن ان میں خود اکمل صرف حضرت فاطمہ زہرہ" کا وجود گرامی ہے۔ غدیر خم پر حضور نبی کریم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس میں صاف طور پر وضاحت کر دی تھی کہ امت والو! دیکھو تم میں میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ قرآن اور اہلِ بیت۔ آیت تطہیر بھی انہی بزرگوں کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ جب نصاریٰ نجران نے حضور نبی کریم سے مباہلہ کیا

ہے تو حضور آپ کو اور حضرات حسنین کرام کو لیکر عبا راڑھائے ہوئے سامنے آئے اور فرمایا کہ خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی عظمت و بلند پائیگی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے :۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوب ترین اور نہایت لاڈلی اولاد ہیں۔

۵۔ حضور نبی کریم کے انتقال کے صرف چھ ماہ بعد رمضان سنہ ۱۱ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر صرف ۲۹ سال کی تھی۔ ابن زبالہ اور مسعودی نے لکھا ہے کہ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئیں اور آپ کا مزار حضرت امام حسن کے مزار کے پاس موجود ہے۔ سنہ ۳۳۲ھ میں بقیع کے اندر مسعودؒ نے خود ایک کتبہ دیکھا تھا جس پر لکھا تھا کہ یہ حضرت فاطمہ زہرا کی قبر ہے۔ لیکن کچھ روایتیں ایسی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ دار عقیل کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئیں ایک اور روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے خاص مکان میں دفن کی گئیں آج متفقہ طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ آپکی قبر دار عقیل ہی میں ہے عام خیال بھی یہی ہے۔

۶۔ حضور نبی کریم کی اولاد میں یہ تنہا صرف حضرت فاطمہ زہرا ہی کے حصہ میں آیا کہ آپ سے حضور نبی کریم کی نسل چلی آپ کے بطن سے پانچ اولادیں ہوئیں حسن، حسین محسن، ام کلثوم اور زینب ان میں محسن کا انتقال تو بچپن ہی میں ہو گیا۔ باقی چاروں بچے جوان ہوئے اور عمر کو پہونچے۔ والدین تو ان محترم بچوں کے ساتھ محبت کرتے ہی تھے حضور کو بھی ان کے ساتھ بے حد محبت تھی بالخصوص حضرت حسنؓ و حسینؓ تو

ع ۱ حضرت آمامہ کا نکاح حضرت فاطمہؓ کے بعد حضرت علیؓ سے ہوا سنہ ۴۰ھ میں حضرت علیؓ شہید ہوئے تو عدت کے بعد حضرت مغیرہ نے عقد کر لیا۔

آغوشِ نبوت ہی میں اس شفقت و محبت کے ساتھ پلے تھے کہ دنیا میں بہت کم خوش نصیبوں کو یہ سعادت حاصل ہوتی ہے۔ ہمہ وقت حضورؐ آغوشِ نبوی میں کھیلتے رہتے تھے کبھی دوشِ نبوی پر سوار ہوتے اور کبھی عین نماز میں پشت مبارک پر بیٹھ جاتے۔ تاہم واقعات کے لحاظ سے یہ چاروں محترم بچے تاریخِ اسلام میں کبھی یگانہ شہرت رکھتے ہیں۔

۷۔ علم و فضل میں بھی حضرت فاطمہ زہراؑ امتیازی شان رکھتی ہیں احادیث کا بھی کافی ذخیرہ آپ کے حافظہ میں موجود تھا۔ لیکن بربنائے احتیاط روایت کم کرتی تھیں۔ اس لئے آپ سے کتبِ حدیث میں صرف ۱۸ روایات ہی منقول ہیں۔ فقیہ بھی تھیں۔

حضرت امامہؓ

۱۔ حضرت امامہ حضور نبی کریمؐ کی صاحبزادی اکبر حضرت زینبؓ کی صاحبزادی ہیں چونکہ اولاد فاطمہؓ کی ذات گرامی کے ساتھ اہم تاریخی واقعات کا تعلق رہا ہے اس لئے انہیں شہرت نصیب ہوگئی اور آپ کی ذات سے اس نوع کے واقعات کے عدم کی بنا پر آپ کو شہرت نصیب نہیں ہوئی ورنہ عظمت و بلندی میں آپ کو گونہ امتیاز حاصل ہے۔ سرکار دو عالمؐ کو آپ کے ساتھ بھی درجہ غایت محبت تھی اتنی کہ اوقات نماز میں بھی آپ کو اپنے پاس سے جدا نہ کرتے تھے۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاندان نبوت کے انتہائی قرب کی سعادت سے محروم ہو گئے تھے چنانچہ حضرت نے آپ ہی کے عقد کیا۔ اور حضرت فاطمہؓ کے بعد انہیں آپ سے بہتر اور کوئی بیوی صفحہ عالم پر مل بھی نہ سکتی تھی۔ آپ کا عقد ۱۱ھ کے آخر میں ہوا۔ دونوں میاں بیوی میں بہت محبت تھی ۴۰ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہو گئے عدت کے بعد بموجب وصیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت مغیرہ سے باجازت حضرت امام حسنؓ عقد کر لیا۔ ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام یحییٰ تھا تاریخ وفات کا پتہ نہیں لگ سکا۔

۴۔ رسول کریمؐ کی اولاد اور نواسے

۱۔ حضرت حسنؓ

۱۔ کنیت آپ کی ابو محمد اور لقب مجتبیٰ، سید اور سبط اکبر ہے۔ نقش آپ کی خاتم کا العزۃ للہ تھا۔ ولادت آپ کی ۱۵ شعبان ۳ھ میں ہوئی۔ اور پیغمبر خدا نے آپ کا نام حسن

رکھا۔ آپ سر سے سینہ تک پیغمبر خدا سے نہایت مشابہ تھے۔ آپ کے فضائل میں بہت حدیثیں آئی ہیں۔ ترمذی میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم امام حسن کو کاندھے پر سوار کئے کھڑے تھے کسی نے کہا اچھی سواری پر سوار ہے۔ حضرت نے فرمایا اور اچھا سوار ہے۔ آپ کے ساتھ محترم نانا کو جو غیر معمولی محبت تھی وہ کم خوش قسمتوں کے حصہ میں آئی ہوگی بڑے ناز و نعم میں پلے۔ دیکھے بغیر چین ہی نہ پڑتا تھا۔ آپ بھی نانا سے بیحد مانوس تھے۔ عہد عثمانی میں جوان ہو گئے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے طبرستان کی فوج کشی میں حصہ لیا آپ نہایت کریم و رحیم، متواضع، زاہد، عابد، سخی، حلیم بردبار، کمال باوقار تھے۔ آپ نے چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں دستبرداری دیکر اس خانہ جنگی کا خاتمہ کر دیا جو پانچ سال سے مسلمانوں کے لئے وبال جان بنی ہوئی تھی اور اپنے اہل و عیال کو کوفہ سے لیکر مدینہ منورہ چلے آئے۔ اور چھ ماہ خلافت کی۔ حضور نبی کریم کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ میرا بیٹا سید ہے خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں مصالحت کرائے گا۔

۲۔ سنہ ۵۰ھ میں جبکہ عمر ابھی ۴۷ سال ہی کی تھی دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ موت آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث کے زہر دینے سے ہوئی۔ آپ کو اس کا علم تھا مگر آپ نے نام بتلانے سے انکار کر دیا۔ جنت البقیع میں حضرت عباسؓ عم نبی کے قبہ میں والدہ فاطمہ بنت اللہ علیہ الرحمۃ کی قبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ وصال کے وقت چار بیویاں موجود تھیں۔ جن میں سے تین بہت وفادار تھیں۔ آٹھ لڑکے چھوڑے۔ متعدد حج پیادہ پا کئے۔

۲۔ حضرت حسینؓ

۱۔ کنیت آپ کی ابو عبداللہ اور لقب شہید۔ اور سبط اصغر ہے اور نقش آپ کی خاتم کا

ات اللہ کا نعم آ میرہ تھا۔ شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے۔ سرکارِ دو عالم نے آپ کا نام حسین رکھا۔ آپ ناف سے قدم تک جناب رسالتماب سے کمال الشبہ تھے۔ آپ بہت خوبصورت اور نہایت باجمال تھے۔ رسول اللہ کو بیحد محبت بغیر معمولی شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اہل بیت اطہار میں مجھے حسن و حسین زیادہ محبوب ہیں دعا کرتے تھے "خدایا میں انہیں محبوب رکھتا ہوں ایسے تو بھی انہیں محبوب رکھ۔ دونوں نواسوں کے ساتھ یکساں محبت تھی۔

۲۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی آپ کا پورا اعزاز ہوا۔ جنگِ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پہلو میں پورے مجاہدانہ اور شجاعانہ جوش کے ساتھ لڑے۔ ۴۹ھ میں قسطنطنیہ پر جو مہم روانہ ہوئی تھی آپ اس میں بھی شریک تھے۔ امیر معاویہ کو آپ حق پر نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے ان کی طرف سے دل صاف نہ تھا۔ تاہم ظاہری تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے۔ امیر معاویہ اپنے عہد میں آپ کے ساتھ برابر سلوک کرتے رہے۔ جب امیر معاویہ نے بیعت یزید کے لئے سعی کی ہے تو آپ نے بیعت نہ کی۔ امیر معاویہ کو آپ کا احترام مقصود تھا اس لئے بیعت عام ہو جانے پر آپ سے بیعت کے لیے کوئی اصرار نہ کیا۔

۳۔ امیر معاویہ بہت بڑے مدبر عاقبت اندیش اور زمانہ شناس بزرگ تھے۔ آنے والے واقعات کا اندازہ بہت پہلے کر لیتے تھے اس لئے یزید کو وصیت کر گئے تھے کہ عراق والے حسین کو ضرور تیرے مقابلہ پر کھڑا کریں گے اگر تو ان پر قابو پالے تو کوئی سختی ہرگز نہ کرنا بلکہ درگذر اور چشم پوشی سے کام لینا کیونکہ وہ قرابت اور بڑے حقدار اور رسول اللہ کے عزیز ہیں۔ مگر یزید نے باپ کی وصیت کو پیش نظر نہ رکھا۔ ۱۰ محرم ۶۱ھ

میں جمعے کے دن .... ٹھیک دوپہر ڈھلے چھپن برس پانچ مہینے پانچ دن کے سن میں آپنے شہادت پائی اور ۱۲ محرم ۶۱ھ روز یکشنبہ فرات کے کنارے مدفون ہوئے۔ سر مبارک کے دفن میں اختلاف ہے۔ جنت البقیع میں جناب حضرت فاطمہ زہرا کے پہلو میں دفن ہوا۔ خلاصۃ الوفا میں لکھا ہے کہ جسم شریف کربلا میں مدفون ہے میدان کربلا میں آپ کے ساتھ ۷۲ بزرگ شہید ہوئے اور خاندان رسالت کا تقریباً خاتمہ ہی ہوگیا ذکور میں صرف ایک آپ کے صاحبزادے حضرت سجاد کو خدا نے بچالیا۔

۸۔ آپ علم و فضل میں بڑے بلند مرتبہ کے حامل تھے تقریر و خطابت میں آپ نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کی تقاریر آج بھی موجود ہیں۔ جنھیں دیکھکر آپ کے زور بیان اور فصاحت و بلاغت پر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ذوق عبادت میں آپ سرشار تھے۔ حج بھی بہت زیادہ کئے۔ آپ نے پچیس حج پیادہ پا کئے۔ مالی حالت آپ کی بہت بہتر تھی۔ بڑے عیش کے ساتھ زندگی بسر کی، پھر خدا نے آپ کو جیسی فارغ البالی عطا کی تھی ویسے ہی آپ راہ خدا میں خرچ بھی کرتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے دروازے سے کوئی سائل محروم گیا ہو۔ آپ نہایت مستقل ارادے اور عزم کے پکے تھے اور بڑے باوقار اور بارعب بزرگ تھے آپنے جس صبر و ثبات اور شجاعت وحق پرستی کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کی کوئی نظیر دنیا میں ڈھونڈے نہیں مل سکتی۔ ہر قوم و ہر ملت اور ہر ملک کی تاریخ اُس قسم کے واقعہ اور ایسی روشن مثال سے خالی اور یکسر خالی ہے۔

۵۔ خلفائے رسول اکرم

رسول کے بعد اسلام کا خلیفہ منتخب ہوئے اُن کے چار ساتھی ہیں جنھوں نے اُن کے بعد اسلام

کو پھیلایا۔ اور اُن کے ہاتھوں دین حق کی بنیادیں مستحکم ہوئیں۔ تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کی تاریخ میں حبیب خدا کے ان چاروں ساتھیوں کو جو بلند مقام ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں انہوں نے دنیا کے سامنے اخوت، انصاف، رواداری، اور حق وصداقت کا ایک ایسا غیر فانی نقش چھوڑا ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے حصول جہانبانی کی ایک ایسی مثال قائم کی ہے کہ وہ آج بھی دنیا کے لئے شمع راہ ہے اور جس کا اعتراف بدترین دشمنوں اور مخالفین نے بھی کیا ہے۔

(۱) امیر المومنین ابوبکر صدیق رضؓ

خلیفہ اول

نام عبد الکعبہ۔ کنیت ابوبکر۔ لقب صدیق اور عتیق۔ آنحضرت نے بجائے عبد الکعبہ کے عبد اللہ نام رکھا اور عتیق اور صدیق کا لقب عطا فرمایا۔ دو برس چار ماہ بعد عام الفیل بروز شنبہ پیدا ہوئے۔ اور ۶۳ برس کی عمر میں ۱۳ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز جمعہ فوت ہوئے ۲ ربیع الاول ۱ھ میلاد عام - ۱۲ فروری ۶۳۴ء حضور پر ایمان لائے۔ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں پہلوئے قبر مطہر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہوئے۔ آپنے کل دو برس تین مہینے دس دن حکومت کی اتنی ذرا سی مدت میں جتنے بڑے بڑے کام آپنے کئے وہ دوسروں سے سالہا سال میں مشکل سے ہوسکتے ہیں۔ نواح شام اور عراق آپ کے وقت میں فتح ہوا۔

(۲) فاروق اعظم امیر المومنین عمر بن خطاب خلیفہ دوم

عام الفیل سے ۱۳ سال بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ کنیت ابو حفص لقب امیر المومنین

اور فاروق اعظم - اور اشرف قریش سے ہیں۔ ۲۷ سال کی عمر میں نبوت کے چھٹے سال ۱۱ ربیع الاول سنہ ۶ میلادعام ۱۵ فروری سنہ ۶۱۷ء میں داخل اسلام ہوئے۔ والد کا نام خطاب تھا اور والدہ ابو جہل کی بہن تھیں خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر کی وفات کے بعد سنہ ۱۳ھ میں آپ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ کو فیروز نامی مجوسی النسل عیسائی غلام نے آپ کو صبح کی نماز میں شہید کیا۔ آپ کے دور میں اسلام کو بڑی فتوحات حاصل ہوئیں۔ چار ہزار مسجدیں تعمیر کرائیں ایک ہزار ۳۶ شہر فتح ہوئے روم اور فارس کے حکمران آپ کے نام سے کانپتے تھے۔ شام، فلسطین، مصر، خوزستان، عراق، عجم، آذر بائی جان، کرمان، سیستان، مکران، خراسان، وغیرہ وغیرہ آپ کے عہد خلافت میں ہی اسلامی جھنڈے کے ماتحت آئے، روم اور ایران جیسی عظیم الشان سلطنتوں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ آپ کا زمانۂ خلافت تاریخ اسلام کا ایک سنہری زمانہ کہلانے کا مستحق ہے۔ آپ کا انصاف اور شجاعت تاریخ عالم میں ایک دائمی یادگار ہے اور آپ کے دشمنوں اور اسلام کے منکروں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کے دور خلافت میں ذمیوں کو جو حقوق حاصل ہوئے وہ دنیا کی غیر مسلم حکومتوں میں آج تک حکومت کے ہم مذہب نہ ہونے والوں کو حاصل نہیں ہوئے۔ آپ کا دور خلافت آج بھی دنیا کو جہانبانی کا درس دیتا ہے مرقد مدینہ منورہ۔

(۳) جامع القرآن امیر المومنین عثمان بن عفان

خلیفہ سوم

۱۔ جامع القرآن، امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص بن امیہ

بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی الاموی ۔ اسم مبارک عثمان، اور کنیت ابو عمرو ذی النورین اس واسطے کہتے ہیں کہ رقیہ رض اور کلثوم رض دو صاحبزادیاں ۔ ثمرہ نور نبوت تھیں ۔ آپ کے نکاح میں آئیں ۔ ۸ ربیع الاول ۳۵ سنہ میلادعام ۱۲ فروری ۶۵۶ء میں آپ تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے شہید ہوئے مرقد مدینہ منورہ ۔ آپ کے زمانہ میں اسلام نے اس قدر عروج حاصل کیا کہ اندلس سے کابل قسطنطنیہ سے عدن تک اسلام کا ڈنکا بج رہا تھا ۔

۲ ۔ آپ کے حکم سے زید رض عبد اللہ رض شیبہ رض عبد الرحمن رض نے کلام پاک جمع کیا اور موجودہ قرآن کی ترتیب آپ کے ہی زمانہ میں ہوئی ۔ آپ کی حیا اور سخاوت ضرب المثال ہے اسی لئے آپ عثمان غنی کے نام سے مشہور رہیں ۔

۳ ۔ آپ کے عہد خلافت میں یزدگرد شاہ ایران مارا گیا ۔ خراسان، افغانستان اور خوارزم سے لیکر سندھ تک قبضہ ہو گیا ۔ ایران پہلے ہی فتح ہو چکا تھا ۔ لیکن آرمینیا کے علاقہ میں گھس گئے ۔ اور طفلس تک فتح کر لیا ۔ ایک زبردست بیڑا بنا کر قبرص پر قبضہ کر لیا اور خشکی اور تری دونوں پر اسلام کا جھنڈا اڑنے لگا ۔ ۲۶ھ میں اسکندریہ اور شمالی افریقہ کے علاقے طرابلس، تونس، مراکش اور الجزائر وغیرہ فتح ہوئے اور یورپ کی سرحد تک مسلمان پہونچ گئے ۔ اسی زمانہ میں ہسپانیہ (اندلس یا اسپین) پر بھی حملہ کیا ۔ ہرقل بادشاہ روم نے اپنا ملک واپس لینے کی کوشش کی اور سمندر کی راہ سے شام کے ساحل پر حملہ کیا سکھلے میدان میں گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں رومیوں کو شکست ہوئی مشرق کا قریب قریب کل علاقہ حضرت عمر رض کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا ۔ ان میں سے بعض بعض مقامات پر بغاوتیں ہوئیں حضرت عثمان نے نہایت مستعدی سے انہیں فرو کیا ۔ اسی سلسلہ

میں ارمینا آذربائی جان اور ایران کے گوشوں کے بعض وہ علاقے رہ گئے تھے جو فتح ہو گئے
خراسان، افغانستان میں بعض نئے علاقے زیر نگین ہوئے اور آمنہ پر بھی فوج کشی کی۔
لیکن یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی۔ یہ سب کچھ آپ نے کیا۔

(۴) حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

خلیفہ چہارم

۱۔ اسم مبارک علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ کنیت ابوالحسن۔ القاب یعسوب المسلمین
حیدر کرار۔ آپ فاتح خیبر ابو تراب حیدر کرار اور اسد اللہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ
رسول اللہ کے چچا زاد بھائی بھی تھے۔ اور داماد بھی)۔ آپ کی پرورش رسول اللہ ہی نے کی۔
آپ کی نسبت رسول اللہ کا قول تھا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔
۲ ربیع الاول ۲۱ سنہ میلاد عام ۱۲ فروری ۶۱۰ء کو لڑکوں میں سب سے پہلے جناب
رسالتمآب کی رسالت کا اقرار کیا۔ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد آپ مسند خلافت
پر بیٹھے اور چار برس نو یا چھ ماہ خلافت کی۔

۲۔ آپ کو تین باتوں کا فخر ہے۔ کہ کسی کا خسر مجھ جیسا نہیں اور نہ کسی کی بیوی جیسی
ہے۔ اور نہ کسی کے فرزند ہیں مانند حسنین۔ فتح ہونا قلعہ خیبر کا ناصر حقیقی نے آپ ہی
پر موقوف رکھا تھا۔ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ میں سحری کے بعد کوفہ کی مسجد میں آپ
کی شہادت ہوئی۔ عبداللہ ابن ملجم خارجی پہلے ہی سے مسجد میں ستون کے پیچھے کھڑا تھا اس
نے ایک زہر دار تلوار آپ کے سر پر ماری اور آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ مزار
نجف اشرف۔

۲۔ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا سے آپ کا عقد مبارک ہوا۔ بعد وفات حضرت فاطمہ حضرت امامہ سے نکاح ہوا۔ امام حسن اور امام حسین آپ ہی کے لخت جگر ہیں ان چشم و چراغ خاندان نبوت کا خون ناحق یزید پلید کے سر پہ ہے۔ روح حضرات حسنین کی نہایت اطیب، لطیف اور اطہر تھی۔ اسی سبب سے یزید نے دونوں شہزادوں سے عداوت رکھی۔ حضرت علی رض نے مدینہ کے بجائے کوفہ کو دار الحکومت بنایا اور کوفہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ شام اور اس کے ملحقات پر امیر معاویہ اور عراق اور اس کے ملحقات حجاز و خراسان وغیرہ پر آپ کی حکومت رہی۔

خاتمہ

۱۔ اب میں اپنی اس تالیف کو ختم کرتا ہوں اگرچہ بہت یاد رکھنے کی قابل واقعات اور ضروری باتوں کا اس میں ذکر ہو گیا ہے تاہم رحمت اللعٰلمین فخر دو عالم خاتم الانبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات کو ضبط کر کے مختصر مضمون لکھدئے گئے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اس مبارک سیرت کو مقبول فرمائے اور مسلمانوں کے گھر کی زینت بن جائے۔ اور اپنے آقا۔ اپنے مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کا شوق ہر مسلمان کے جام ہائے دل میں لبریز ہو جائے۔

۲۔ الٰہی ایسی زبان نہیں جس سے تیرا شکر یہ ادا کر سکوں کہ تو نے مجھ عاجز سے اتنا بڑا کام لیا جو یقیناً میری طاقت سے کہیں بلند ہے۔ اے اللہ! میری یہ نذر بارگاہ

ت ہیں مقبول اور مسلمانوں کے لیے آفتاب ہدایت ہو جائے اور اس کے حیلے میں میرا
بخیر کرے اور میری اولاد کو دین و دنیا میں شاد و آباد رکھے۔ آمین۔ آمین۔ یارب العالمین

۲۔ اس کتاب میں دیگر کتب کا محض اقتباس ہی نہیں بلکہ بعض نقول کرنے گئے
، جس قدر کتب سے امداد لیگئی وہ حسب ذیل ہیں.................

(۱) تفسیر عزیزی (۲) تحفۃ الادیب فی الرد علی اہل الصلیب (۳) کتاب اشعیار
ب ۵، ۹، ۱۰، ۲، ۳، ۴۰، ۳ (۴) خطبات احمدی (۵) صحیح بخاری (۶) تاریخ الانبیا
بن خلدون (۷) مکاشفہ ہیو (۸) ترجمان القرآن ابو الکلام آزاد (۹) قصص القرآن
(۱۰) روف رحیم (۱۱) تذکرۃ الکرام خلفائے عرب و اسلام (۱۲) مجالس المومنین م علا
(۱۳) دلائل النبوۃ (۱۴) شرف المصطفیٰ (۱۵) انسائیکلوپیڈیا فارس جلد ۲۲ ۱۸۹۰ء
مرتبہ ابراہام ایس (۱۶) جغرافیہ فرہاد (۱۷) تاریخ محمدی مرتبہ واشنگٹن ارونگ۔
(۱۸) لیکچر مسٹر طامس کارلایل (۱۹) یوحنا کی انجیل فصل ۱۴ و ۱۶ (۲۰) اظہار الحق فاضل محقق
مولوی رحمۃ اللہ (۲۱) توریت فصل ۱۶ (۲۲) انجیل متی باب ۲۱ لغایۃ ۴۳ (۲۳) کتاب میکا
باب ۲۰۵ (۲۴) تفسیر حقانی مولانا عبد الحق (۲۵) خیر الکلام فی البلاد العرب و الاسلام (۲۶)
سفرنامہ ابن جبیر اندلسی (۲۷) زین القصص (۲۸) تاریخ الحلبی (۲۹) تاریخ الکامل (۳۰)
شمس التواریخ (۳۱) جامع التواریخ (۳۲) تفسیر سورۃ الم نشرح (۳۳) روضۃ الاحباب
(۳۴) سرور القلوب (۳۵) مراۃ العبر (۳۶) تاریخ ابو الفدا (۳۷) اسپرٹ آف اسلام مرتبہ
مسٹر جسٹس امیر علی (۳۸) سیرۃ النبی جلد دوم (۳۹) گلزار شاہی (۴۰) تاریخ طبری (۴۱)
منہ ابن الحجاج (۴۲) شرح مواہب جلد اول۔ (۴۳) سوانح عمری رسول کریم (۴۴) رحمت
عالم (۴۵) معارج النبوۃ (۴۶) اخبار مدینہ جلد ۲۸ ۱۹۳۹ء از نمبر ۱۱ لغایۃ ۲۱ (۴۷) انیس الارواح

(۴۸) رحمت اللعالمین (۴۹) دلیل العارفین (۵۰) تاریخ سیر المتاخرین (۵۱) قصص الانبیا (۵۲) معارف ومسلم مرتبہ زینالدین مدنی (۵۳) تاریخ عالم (۵۴) تاریخ عجم (۵۵) عجائب القصص (۵۶) جغرافیہ عالم (۵۷) جغرافیہ ای مارسڈن بی اے۔ (۵۸) تاریخ (۵۹) تاریخ ایران (۶۰) موضح القرآن (۶۱) جامع ترمذی (۶۲) تاریخ بیت المقدس (۶۳) الفاروق

الغرض یہ کتاب عامہ مسلمین کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جو ایک جامع اور مکمل مرتب کرکے قوم کی خدمت میں پیش ہے تاکہ اس کے ذریعہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان تازہ اور احکام الہٰی سے واقفیت ہو۔ قوم اس سے فائدہ اٹھائے اور دعائے خیر میں یاد رکھے۔ کیا عجب ہے کہ کسی بندۂ خاص کی نظر میرے حق میں اکسیر کا کام دے جو ذریعہ نجات ہو جائے۔ اور یہ چند اوراق اس ناپائیدار میں یادگار باقی رہیں۔

۱۔ التماس

جناب باری میں عجز و نیاز سے التجا ہے کہ اس کتاب میں عمداً یا خطأً غلطی ہوئی ہو یا ہو خلاف حق میرے قلم سے نکلا ہو تو اپنی کریمی سے بخش دے اور رسوائی آخرت سے پناہ دے۔ اور میں ان صاحبان کا بھی بیحد مشکور ہوں کہ جنھوں نے اس کار خیر کے سلسلہ میں اپنی ذاتی معلومات و تجربہ کی بنا پر مجھے عند اللہ امداد فرمائی۔

۲۔ معذرت

باری تعالیٰ عزاسمہ بطفیل سرور کائنات و اہل بیت اطہار صحابہ کرام و مشائخ عظام

اس کتاب کو مقبول فرمایئے۔ مقصود اصلی تالیف و تصنیف اس کتاب سے فائدہ خلق اللہ ہے نہ کسی کارداور نہ کسی کا اظہار خطا منظور۔ امید ہے کہ مطالعہ کتاب سے جملہ صاحبان مسرور اور محظوظ ہوں گے۔ اخیر میں ناظرین کرام سے مکرر التماس کرتا ہوں کہ جس جگہ پر ازرا خطائے انسانی کسی قسم کی لغزش یا سہو بوجہ کمی معلومات دیکھیں تو پردۂ عفو سے چھپا کر معاف فرماتے ہوئے اس کی اصلاح سے نامۂ سیاہ کو مشکور فرمائیں اور میری اولاد اور میرے والدین اور تمامی اعزا و اقارب نیز عامۂ مسلمین کے واسطے دعائے خیر کریں۔

نیازمند

فہرست کتب

یہ کتابیں اور اِن کے علاوہ ہر قسم کی دُوسری کتابیں
ہم سے طلب فرمایئے۔ عِلمی، اَدبی، افسانوی، تاریخی
مذہبی، سیاسی، تفریحی، فلمی اور اصلاحی تمام لٹریچر
ہم آپ کو مہیّا کر سکتے ہیں

پتہ یاد رکھیئے

دفتر رسالہ "بانو" دہلی

اللہ تعالیٰ کا پیغام | تمام دُنیا کے نام

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

یہی وہ کتاب ہے کہ جس میں شک ہی نہیں

تاج کمپنی کی نگرانی میں چھپا ہوا۔ نہایت شاندار اور خوشنما سفید
ولایتی کاغذ، اور بے حد حسین و جمیل کتابت اور طباعت اور

بے شمار خوبیوں والا

قرآن مجید غیر مترجم

چھ سَو بارہ صفحے۔ جلد نہایت خوبصورت سبز کاہی۔ اِس قدر صحیح چھپا ہوا کہ چھپنے
کے بعد کئی حافظوں نے جس کی صحت کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ سرورق نہایت
دیدہ زیب اور ہفت رنگ۔ سبز اور سُرخ چھاپے کا۔ باوجود اِس قدر

خوبیوں کے

ہدیہ:۔ صرف پانچ روپے

محصول ایک جلد پر تیرہ آنے، دو جلدوں پر ایک روپیہ چھ آنے۔ تین جلدوں پر دو
روپے۔ پانچ جلدوں پر محصول تین روپے دو آنے۔

کتب فروش حضرات خط و کتابت سے معاملہ طے فرمائیں

پتہ:۔ دفتر رسالہ بانو۔ دہلی

مضبوط اور خوشنما جالی کے

شاندار دوپٹے

ہندوستان بھر میں خوب پسند کیے جاتے ہیں۔ ہندوستان کی پردہ نشین خواتین کی سہولت کے پیش نظر ادارہ "بانو" دہلی نے نہایت شاندار مضبوط اور خوشنما جالی کے بنے ہوئے اور کڑھے ہوئے دوپٹوں کو گھر گھر پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ دوپٹہ پورے ڈھائی گز کا ہوگا۔ ذیل کی اقسام میں سے جس قسم کا چاہیں طلب کر سکتے ہیں۔ رنگ سب مل سکتے ہیں آرڈر دیتے وقت لکھ دیں۔

دوپٹہ قسم اوّل:۔ باریک جالی اور ریشمی تارکشی سے ہاتھ کا کڑھا ہوا قیمت بیس۲۰ روپے

دوپٹہ قسم دوم:۔ باریک جالی سادہ۔ قیمت پندرہ۱۵ روپے

دوپٹہ قسم سوم:۔ جالی معمولی موٹی اور مشین کی پکی کڑھائی قیمت بارہ۱۲ روپے

(نوٹ، جالی کی قیمتوں میں بہت زیادہ اضافہ ہونے کے سبب قیمتیں بڑھادی گئی ہیں) محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ ایک دوپٹہ پر دس آنے اور دو دوپٹوں سے لے کر چار تک صرف ایک روپیہ لگتا ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ **دفتر رسالہ "بانو" دہلی**

مذہبی کتابیں

اعجاز نما بارہ سورہ

اس کا عربی قلم بے حد موزوں ہے۔ ترجمہ حضرت علّامہ اشرف علی تھانوی کا ہے، حاشیہ پر خواص القرآن، فوائد القرآن، شان نزول اور ربط آیات چڑھائے گئے ہیں۔ ہر سورہ کے شروع میں اس کے مجرّب اور مستند اعمال و وظائف اور نقش دیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ درود تاج، درود لکھی، دعائے حزب البحر درود مستغاث ختم خواجگان چشت و نقشبند اور اسمار الحسنیٰ اور اسم مبارک سرورِ کائنات اور اسمائے بدریین وغیرہ ضروری مجرب اور مستند وظائف خاندانِ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ وغیرہ درج گئے ہیں۔ کاغذ سفید چکنا، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت تقریباً ۲۰۰ صفحات۔ رنگین ڈسٹ کور۔ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ۔ قیمت دو روپے۔

مکمل مدلّل ہفت سورہ

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب کے عام فہم ترجمہ کا مکمل اور مدلّل ہفت سورہ شائع کیا گیا ہے۔ ہر سورۃ کے خواص اس کے پڑھنے کا طریقہ، ہر سورۃ کا نقش و تعبیر خواب بھی اس ہفت سورہ میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے۔ خوبصورت اور مضبوط جلد قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

پتہ:۔ دفتر رسالہ "بانو" دہلی

قرآن اور تصوف اس گرانمایہ تالیف میں حقیقی اسلامی تصوف کو منطقی ترتیب و وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع کے لحاظ سے قابلِ مطالعہ کتاب ہے ۱۰۰ صفحات۔ بڑا سائز، قیمت دو روپے۔ مجلد تین روپے۔

فہم قرآن قرآن مجید کے آسان ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اور قرآن شریف کا صحیح منشا معلوم کرنے کے لئے شارع علیہ السلام کے اقوال و افعال کا معلوم کرنا کیوں ضروری ہے؟ احادیث کی تدوین کب اور کس طرح ہوئی یہ کتاب خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہے۔ قیمت دو روپے چار آنے۔ مجلد تین روپے چار آنے۔

علمائے سلف نہایت مقبول تصنیف جو عربی کی مستند ترین تاریخی کتابوں کے تقریباً ہزار صفحات کے عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہے اس کتاب سے ایک نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنے عروج کے زمانہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں کے اندر علم کا کس قدر ذوق تھا۔ اور مسلمان علماء کی پبلک اور پرائیویٹ زندگی کی کیا کیفیت تھی۔ محض ماؤں کی علم دوستی کے طفیل مجتہد اور امامانِ فن پیدا ہوئے۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے جید اور مشہور علماء کے استادوں میں بیبیوں کے نام بھی پائے جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایسی کتاب دنیا کی کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ قیمت دو روپے۔

اسلام کی بنیادی معلومات یہ کتاب اسلامی معلومات کا خزانہ ہے۔ سینکڑوں مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے آپ کے ایمان کو تقویت پہنچے گی۔ اور معلومات میں اضافہ ہوگا ۲۰۰ صفحے قیمت ۱ر

اِسلام میں غلامی کی حقیقت

یورپ کے ارباب تالیف و تبلیغ نے اسلامی تعلیمات کو بدنام کرنے کے لئے جن حربوں سے کام لیا ہے ان میں سلیوری کا حربہ بہت ہی موثر ثابت ہوا ہے۔ اگر آپ اس باب میں اسلامی نقطۂ نظر کے ماتحت ایک محققانہ بحث دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور پڑھیئے۔ اس میں غلامی کی حقیقت، اس کے اقتصادی، اخلاقی اور نفسیاتی پہلوؤں پر بحث کے بعد بتایا گیا ہے کہ غلامی یعنی انسانوں کی خرید و فروخت کی ابتدا کب سے ہوئی اسلام نے اس میں کیا کیا اِصلاحیں کیں اور کیسے پُر حکمت طریقے اختیار کئے۔ اس کے ساتھ مشہور مصنفین یورپ کے بیانات اور یورپ کی ہلاکت خیز اجتماعی غلامی پر بھی مبسوط تبصرہ کیا گیا ہے۔ ۔۴۰۰ صفحات، بڑا سائز قیمت تین روپے، مجلد چار روپے

قرآن ایک معجز نما کتاب ہے حقائق و معارف، فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے قرآن پر اُردو میں سب سے آخری کتاب ہے، قرآن پر غیر مسلم رہنماؤں اور سرداران قریش کے تبصرے منکرانِ الٰہی کا اس کو سُن کر مسلمان ہونا۔ یہ تمام باتیں اس کتاب میں درج ہیں یہ تمام صحائف آسمانی کا نچوڑ ہے۔ قیمت بارہ آنے۔

سیّدہ فاطمہؑ کا لال حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے حالاتِ زندگی اور واقعاتِ کربلا کی مستند تاریخ جس کو مفتی انتظام اللہ شہابی نے نہایت اندوہناک اور موثر پیرایہ میں لکھا ہے۔ قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے۔

الایمان

اسلامی عقائد میں چار کتابوں کا سلسلہ، اس مضمون پر اس ترتیب سے آجتک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ترتیب اور تدوین دونوں نے مل کر مضامین کا بچوں تک کے ذہن نشین ہونا نہایت آسان کر دیا ہے۔ علاوہ تمام دوسرے پیغمبروں کے جن کا ذکر قرآن میں ہے، حضرت پیغمبر آخر الزمان صلعم کی سیرت پاک نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہے عقائد کے علاوہ اسلامی حقوق، اخلاق اور ادب کے متعلق جو مضامین ہیں ان کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ آخر میں احادیث اور آیات کا بہترین مجموعہ ہے پانچواں رسالہ "الاسلام" سورتوں اور دعاؤں کا مجموعہ ہے جو نماز اور روزانہ کی زندگی میں معمول بنانے چاہئیں۔ مضامین کے علاوہ کاغذ، لکھائی چھپائی بھی بہت عمدہ ہے۔

پانچوں کتابوں کی قیمت چار روپے چار آنے۔

سیف اللہ

حضرت خالد بن ولید رضؓ کی سوانح حیات اولوالعزمی اور جرأت و دلیری کا مرقع ہے جو خدا سے ڈرتا ہے وہ سب کو خوفزدہ کر دیتا ہے۔ یہ کتاب آپ کے خون کو گرما دے گی۔ اور بحیثیت مسلمان اپنا مقام بتائے گی۔ آپ کو فتوحاتِ اسلامیہ کا حال معلوم ہوگا۔ آپ اپنے ماضی پر فخر ہی نہیں کریں گے۔ مستقبل میں اپنے آپ کو کامیاب مسلمان بنانے کی کوشش کریں گے۔ آپ میں تنظیم پیدا ہوگی۔ آپ میں ڈسپلن آجائے گا۔

۴۰۰ صفحات۔ قیمت:۔ مجلد ۲ دو روپے۔

پتہ:۔ دفتر رسالہ "بانو" دہلی

تعلیماتِ غوثیہ

حضرت شاہ گل حسین صاحب قادری کی یہ تعلیم و واعظہ پر بے نظیر کتاب ہے۔
فہرست مضامین ملاحظہ ہو۔ تمہید۔ حمد و نعت۔ حضرت پیر کامل مذاہب کا تصوف سے موازنہ، علم تصوف کو علم دین سے کیا نسبت ہے۔ تحقیق تصوف، ارکان تصوف، صوفی، صحبت فقراء، اختلاف معانی آیات درمیان اہل تصوف و شرع۔ فقر و تصوف کی تعلیم کس لئے ہے؟ علم و علم طریقت۔ پیر کامل کی تلاش۔ آسان سفر کی تیاری اور حوائج ضروریہ سوال و جواب مسافر طریقت۔ یہ تعلیمات تصوف میں اردو کی سب سے بہترین کتاب ہے
قیمت مجلد صرف تین روپے۔

رازِ حیات

خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرنے کی بہم کوشش کرتے ہیں۔ یہ کتاب مسلمانوں کو با عزت زندگی بسر کرنے کے لئے ماضی و مستقبل کا آئینہ ہے اسکو پڑھ کر عمل کیجئے اور اپنے اندر نئی روح پھونک لیجئے۔ آپ میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہوگا۔ احساسِ کمتری پیدا ہوگا۔ آپ اپنے مقام کو پہچان لیں گے، کہ آپ دنیا والوں کی متابعت کے لئے نہیں معلمی کیلئے آئے ہیں۔ چند عنوانات ملاحظہ ہوں۔ اسلام نے دنیا کو کیا عطا کیا۔ قرآن کی برکتیں۔ انسان خدا کا نائب ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت۔ مسلمانوں کی ترقی کن باتوں پر منحصر ہے۔ نوجوان مسلمانوں کی موجودہ تعلیم۔ پست ہمت آدمی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ کتاب موجودہ دور میں نعمت ہے۔ ۲۰۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔

پتہ:۔ دفتر رسالہ "بانو" دہلی

تاجدارِ دو عالم | "تاجدار دوعالم" رسولِ اکرم حضرت محمد مصطفیٰ کے مختصر حالات زندگی حکیم خواجہ شوکت علی گیلانی نے ایسے دلکش پیرایہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ کہ کتاب ایک بار پڑھ کر آپ بار بار پڑھنے کے لیے مجبور ہو جائیں گے۔ پیارے رسولؐ کے دل و دماغ روشن کرنے والے ارشادات۔ شہنشاہ دوعالم کی سادہ معاشرت۔ اسلام کی توسیع کے لئے حلیمانہ جدوجہد۔

غرض یہ تمام حالات آپ اس چھوٹے سے مجموعہ میں پائینگے۔ قیمت ایکروپیہ چار آنے

قرآنی دعائیں | جب مایوسیوں کے تیر سے کلیجہ چھلنی ہو رہا ہو تو خداوندکریم کی اس کتاب سے رجوع کیجئے۔ ہم نے نہایت محنت سے قرآن مجید کی وہ تمام دُعائیں یکجا کر دی ہیں۔ جو مختلف مقاصد کے لئے تیر بہدف ہیں دنیا کا ہر کام ان پاک دُعاؤں سے سرانجام ہو سکتا ہے۔ قیمت ایکروپیہ

اصلاحی تعلیم | حضرت امام اعظم کی فقہ اُردو زبان میں، فتاویٰ عالمگیری کے بعد دین و دنیا کی ہر مشکل کا حل اس کتاب میں ملے گا۔ یہ کتاب عرصہ دس سال سے نایاب تھی۔ اب دوبارہ زرکثیر صرف کر کے تیار کی گئی ہے۔ اچھی لکھائی چھپائی۔ سفید چکنا کاغذ ۷۰۰ صفحات۔ سائز ۲۶×۲۰۔ ٹائیٹل خوشنما اور رنگین قیمت بلاجلد دس روپے۔ مجلد پارچہ گیارہ روپے مجلد پارچہ پشتہ بارہ روپے۔

"ارکان اسلام" | "اسلامی عقائد اور اسلامی فرائض" نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کے ضروری مسائل اور محاسن اور فوائد سہل انداز میں جاننے کے لئے کتاب "ارکان اسلام" ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ مولفہ:۔ مولوی محمد احتشام الحق صاحب۔ سفید عمدہ کاغذ مجلد گرد پوش دو رنگہ قیمت عہ

بارہ مجالس

مسلمانوں پر جو شدید وقت اب ہے۔ ابتدائے اسلام کا وقت اس سے بھی سخت تھا۔ یہ تعلیمات اسلام اور رسُول اللہ صلعم کا کیریکٹر ہی تھا جس سے مسلمان اس آگ کے سمندر سے صرف پار ہی نہ ہوئے بلکہ انہوں نے ظالموں کو رحمدل، بدکاروں کو نیک کار بنا دیا۔ اس کتاب میں، وعظ کے طور پر ان تعلیمات کی تفصیل ہے جن سے مسلمانوں کو اوج ہوا۔ مثلاً توحید الٰہی۔ شمع توحید کے پروانے۔ نبوت و رسالت۔ ختم نبوت۔ حضور کی عظمت۔ حضور کا اسوۂ حسنہ۔ محبت رسُول۔ اسلامی اخلاق۔ اسلامی وحدت و مساوات اسلام میں عورت کے حقوق، یہی وہ تعلیمات ہیں۔ جن پر عمل کر کے مسلمانوں نے اپنے کو بلند کیا۔ جس میں خاص طور سے رسول پاک کی اعلیٰ بشریت دکھائی گئی ہے۔

قیمت:۔ مجلد ایک روپیہ چار آنے۔ عہ

"تبلیغی چالیس سبق"

تبلیغی طالب علموں کے لئے ایک بہترین کتابچہ۔ قیمت چار آنے

"آداب معیشت"

شروع ہی سے نو عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو کھانے پینے سونے پہننے کے سلیقے اور مختصر آداب سکھایئے۔ قیمت آٹھ آنے

"حیات فخر"

امام فخر الدین رازیؒ کی سوانحعمری۔ ایک معلوماتی اور تاریخی کتاب۔ قیمت ۸/

پتہ:۔ دفتر رسالہ "بانو" دہلی

قرآن اور حدیث کی دعائیں

مایوسی کو دور کر کے ہر کام بنانے والی دعائیں مانگنے کے طریقے اور ان کے اثرات بھی درج ہیں۔ ۱۲۸ صفحات قیمت:- ایک روپیہ

"صد پارہ دِل"

اردو ادب کا لاثانی شاہکار یہ کتاب سیف الحق جناب مولانا سید عزیز حسن بقائی کی تصنیف ہے۔ مولانا شاعر نہیں ہیں۔ لیکن ان کی نثر نگاری بھی نظم نگاری سے کم نہیں ہے۔ اور ہمارے اس دعوے کی تصدیق آپ "صد پارہ دِل" پڑھ کر ہی کر سکتے ہیں ضخامت ۲۰۰ صفحہ قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے۔

۱۰ اخوبیوں والی اسلامی جنتری

شیخ الہندؒ جنتری کے چوتھے ایڈیشن میں ذیقعد ۱۳۷۶ھ تک کی انگریزی اسلامی، ہندی اور فارسی کی چھ قسم کی جنتری بڑے بڑے شہروں کے اوقات طلوع وغروب کے علاوہ تیس مضامین۔ سرور کائنات صلعم کے شاہ مصر اور شاہ بحرین کے نام خطوط کا عکس مشہور انبیاء علیہم السلام۔ خلفائے راشدین۔ خواتین اسلام اور اسلامی ممالک کے موجودہ حکمرانوں، اور رہنماؤں کے حالات۔ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ تمام اسلامی ممالک کے حالات اور نقشہ ہند اور پاکستان کے عرسوں کی تاریخیں۔ تین ہزار سالہ کیلنڈر۔ نکاسی جائدادوں کا قانون۔ پاکستان جانے کے لئے پرمٹ حاصل کرنے کا طریقہ ڈاک و تار کے قواعد اور دیگر مفید معلومات جن کے ساتھ دس گوشوارے بھی شامل ہیں۔ قیمت:- ۱۲ر

پس منظر اسلام (مصنفہ محمد اجمل خان پرائیویٹ سکریٹری مولانا ابوالکلام آزاد۔ قیمت للعہ

پتہ:- دفتر رسالہ "بانو" دہلی

کارآمد کتابیں

صنعت وتجارت کے پوشیدہ راز

پانچ دس روپے کے معمولی سرمایہ سے اپنے شہر میں رہ کر آزادی وعزت سے شاندار آمدنی پیدا کرنے کے خواہش مند آج ہی ہماری مشہور عالم کتاب "صنعت وتجارت کے پوشیدہ راز" منگوا کر مطالعہ کریں۔ جس میں روپیہ کمانے کے سینکڑوں اور نئے نئے کاروبار کرنے کی بے شمار اسکیمیں درج ہیں۔ تھوڑا پڑھا لکھا آدمی بھی اس کتاب کی مدد سے یورپ وامریکہ کی گھریلو انڈسٹریوں اور مشہور کارخانوں کے رازوں سے واقف ہو کر اپنی غریبی ومفلسی کو امیری سے بدل سکتا ہے یہ کتاب سات سو سے زائد انگریزی اور ہندوستانی رسائل وکتب کے مطالعہ وعملی تجربات کے بعد سات سال میں تیار ہوئی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ سینکڑوں روپیہ خرچ کرکے اور سالوں شاگردی کرکے بھی اتنے راز نہیں مل سکتے۔ قیمت چار؟ روپے۔

صنعت وحرفت سے دولت پیدا کرنیکے راز

یورپ وامریکہ کی صنعت وحرفت کی کتابوں کا نچوڑ کوئی شخص ترقی کامیابی حاصل کرنا چاہیے تو کسی ایک کام کو پکڑ کر تھوڑے ہی عرصہ میں خوش حال ہو سکتا ہے۔ ہر کام کے متعلق مکمل ہدایات درج ہیں مثلاً صابن سازی، خوشبودار تیل بنانا، آئینہ سازی، خضاب سازی اور

روشنائیاں وغیرہ بنانا۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

صنعت وحرفت کے قیمتی راز

اس کتاب میں سینکڑوں ایک سے ایک مجرّب تجارتی فارمولے، لاکھ لاکھ روپے قیمت کے پیٹنٹ نسخے، آسان دستکاریاں، باعزت و پُرمنافع روزگار، مفید ہُنر، عملی اسکیمیں وغیرہ درج ہیں۔ جن کی بدولت اگر آپ نوکری پر لگے ہوئے ہیں۔ تو فالتو وقت میں اپنی آمدنی کو دوگنا کر سکتے ہیں۔ اور اگر بے کار ہیں تو آزادی ۔۔۔ کے ساتھ روٹی کمانے کے قابل بن سکتے ہیں۔ یہ کتاب مہانند جی نے لکھی ہے اور گورنمنٹ سے باقاعدہ رجسٹرڈ ہے۔ قیمت تین روپیے۔

رہنمائے صحت

اس کتاب میں صحت و تندرستی کے سنہرے اصول و قواعد بیماریوں سے بچنے اور تندرست رہنے کے لئے مفید مشورے، ہر طرح کی کمزوری لاغری کو دُور کر کے ہمیشہ جوان بنائے رکھنے والی باتصویر کسرتیں، عمر بڑھانے اور سو سال تک جینے کے قدرتی طریقے، عام ہونیوالی بیماریوں اور ان کے لئے آسان اور بہترین نسخے، سر سے لے کر پیر تک تمام مردانہ و زنانہ اعضاء کی جوانی و خوبصورتی بڑھانے اور اُسے مدت تک برابر قائم رکھنے کے پوشیدہ راز، رگ رگ میں طاقت و توانائی کا کرنٹ بھر دینے والی دیسی اور ولائتی دوائیں۔ اس میں دو سو بیش قیمت اور پُر از معلومات مضامین، ۱۰۰ عمدہ تصاویر اور اکسیر اور تیر بہدف نسخے ہیں۔ ۴۰۰ صفحات۔ قیمت پانچ روپیے۔

صنعت میں دولت

اپنی طرز کی پہلی اور انوکھی کتاب ہے۔ جو چھان بین اور ذاتی تجربات کے بعد عوام کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ مصنف دوسری کتابوں کی نقل پر یقین نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک تجربہ کار اور باعمل انسان ہے۔ مصنف نے کوشش کی ہے کہ کتاب میں صرف تجربہ میں کامیاب اُترنے والے فارمولے اور نسخے درج کئے جائیں۔ اس کے علاوہ بے شمار خاکے ضروری سامان کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت پانچ روپے۔

فائن ٹیلر ماسٹر اس کتاب میں قدیم و جدید ہر وضع کے کپڑے کاٹنے اور سینے کی مکمل تعلیم ہے۔ کوٹ۔ پتلون۔ جیسٹر، واسکوٹ شیروانی۔ برجس۔ جمپر، فراک، برقعے۔ غرض ہر قسم کے کپڑوں کے سینے کی ترکیبیں درج ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

رشیدہ کی کشیدہ کاری خوشنما کشیدہ کاری۔ دستکاری، اونی کام کروشیا، دوسوتی نیو فیشن زنانہ۔ مردانہ اور بچکانہ، بیل بوٹے۔ دامن، کالر کونے اور تکیہ کے اشعار کا مجموعہ، بڑا سائز۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

رشیدہ کا لال دو روپے آٹھ آنے **آمنہ کا لال** عہ **لختِ جگر** سے ۸ر

قمر کشیدہ کاری تین روپے **خاتونِ جنت** چھ آنے **کشمیر جنت نظیر** عہ ۸ر

پتہ:۔ دفتر رسالہ "بانو" دہلی

مولانا اشرف علی صاحب و مولانا احمد سعید صاحب و دیگر حضرات
کی
مذہبی و سیاسی کتابیں:

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
جنت کی کنجی	۳/۴/۰	پہلی تقریر سیرت	۲/۰/۰
مضامین احمد سعید	۲/۸/۰	اعمال قرآنی	۱/۸/۰
خدا کی باتیں	۲/۱۲/۰	رسول اللہ	۱/۸/۰
شوکت آرا بیگم	۲/۰/۰	حیات المسلمین	۱/۱۲/۰
سفر نامہ اسیر مالٹا	۲/۰/۰	رباعیات فارسی	۱/۱۲/۰
دوزخ کا کھٹکا	۲/۴/۰	ایسٹ انڈیا کمپنی و باغی علماء	۲/۰/۰
تقاریر احمد سعید	۲/۴/۰	علماء حق اور انکی مظلومیت کی داستانیں	۱/۸/۰
پردہ کی باتیں	۱/۲/۰	غدر کے چند علماء	۱/۱۲/۰
صلوٰۃ وسلام	-/۱۲/۰	اسلامی معاشرت	۲/۴/۰
تعلیم الدین	۱/۱۲/۰	ہفت سورہ مجلد	۱/۱۲/۰
رسول کی باتیں	۲/۴/۰	سیاسی لٹریچر	۱/۰/۰
دوسری تقریر سیرت	۲/۸/۰	ارکان اسلام (مولانا احتشام الحسن)	۱/۸/۰
مشکل کشا	۲/۴/۰	آداب معیشت " "	-/۸/۰
(از مولانا محمد سعید)	۱/۱۲/۰	حیات فخر (سوانح امام فخر الدین رازیؒ)	-/۱۰/۰
فاطمہؓ کا لال	۲/۴/۰	اسلامی معاشرت	۳/۰/۰

پتہ:۔ دفتر رسالہ "بانو" دہلی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
شاہ راہِ ترقی	-/۸/-	علم بیان (از ناصر الدین محمد	
اُمتِ مسلمہ اور اس کا مخصوص طرزِ زندگی		اسد الرحمٰن قدسی)	۲/-/-
(حافظ سعید الدین صاحب)	-/۸/-	صراطِ مستقیم " "	۲/-/-
تبلیغی طالب علموں کے لئے چالیس سبق "	-/۴/-	رسالہ تجوید " "	-/۴/-
رحمت کا دربار	-/۳/-	نغمات (از ناصر الدین محمد	
نوائے دین (حافظ منیر الدین صاحب)	-/۳/-	اسد الرحمٰن قدسی)	-/۱۲/-
ہماری مصیبتوں کے اسباب (مولانا		بلاغ الحق (از مولانا محب الحق صاحب)	۲/۸/-
عاشق الٰہی صاحب بلند شہر)	-/۴/-	پیغمبر اسلام (از پرنسپل رگھوناتھ سہائے)	۱/-/-
اسلامی نام " "	-/۳/-	خلفائے راشدین (از مولانا عبد الشکور	۲/-/-
شاہ ولی اللہ کی خوابی چہل حدیث	-/۴/-	شمائل نبوی " "	۱/-/-
تبلیغی چھ اصول	-/۳/-	آمنہ کا لال (علامہ راشد الخیری)	۱/۸/-

سیپارے قاعدے وغیرہ

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
سیپارہ عم والم تا ولوانا ۲۰×۲۶/۸ سفید		نور نامہ معہ عہد نامہ کلاں سفید گلیزڈ کاغذ	
گلیزڈ کاغذ ۴۴ صفحات فی سینکڑہ	۱۲/-/-	فی سینکڑہ	۸/-/-
قاعدہ بغدادی نصف جزہ فی سینکڑہ	۴/-/-	راہ نجات سفید گلیزڈ کاغذ فی سینکڑہ	۱۲/-/-
قاعدہ بغدادی ایک جزہ ۱۶ صفحہ "	-/۱/-	نماز کی کتاب " "	۴/-/-
قاعدہ بغدادی دو جزہ سفید گلیزڈ "	۱۶/-/-	دعائے گنج العرش پاکٹ سائز "	۱۲/۸/-

پتہ:- دفتر رسالہ "بانو" دہلی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
شان قدرت شانِ رحمت فی کاپی	-/۴/۰	مسلمان خاوند	۱/۴/۰
جنگ نامہ محمد حنیفہ فی کاپی	-/۸/۰	مسلمان بیوی	-/۱۰/۰
خطباتِ علمی سفید گلیزڈ کاغذ بلا ٹائٹیل	-/۸/۰	صحابی عورتوں اور بچوں کی سچی کہانیاں	-/۱۰/۰
خطباتِ علمی سفید گلیزڈ کاغذ معہ چار رنگا		جنت کا ٹکٹ	-/۱۳/۰
ٹائٹیل فی کاپی	-/۱۰/۰	تبلیغی بہشتی زیور حصہ اول	-/۱۲/۰
شہادت نامہ امام حسینؑ کلاں سفید		تبلیغی بہشتی زیور حصہ دوم	-/۱۲/۰
گلیزڈ کاغذ فی کاپی	-/۲/۰	اکرام مسلم	-/۱۲/۰
رسالے نماز ان فی کاپی	-/۲/۰	اخلاص نیت غیر مجلد	-/۸/۰
آمین فی کاپی	-/۲/۰	اخلاص نیت مجلد	-/۱۲/۰
قاعدہ یسرنا القرآن بطرز قادیان سفید		خدا کی جنت	-/۱۲/۰
گلیزڈ کاغذ فی کاپی	-/۱۰/۰	خواتینِ اسلام غیر مجلد	-/۸/۰
قاعدہ یسرنا القرآن چار رنگا ٹائٹیل سفید		خواتینِ اسلام مجلد	-/۱۲/۰
گلیزڈ کاغذ فی کاپی	-/۱۲/۰	خدا کا ذکر	-/۱۲/۰
اصلی میلاد اکبر سفید گلیزڈ کاغذ بلا		بہشتی زیور $\frac{۲۰×۳۰}{۱۶}$ اول	-/۱۰/۰
ٹائٹیل فی کاپی	-/۱۲/۰	〃 〃 دوم	-/۹/۰
اصلی میلاد اکبر سفید گلیزڈ کاغذ چار		〃 〃 سوم	-/۸/۰
رنگا ٹائٹیل فی کاپی	/۱۲	〃 〃 چہارم	-/۱۰/۰
آمد نامہ فارسی فی کاپی	-/۱۳/۰	〃 〃 پنجم	-/۸/۰
میری نماز	۱/۰/۰	〃 〃 ششم	-/۱۰/۰

پتہ:- دفتر رسالہ 'بانو' دہلی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
بہشتی زیور $\frac{20\times30}{16}$ ہفتم	-/۱۰/-	حل المشکلات	۱/۴/-
" " ہشتم	-/۱۰/-	عورتوں اور مردوں کے مخصوص	
" " نہم	-/۱۲/-	مسائل	-/۶/-
" " دہم	-/۱۰/-	تعلیم القرآن	-/۶/-
" " یازدہم	۱/۴/-	قرآنی قاعدہ	-/۲/-
بہشتی زیور کامل خورد سائز		نماز مکمل	-/۴/-
$\frac{20\times30}{16}$ غیر مجلد	۷/-/-	تبلیغی تحریک نمبر، اول کلمہ	-/۲/-
بہشتی زیور کامل خورد سائز		" " دوم (نماز)	-/۲/-
$\frac{20\times30}{16}$ دو جلدوں میں، مجلد	۸/۸/-	" " سوم (علم وذکر)	-/۴/-
اسلام کا اصلاحی پروگرام مجلد	۱/-/-	تبلیغی تحریک نمبر، چہارم	
ہماری تعلیم مجلد	۱/-/-	(اکرام مسلم)	-/۴/-
ازواج مطہرات مجلد	-/۱۰/-	تبلیغی تحریک نمبر، پنجم	
برکات الصالحین "	۱/-/-	(خلوص نیت)	-/۲/-
رسول اللہ کی نصیحتیں	-/۶/-	تبلیغی تحریک نمبر، ششم	
چہل حدیث	-/۶/-	(تفریق وقت)	-/۲/-
قصص الصحابہ حصہ اول	-/۱۲/-	تبلیغی تحریک نمبر، ہفتم	
" " " دوم	-/۱۲/-	(ترک لایعنی)	-/۲/-
" " " سوم	-/۱۲/-	فارسی کی پہلی کتاب	-/۳/۶
قصص الصحابہ مکمل مجلد	۲/۸/-	فارسی کی دوسری کتاب	-/۷/-

پتہ:- دفتر رسالہ "بانو" دہلی

تعلیم الاسلام مکمل کلاں	۱/۲/-	دوسری انجمن حمایت الاسلام	-/۷/-
” خورد سائز	۱/۲/-	تیسری ” ”	-/۱۰/-
قاعدہ تعلیم الاسلام کلاں سائز	-/۲/۶	چوتھی ” ”	۱/۱۲/-
” ” خورد سائز	-/۲/-	دینیات حصہ اول ”	-/۱/۶
قاعدہ انجمن حمایت الاسلام	-/۲/-	” ” دوم ”	-/۵/-
پہلی اردو ” ”	-/۳/-	یازدہ سورۃ	۱/۴/-

"بیسویں صدی"

کی

مفید اور دلچسپ کتابیں

نام کتاب	ادارہ	قیمت	نام کتاب	ادارہ	قیمت
پریم شاستر (مجلد)	بیسویں صدی	۳/۰/۰	دل کے پیام مجلد	بیسویں صدی	۲/۰/۰
کام شاستر //	//	۳/۰/۰	شاہی محلات کی پریم کہانیاں	//	۲/۰/۰
گربھ شاستر //	//	۲/۰/۰	رنگین و دلکش ڈائری مجلد	//	۳/۰/۰
صحت اور زندگی //	//	۲/۰/۰	بڑے آدمیوں کا عشق	//	۲/۰/۰
فلمی پریاں //	//	۳/۰/۰	بیسویں صدی کی کشیدہ کاری	//	۴/۰/۰
میرے سپنے //	//	۳/۰/۰	**بچوں کیلئے پیاری کتابیں**		
سنگھار کمرے میں //	//	۲/۰/۰	ہمارا گاندھی	بیسویں صدی	۰/۸/۰
ایک حمام میں تین ننگے	//	۲/۰/۰	ہمارا جواہر لال	//	۰/۸/۰
جو عورت ننگی ہے مجلد	//	۲/۰/۰	ہمارا ابوالکلام آزاد	//	۰/۸/۰
حسن پرست //	//	۲/۰/۰	ہمارا پٹیل	//	۰/۸/۰
دکھتی رگیں //	//	۲/۰/۰	ہمارا سبھاش	//	۰/۸/۰
یہ لڑکیاں //	//	۳/۰/۰			

پتہ:- دفتر رسالہ "بانو" دہلی

رضیہ کی مشرقی مغربی کشیدہ کاری

کشیدہ کاری امیر لڑکیوں کا بہترین شغل ہے۔
کشیدہ کاری غریب خواتین کا ذریعہ معاش ہے۔
کشیدہ کاری سے ایک معمولی کپڑا حسن کا مرقع بنجاتا ہے
کشیدہ کاری معمولی گھر کو رشکِ فردوس بنا دیتی ہے

اپنے اس لطیف ذوق کی تشنگی کے لئے اپنے اس فن کو عروج تک پہنچانے کے لئے رضیہ کی مشرقی مغربی کشیدہ کاری کا مطالعہ کیجئے۔ بڑے سائز کی یہ حسین کتاب خوشنما انگلش گل بوٹوں دیدہ زیب بیلوں، دلکش حرکزوں حسین میز پوشوں، کف، تکیے اور فلاور باسکٹوں کے دل نشین اور حسین ترین ڈیزائنوں اور نمونوں سے مزین ہے۔ اور رضیہ سلطانہ کی محنت قابل داد ہے۔ قیمت صرف چار روپے۔

رضیہ ماڈرن فیشن بک

ضرور خریدیئے۔ ضرور حاصل کیجئے۔ ضرور پڑھئے اس کتاب میں اڑھائی سو فیشن ایبل کپڑے تیار کرنے کی آسان ترکیبیں اور مکمل نقشے درج ہیں۔ اور حسین لباسوں کے ساتھ حسین عورتوں اور بچوں کی حسین تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ ہر بہن۔ لڑکی۔ سلیقہ شعار بیوی۔ اور گھر بیوی کے لئے اس کتاب کا استعمال ضروری ہے سینکڑوں لڑکیوں نے اس کتاب کی مدد سے درزیوں کے مقابلے میں کپڑے تیار کرنے شروع کر دیئے۔

بڑا سائز۔ نہایت خوبصورت جلد۔ قیمت:۔ چار روپے

باپ کا خط بیٹی کے نام

ہر عورت کے لئے خواہ وہ بیوی ہے یا ماں، نند ہے یا بھابی، بہو ہے یا ساس۔ اس کتاب کا مطالعہ فرض ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی اس کے گھر کو رشک فردوس بنادے گی۔ اگر آپ کے ہاں بیٹی ہے یا آپ خود کسی کی بیٹی ہیں تو آج ہی یہ حسین تحفہ صرف بارہ آنے میں خرید یئے۔

لعل و گوہر

ایک سبق آموز اور نہایت ہی دلچسپ کتاب کا نام لعل و گوہر ہے جو اپنی حسن و خوبی کے سبب واقعی لعل و گوہر جیسی قیمتی ہے۔ اس میں وہ اشارے ہیں۔ جو زندگی کے دشوار گذار راستہ میں تمہیں چراغ ہدایت کا کام دینگے اسے پڑھ کر تم زندہ رہنے اور زندہ رہ کر حقیقی معنوں میں انسان بننا سیکھ جاؤ گے۔ قیمت :۔ ایک روپیہ

سُرخ بچّے

اگر آپ اپنے بچوں کو بہادر بنانا چاہتے ہیں۔ تو ان بہادر بچوں کے دلچسپ اور دلفریب کارنامے انہیں پڑھنے کے لئے دیجئے۔ جو کھیل کود ہی میں اپنی آئندہ زندگی کے پروگرام بنا لیتے ہیں سُرخ بچے ایک نہایت دلآویز اور دلکش ناول ہے جس میں بچوں کی ایسی انوکھی اور حیرت انگیز باتیں درج ہیں۔ جنہیں پڑھ کر آپ کے جسم میں بھی بہادری کا خون کھولنے لگے گا۔

اسرار احمد آزاد نے یہ دلچسپ ناول آپ ہی کے لئے لکھا ہے۔ قیمت :۔ ڈیڑھ روپیہ

قیمتی جہیز

اس کتاب میں ایک قابل فخر باپ نے اپنی نازو نعمت سے پلی ہوئی لڑکی کو وہ انمول نصیحتیں کی ہیں۔ جو ہر گھر کو جنت نظیر اور ہر بیوی کو قابل رشک اور قابل پرستش بنادیتی ہے۔ قیمت :۔ ایک روپیہ

"سُرخ آنچل"

سُرخ آنچل اُردو کی تیرہ ممتاز افسانہ
نگار خواتین کے منتخب افسانوں کا مجموعہ ہے
سرخ آنچل کے افسانے سرمایہ دارانہ
نظام کے خلاف زبردست احتجاج کی مُنہ
بولتی تصویریں ہیں۔

سُرخ آنچل موجودہ سیاسی بحران
کی صحیح عکاسی ہے۔

سُرخ آنچل میں آپ کو کچلے ہوئے عوام
کی اُبھرتی ہوئی جدوجہد اور امنِ عالمگیر کی
متحدہ کوششیں سربلند نظر آئیں گی۔

قیمت:۔ تین روپے بارہ آنے۔

"اُلجھے تار"

ادیبہ بھوپال مس رضیہ فرحت الطاف
کے ۹ مختصر طویل افسانوں کا مجموعہ ہے یہ افسانے
زندگی کی سلگتی ہوئی آہوں، تڑپتے ہوئے
اشکوں اور گھٹی گھٹی سسکیوں کو یکجا کر کے
تخلیق کئے گئے ہیں۔ ان افسانوں میں رومانی
زندگی کے لطیف احساسات۔ چاندنی کی
دودھیا کرنیں۔ جگمگاتے ہوئے ستاروں کی
آنکھ مچولیاں، سمودی گئی ہیں۔ ان افسانوں
کو پڑھ کر آپ زندگی کی الجھنوں کو سُلجھا
سکیں گے۔ قیمت:۔ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

"اسرارِ مصر"

اسرار مصر کی اس سے دلگداز
داستان، نہ آپ نے آج تک پڑھی ہوگی
نہ سُنی ہوگی۔

"بن باپ کا بچہ"۔۔۔ "بغیر شوہر کی
بیوی"۔ "بے بیوی کا شوہر"، اس ناول
کے یہ کردار آپ کو حیرت میں ڈال دیں
گے۔

تاریخ میں بھی یہ ناول ایک اہم
حیثیت رکھتا ہے۔ عجیب و غریب دلکش
پیرایہ میں تحریر کیا گیا ہے۔

اس لیٔے اسرار ناول کے اسرار د

دلکشات آپ کو حیرت میں ڈال دیں گے
رومان کے سنہرے تاروں سے بنے
ہوئے خواب اس ناول میں آپ کو
جگمگاتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ضخامت دو سو اسی صفحات
قیمت دو روپے بارہ آنے

محوِ خواب

مصر کی ممیوں کے متعلق تو تمام
دنیا جانتی ہے لیکن انہیں ممیوں میں
سے تین ہزار سال بعد جب ایک حسین
دوشیزہ عالم وجود میں آنکھیں کھول
دیتی ہے تو تمام دنیا انگشت بدنداں
رہ جاتی ہے۔

اس ماہتاب رُخ حسین دوشیزہ
کو اب سے تین ہزار سال پیشتر مصر کے
کاہنوں نے ایک خاص سائنٹفک اصول
سے سُلا کر ممی بنا دیا تھا۔ اتفاق سے
اُس راز کی ایک دستاویز ایک مردہ
زبانوں کے ماہر کے ہاتھ لگ جاتی ہے
اور وہ شخص۔ اس تین ہزار سالہ دوشیزہ
کو دوبارہ زندگی بخشتا ہے۔

اس کے بعد کیا ہوتا ہے "یہ محو خواب"
ناول پڑھ کر معلوم کیجئے جو انگریزی کے
مشہور ناول (SHE WHO SLEEPS)
کا ترجمہ ہے۔ قیمت:۔ تین روپے بارہ آنے

"داستانِ دل"

ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی کا بے حد
دلچسپ ناول جس میں شوخ و طرح دار
لڑکیوں اور اُن کے نوجوان عشاق کے
ہجر و وصال کی رنگین داستانیں ہیں۔
اس ناول کی ابتدا عدن کے ایک باغ
سے ہوتی ہے۔ قیمت۔ تین روپے آٹھ آنے

"میری کہانی"

پروفیسر محمد جمیل ایم اے کا ایک بہترین ناول
جو بہت زیادہ عجیب اور دلچسپ ہے قیمت صرف عہ

کارآمد اور مفید کتابیں

شرح دیوانِ غالب

حضرت جوش ملسیانی نے دلدادگانِ کلام غالب کے لئے یہ نادر کتاب بڑی محنت سے مرتب کی ہے۔ یہ غالب کے کلام پر ایک مکمل تنقید ہے شروع میں ۵۰ صفحات پر ایک بسیط تبصرہ ہے جس سے غالب کے کلام اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

سربرآوردہ ادیبوں شاعروں اور کالج کے پروفیسروں نے اس کتاب کو اردو ادب میں ایک قابل قدر اضافہ قرار دیا ہے۔ طلباء کے لئے یہ ایک نعمت ہے۔ ۴۰۴ صفحات۔

لکھائی چھپائی عمدہ۔ خوشنما جلد۔

قیمت:۔ پانچ روپے

صحت و زندگی

اس کتاب میں غذا، صحت، شباب اور تندرستی کے متعلق وہ تمام باتیں تفصیل سے لکھ دی گئی ہیں۔ جن کا جاننا ہر انسان کے لئے ضروری ہے صحت و جوانی کے خواہش مند اس کتاب کو ضرور پڑھیں یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں ۲۲۰ سے زائد کارآمد مضامین درج ہیں دنیا کے نامور ڈاکٹروں اور چوٹی کے سائنس دانوں کے عملی تجربات کا نچوڑ ہے۔

پیچیدہ امراض کا علاج بغیر دوا کے درج ہے۔ صحت و زندگی کو برقرار رکھنے کے قیمتی راز ہیں۔

لکھائی چھپائی عمدہ۔

دونوں حصوں کی قیمت تین روپے

ستاروں کے چراغ

"لختِ جگر"

بشیر الدین احمد دہلوی فرزند ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کی دوسری لاجواب کتاب جس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ لڑکیوں کو ازدواجی زندگی کی مشکل ترین گھاٹی سے بہ آسانی گزرنے کی سہل ترین ترکیبیں بتائی گئی ہیں۔ اور ایک شفیق باپ نے اپنی بیٹی کو نصیحت آمیز خطوط سے راہِ ہدایت دکھائی ہے۔

قیمت دو حصص مجلد تین روپے آٹھ آنے۔

"شادی خانہ"

بنگال کے سحر نگار ادیب مسٹر بینکم چندر چٹرجی کے غیر فانی شاہکار کا اردو ترجمہ اس میں زمینداروں کے ظلم، اور کسانوں کی بے بسی ہے حسن و عشق کی کرشمہ سازی ہے۔ اور عیاش زمیندار کی اصلاح کا مبارک انجام ہے اس اصلاحی ناول کو پڑھ کر ہماری گھریلو زندگی میں خوش گوار انقلاب آسکتا ہے۔ قیمت دو روپے۔

"بیرنگ نامے"

شری رندھیر ایم اے کی یہ کتاب ادبی خزانے کی حیثیت رکھتی ہے۔ فصیح اور سلیس زبان میں سینکڑوں دھڑکنوں کی لافانی مسکراہٹیں اور آہیں اپنے اندر سمائے ہوئے ہے اسے پڑھ کر آپ کے دل کی دھڑکن تیز ہو جائے گی۔

لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے

قیمت :- ایک روپیہ آٹھ آنے۔

پتہ :- دفتر رسالہ "بانو" دہلی

"فلمی پریاں" (باتصویر)

۲۰ سے زائد خوبصورت اور جوان ایکٹرسوں کے حالاتِ زندگی اور ساتھ ہی ان محبوب ایکٹرسوں کی دلکش اور نظرافروز تصاویر بھی آرٹ پیپر پر چھاپ کر شامل کی گئی ہیں۔ کاغذ اعلیٰ کتابت عمدہ مضبوط اور خوشنما جلد۔ سرورق نہایت رنگین ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت اُردو ایڈیشن تین روپے۔ ہندی ایڈیشن تین روپے۔

"فلمستان کی پریاں"

مشہور ایکٹروں ایکٹرسوں اور ڈائرکٹروں کے حالاتِ زندگی، پرائیویٹ پتے اس کتاب میں درج ہیں۔ جابجا فوٹو بھی ہیں۔ ۲۴۴ صفحے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

"شکست"

کرشن چندر کا سب سے بہترین ناول جو ہمارے افسانوی ادب کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ شکل ہے۔ گذشتہ دس سال میں اس سے بہتر ناول نہیں لکھا گیا قیمت تین

"سنگھار کمرے میں"

جوانی مسکراتی ہے۔ حُسن گنگناتا ہے اور عشق مچلتا ہے ان ہی کیفیتوں کو پروفیسر مس کرشنا کماری ایم اے نے دلکش افسانوں میں سمو دیا ہے ہر افسانہ ایک دِلدوز حقیقت ہے لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت دو روپے۔

"لغزش"

فضل حق قریشی کا رومان آفریں ناول جس میں عورت کی فطرت کو ایک عجیب انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عورت مرد کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ لیکن اس کے باوجود مرد کی زندگی بغیر عورت کے نامکمل ہے۔

(قیمت دو روپے)

جوانی کی لچکتی ہوئی پرچھائیاں!

"ایک حمّام میں تین ننگے"

زندگی کی عریاں تصویریں، اُن لڑکیوں کے عشق و محبت کی داستانیں جنہوں نے گھٹ گھٹ کر مرجانے کے بجائے کسی کی آغوش میں جی گرمانا سیکھا۔ ان نوجوانوں کی عریاں تصویریں جنہوں نے عورت کے بدن اور اسکی جوانی کو ایک کھیل سمجھا۔ اُن دلوں کی کہانیاں جن کی دھڑکنوں — میں جذبات نے اپنا گھر بنایا تھا۔ وقت کی دُکھتی ہوئی رگ پر سعید امرت کی فن کارانہ ضرب۔ ان افسانوں کو آپ بار بار پڑھنے پر مجبور ہوں گے۔

قیمت دو رُوپے (عہ)

"فریبِ مُسلسل"

شفیق بانو شفق کے دلچسپ رُومانی افسانوں کا مجموعہ۔ مردوں کی خود غرضی، مکر و فریب کی عریاں تصویریں، مرد عورتوں کو اپنا زرخرید غلام سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے جسموں کو اپنی جاگیر، یہ زندگی کی برہنہ حقیقتیں ہیں جو آپ کے سامنے بھیانک صورت میں پیش کی گئی ہیں۔ قیمت دو رُوپے۔

شاہی محلّات کی پریم کہانیاں

عشق و محبت کی پُرکیف اور سچی داستانیں۔ جس میں ملکہ یونان کی ایک حبشی غلام سے محبت، ملکہ ڈنمارک کی ایک چرواہے سے الفت ملکہ مصر کی داستانِ عشق، ہسپانوی شہزادے کا ایک وحشی عورت سے عشق اور ملکہ البانیہ کے عشق و محبت کی داستانیں درج ہیں سو فیصدی سچے، دلکش اور رومانی افسانے۔ حسین گردپوش۔ قیمت دو رُوپے۔

پتہ:- دفتر رسالہ "بانو" دہلی

پیارے بچوں کیلئے پیاری کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
طلسمی لڑکا	۴ر	پرستان	۶ر	ٹڈے شاہ	۳ر
نقلی آدمی	۴ر	شیر ماموں	۶ر	آب حیات	۴ر
دو احمق	۴ر	گھی شکر	۸ر	دو پیسے	۵ر
جاں نثار گھوڑا	۴ر	نئی کہانیاں	۸ر	جادو کا جھولنا	۶ر
ننھے ہوا باز	۴ر	غم خوار دوست	۴ر	آگ بیگم	۱۲ر
خوفناک کشتی	۵ر	۱۶ کارٹون	۸ر	بچوں کا تحفہ اوّل	۱۰ر
نرالا انتقام	۴ر	تحفے	۸ر	بچوں کا تحفہ دوم	۱۲ر
پری کی چھڑی	۴ر	مڈرس کا اژدہا	۴ر	اسلامی نظمیں	۱۰ر
تارا کا ڈنڈا	۳ر	پاپ کی ناؤ	۵ر	چار بہنیں	۵ر
بونے کا بٹوا	۳ر	مزدور کا بیٹا	۷ر	بادشاہ کا انعام	۴ر
انار راجہ	۳ر	انوکھی چھتری	۶ر	چور شہزادی	۴ر
پرستان کی سیر	۳ر	شہزادی حور بانو	۳ر	گھسیٹا کی بھتا شاہی	۸ر
بطخ شہزادی	۴ر	تاج میاں	۳ر	شریر لڑکا	۶ر
تین شرطیں	۳ر	مزیدار پہیلیاں	۴ر	جادو کی بنسری	۵ر
جادو کا شیشہ	۳ر	ساجدہ	۳ر	صبر بادشاہ زادہ	۴ر
خالہ بلی	۶ر	لاڈلا شہزادہ	۵ر	شہزادہ نے نواز	۴ر
تازہ شکار	۶ر	دلچسپ پہیلیاں	۴ر	تھوڑی تارا ماتھے چاند	۴ر

پتہ:- دفتر رسالہ "بانو" دہلی

دریا کی شہزادی	۴ر	لال دیو	۵ر	لالہ پری	۵ر
لعل شہزادی	۴ر	چتلا دیو	۵ر	گرم حلوہ	۵ر
شہزادہ گوہر	۵ر	ژالہ پری	۵ر	یاقوت کی ملکہ	۴ر
کالا دیو	۵ر	سبزہ پری	۵ر	بہادر شہزادہ	۷ر
مرد زیادہ مکار ہوتے ہیں یا عورتیں	۱ر	فردوسی حور	۴ر	انقلابی مولوی	۵ر
ستارے	عہ	یاران نبی	۸ر	ایک تھے افیمی ایک تھے حکیم جی	۱۰ر

بڑوں کے لئے دلچسپ کتابیں

شمع (اے آر خاتون) صہ
تصویر " للعہ
جواہر لال کی کہانی (اردو) محمد رحیم دہلوی سہ
جواہر لال کی کہانی (ہندی) " سہ
قیمتی جہیز محمد رحیم دہلوی عہ
زارینہ " عہ
تازیانہ " عہ
بہادر شاہ کا خواب (خواجہ محمد شفیع) عہ
شرح میر درد " عہ
ابلیس " عہ

ہم اور وہ (خواجہ محمد شفیع) عہ
فلمی رنگ محل (خوشباش بی اے) للعہ
پتھر سے ہیرا (ڈاکٹر سعید احمد) عہ
سیلِ نور (محمد امین شرقپوری) عہ
جھنکاریں " عہ
تصویریں " عہ
زنجیریں " عہ
پتنگے " عہ
جنت میں مشاعرہ (عارف بٹالوی) سہ
محاوراتِ داغ دلی احمد خاں ۶ر

پتہ:- دفتر رسالہ "بانو" دہلی

نہ بھولنے والی بات (رام سرن شرما) عا
انوکھا سنسار (عشرت رحمانی) عا
مجھے تم سے محبت ہے (نقی نور) عہ
مدوجزر (مضطر ہاشمی) سے
غالب کے لطیفے (انتظام اللہ شہابی) عہ
اُلجھے تار (رضیہ فرحت الطاف) عا
جنت کا بھوت (عظیم بیگ چغتائی) عا
فل بوٹ " عہ
لفٹنٹ " عہ
رُوح صہبائی (آثر صہبائی) عہ
سُنی سُنائی (شوکت تھانوی) عہ
چوٹ (دت بھارتی) سے
صد پارہ دل (عزیز حسن بقائی) عا
کشمیر جنت نظیر (عبدالقدیر) عہ
چودھری سلطان کے ڈرامے۔ سے
ڈائری ۔۔۔۔ سے
ریڈیو رسیور ۔۔۔۔ سے
اِنقلاب کا سرچشمہ بچہ ۔۔۔ عا
فلمی ستارے ۔ آٹھ آنے

یہ کتابیں آپکی زندگی سنوار سکتی ہیں

الیکٹرک گائیڈ (باتصویر، نوشید ناتھ بی ایس سی) للعہ
ورکشاپ گائیڈ (فیٹر ٹرننگ) " عا
معاون الخراد (باتصویر) " عا
جنتری پیمائش چوب " عہ
بیوپار دستکاری یعنی ہر فن اُستاد " عہ
آئل انجن گائیڈ (باتصویر) " للعہ
الیکٹرک وائرنگ " سے
ریڈیو گائیڈ (باتصویر) " للعہ
بغیر بجلی کا ریڈیو (باتصویر) " عہ
ہومیوپیتھک میٹریا میڈیکا (اردو) " عنہ
پریکٹس آف میڈیسن ہومیوپیتھک حصہ اوّل " ۲ روپے
" " " حصہ دوم ۲ روپے
موٹر میکینک ٹیچر (باتصویر، شری کرشنانند شرما) صہ
فونڈری پریکٹس (ڈھلائی کا کام، جے نرائن شرما) صہ
صنعت میں دولت (باتصویر) صہ
رفیق ہومیوپیتھی ۔۔۔۔۔۔۔ سے

پتہ:۔ دفتر رسالہ "بانو" دہلی

آخری تحفہ (منشی پریم چند) دو روپے بارہ آنے
وفا کی دیوی افسانے بارہ آنے
قاتل " "
جیل " "
غبن ناول پانچ روپے
پردہ مجاز " چھ روپے
خواب وخیال افسانے دو روپے آٹھ آنے
روٹھی رانی ناول ایک روپیہ چار روپے

فطرت نگار سدرشن کی کتابیں

سولہ سنگھار افسانے چار روپے
زہریلا آب حیات ناول دو روپے چار آنے
خوش انجام ناول آٹھ آنے
ٹالسٹائی کے افسانے (کونٹ ٹالسٹائی) عہ
راجہ پرجا .... " ایک روپیہ چار آنے
عورت مرد کے تعلقات " ایک روپیہ
ہمارے زمانہ کی غلامی " بارہ آنے
سرگزشت ٹالسٹائی ایک روپیہ آٹھ آنہ
ٹیگور کے ڈرامے (رابندر ناتھ ٹیگور) عہ
اندھیرے میں ناول " دو روپے

کمودنی ناول (رابندر ناتھ ٹیگور) عہ

منشی تیرتھ رام فیروزپوری کی کتابیں (تراجم)

خونی دلہن ناول تین روپے آٹھ آنے
اسیر بلا " تین روپے
قاتل کی بیٹی " چار روپے
ویران محل " تین روپے آٹھ آنے
سانپ کی چوری " تین روپے آٹھ آنے
تہہ خانہ کا راز " " "
جنگل میں لاش " " "
مجرم " تین روپے
سونی سیج " دو روپے
قاتل ہار " چار روپے
نیلا ہیرا " تین روپے
منزل مقصود " تین روپے
کرنی کا پھل " چار روپے
ڈاکٹر نکولا " چار روپے
لعل شب چراغ " تین روپے
نازک کشار " چار روپے

پتہ:- دفتر رسالہ "بانو" دہلی

حصولِ شہرت کیلئے

تیس (۳۰) روپے کوئی بڑی رقم نہیں ہے

اور جبکہ یہ رقم ایک نیک مقصد پر خرچ کی جارہی ہو

آپ یہ حقیر سی رقم بڑی آسانی کے ساتھ خرچ کر سکتے ہیں

مُلک کے سینکڑوں اچھے لکھنے والے ادیبوں کو گمنامی کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھ کر۔ زندگی کے ہر شعبہ میں سرمایہ دارانہ نظام کو کارفرما دیکھ کر طبقہ پرست پبلشروں کی "احباب نوازی" دیکھ کر ادارہ "چلمن" نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ ایک کتاب "یہ گیت ہیں درد یلے"۔۔۔ کے نام سے شائع کی جائے جس میں اُن اچھے افسانہ نگاروں کے شاہکار افسانے شریک کئے جائیں جن کی ملک و قوم کو بے حد سخت ضرورت ہے ـــــــــ

لہٰذا آپ بھی آج ہی اپنے تین مختصر اور بہترین افسانے مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمادیں۔ جن میں سے ایک افسانہ انتخاب کر کے کتاب میں شریک کرلیا جائیگا چونکہ مخلص کام کرنے والے ہمیشہ مفلس ہوتے ہیں اس لئے مالی مشکلات پر عبور حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ہر افسانہ نگار افسانوں کے ساتھ ہی مبلغ تیس روپے بھی بذریعہ منی آرڈر روانہ کرے۔ یہ روپے بھی آپ کے ضائع نہیں ہونگے بلکہ کتاب چھپنے کے بعد اس رقم کی کتابیں آپ کی خدمت میں روانہ کردی جائیں گی۔ ہم آپ سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں اور اس کار خیر میں حصہ لیں جو عوامی ادیبوں کی بہترائی کے لئے شروع کیا گیا ہے۔

پتہ:۔ دفتر رسالہ چلمن دہلی

فندق الشميسي بين مكة وجدة

کربلائے معلی
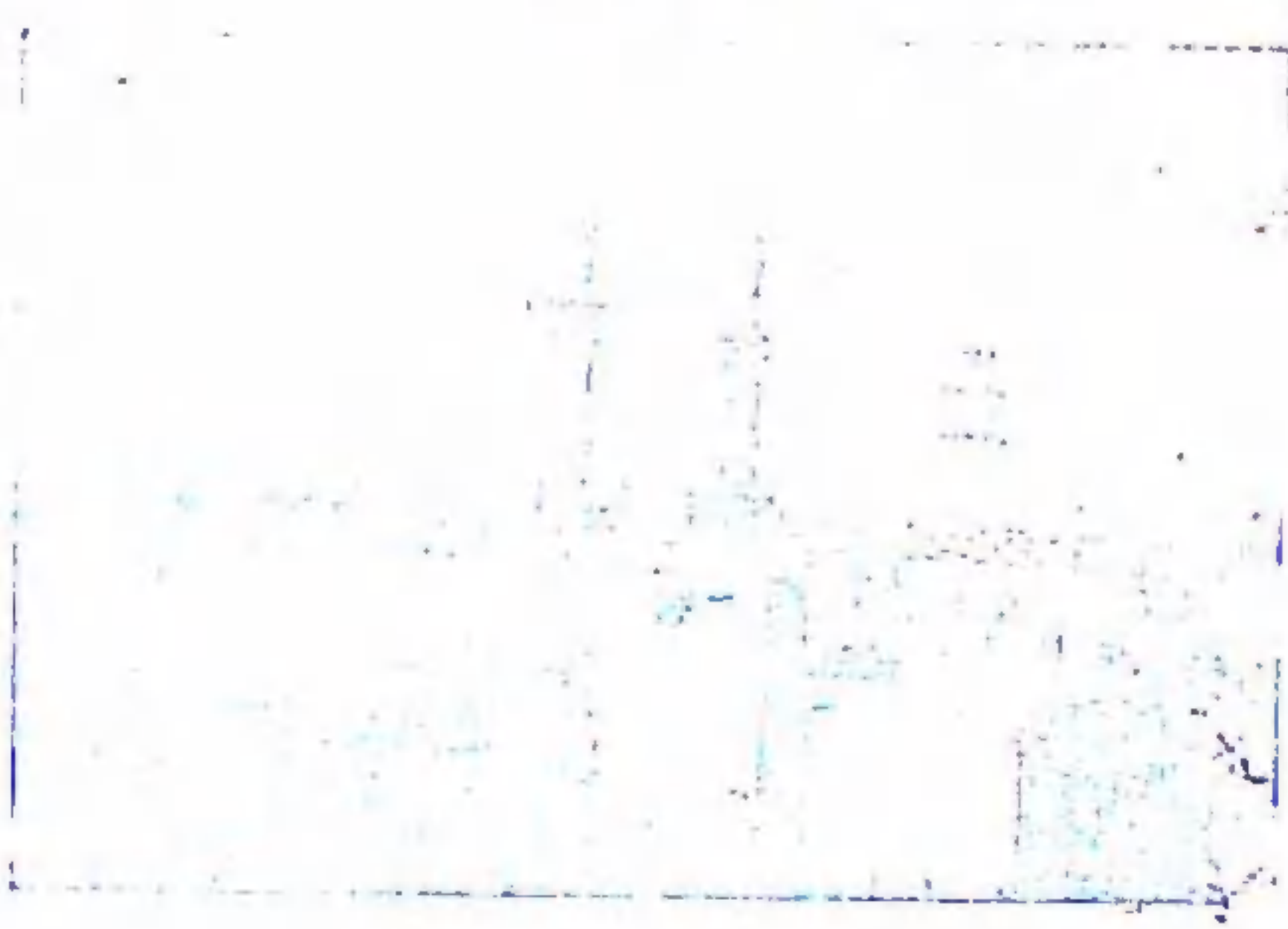
روضہ حضرت عباس بن مولا علی

egd N o. E.P. 662

Regd. No. E.P. 662

سیرت فخر دو عالم

«ماہنامہ بانو دہلی»

خلیفہ ہارون رشید کے زمانے کا ایک پل

(جسر حربہ)

اشاعتِ خاص

ماہنامہ بانو دہلی

سیرتِ فخرِ دو عالم

م عطاء اللہ خاں